

مکتوباتِ ملفوتِ شریفہ

PDFBOOKSFREE.PK



PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

حضرت اقدس تھانوی قدس سرہ کے صلاحی مکاتیب
جو روحانی زندگی میں عجیب انقلاب پیدا کرتے ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ایک ضروری گزارش!

معزز قارئین کرام! اس کتاب کو عام قاری کے مطالعہ، اُمتِ مسلمہ کی راہنمائی اور ثوابِ دارین کے خاطر پاکستان ورچوئل لائبریری پر شائع کر رہا ہوں۔ اگر آپ کو میری یہ کاوش پسند آئی ہے یا آپ کو اس کتاب کے مطالعے سے کوئی راہنمائی ملی ہے تو برائے مہربانی میرے اور میرے والدین کی بخشش کے لئے اللہ رب العزت سے دُعا ضرور کیجئے گا۔ شکریہ

طالب دُعا سعید خان

ایڈمن پاکستان ورچوئل لائبریری



PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى
الرَّحْمَنُ فَسْئَلُ بِهِ خَيْرًا
رحمن کی شان کسی باخبر سے پوچھو (بیان القرآن)

مکتوبات ملفوت شریفہ

نیا اضافہ شدہ پانچواں ایڈیشن

حضرت اقدس تھانوی قدس سرہ کے صلاحی مکاتیب
جو روحانی زندگی میں عجیب انقلاب پیدا کرتے ہیں۔

تالیف لطیف

حضرت اقدس مولانا حاجی محمد شریف صاحب نور اللہ مرقدہ

خلیفہ ارشد

حکیم الامتہ مجدد الملت حضرت مولانا شاہ شرف علی تھانوی قدس سرہ

ناصب علی خان
17-7-97

الذی اربعہ تالیفات

بیرون بوہڑ گیٹ ○ ملتان ○ پاکستان

نام کتاب	مکتوبات و ملفوظات اشرفیہ
ناشر	ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طبع اول	۱۹۶۶ء
طبع دوم	۱۹۶۸ء
طبع سوم	۱۹۸۰ء
طبع چہارم	۱۹۸۲ء
طبع پنجم	۱۹۸۵ء
طبع ششم	۱۹۹۲ء



ملنے کے پتے

- ۱۔ ادارہ تالیفات اشرفیہ - بیرون بوہڑ گیٹ - ملتان
- ۲۔ طبیب اکیڈمی - بیرون بوہڑ گیٹ - ملتان
- ۳۔ دارالاشاعت - اردو بازار - کراچی
- ۴۔ ادارہ اسلامیات - ۱۹۰ - انارکلی - لاہور
- ۵۔ مکتبہ قاسمیہ - اردو بازار - لاہور

عرض ناشر

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔۔۔ اما بعد!

سرزمین تھانہ بھون جس لبست سے آج مشہور زمانہ ہے وہ لبست ہے حریت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ کی۔ حضرت حکیم الامت نے اس سرزمین سے علم و فضل کا جو چراغ روشن کیا، مجددہ تعالیٰ اس چراغ سے نہ صرف نور ہدایت نے ظلمت و تاریکی میں اجالا بخشا بلکہ اس چراغ سے مزید بھی چراغ روشن ہوتے گئے۔

حضرت حکیم الامت نے سفت و بدعت کو خوب ہی نکھارا اور خوب ہی امتیاز فرمایا۔۔۔۔۔ آپ کے ہاتھ میں موجودہ مسمی بہ "مکتوبات اشرفیہ" حضرت حکیم الامتؒ ہی کے روشن کردہ چراغ مرشدی حضرت مولانا حاجی محمد شریف صاحب مدظلہ العالی کی تالیف ہے۔ اس میں وہ مکتوبات ہیں جو مرشدی مدظلہ نے اپنے شیخ کمال کی خدمت عالیہ میں مسائل تصوف اور عقدہ طریقت کے حل اور تشفی کے لیے لکھے اور حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ نے جواب باصواب عنایت فرمایا۔

حضرت مرشدی مدظلہ ۱۶۷۷ھ میں تقسیم ملک کے وقت یہی "روحانی خزائن" ہندوستان سے اپنے ساتھ لائے تھے۔ بڑی بڑی علمی کتب اور نادر نسخے وہیں چھوڑ دیئے مگر یہ حوصلہ نہ ہوا کہ حضرت کے خطوط چھوڑ کر پاکستان تشریف لے آویں۔ اعلیٰ کے کہنے پر حضرت مرشد نادامت برکاتم نے فرمایا کہ خطوط میں سے ایک ایک خط کی قیمت میرے نزدیک ہفت اقلیم کی سلطنت و دولت سے زیادہ ہے۔ بلی مدر سے خیر المدارس ملتان حضرت مولانا خیر محمد صاحب چاندھری نور اللہ مرقدہ خلیفہ حضرت حکیم الامتؒ کو جب ایک مرتبہ چند خطوط حضرت مرشدی مدظلہ نے سناے تو فرمایا کہ:۔۔۔ "ایسے خطوط کو کہاں چھپائے بیٹھے ہو، ایسے نادر مکتوبات کو شائع کرانا چاہیئے۔ چنانچہ ان مکتوبات کی اشاعت کا اہتمام کیا گیا۔ مین ایڈیشن قبل ازیں شائع ہو کر ہاتھوں ہاتھ لگ گئے۔ لیکن یہ پانچواں ایڈیشن بہت سی ترمیم و اضافہ اور تہذیب و تزئین کے ساتھ بالکل ہی نئے انداز میں پیش کیا جا رہا ہے جس کی اشاعت کا شرف ہمارے ادارے کو حاصل ہو رہا ہے امید ہے کہ قارئین کرام بھی اس کو شرف قبولیت بخشیں گے۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی عادت شریفہ خطوط کے جواب بالاتزام دینے کی تھی۔ بعض اوقات جواب لکھتے ہوئے بحر طلوع ہو جاتی تھی۔ اور حضرت حکیم الامت چراغ کی روشنی میں نور تصوف و سلوک کو طالبین راہ حق تک پہنچاتے رستے ان خطوط میں عجیب چاشنی لذت و سرور ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ سے وابستہ حضرات تو اپنی جگہ محفوظ ہوں گے ہی لیکن خلی الذہن آدمی کے لئے بھی ان میں بہت کچھ صلاح و فلاح اور خیر و برکت ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت والا کے ارشادات عالیہ سے ہم سب کو مستفیض و مستفید ہونے کا موقع نصیب فرمائے۔ ہم سب کو حسن خاتمہ نصیب فرمائے اور آخرت میں ان نفوس قدسیہ کی معیت و رفاقت محض اپنے فضل و کرم سے عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ و التسلیم)۔ (احقر محمد اسحق عفی عنہ)



بسم اللہ الرحمن الرحیم آہ! ہم سب یتیم ہو گئے

اس کتاب کا یہ پانچواں ایڈیشن بفضل اللہ و توفیق ہمیش خدمت ہے۔ جدید اضافات اور ملفوظات اشرفیہ پر مشتمل اس نقش خاس کا مسودہ حضرت اقدس سیدی و سندی مرشدی و مولائی قطب الاولیاء مولانا حاجی محمد شریف صاحب قدس اللہ سرہ کی حیات طیبہ ہی میں تیار ہو گیا تھا اور حضرت والا قدس سرہ نے اسیں کئی مکاتیب اور ملفوظات کے گرانقدر ذخیرہ کا اضافہ فرمایا تھا اور دلچسپی سے اسکی اشاعت کے منظر تھے۔ افسوس کہ اسکی طباعت ایسے وقت ہو رہی ہے جب یہ سایہ رحمت ظل عافیت ہمارے سروں پر موجود نہیں ہے۔

آفتاب جہاں تاب ۱۹ رجب ۱۴۰۵ھ بروز جمعرات مطابق ۱۱ اپریل ۱۹۸۵ء کو شام پونے چار بجے غروب ہو گیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

ٹھیک ایک ہفتہ قبل جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب میں حضرت والا کی طبیعت ناساز ہوئی۔ سینے میں شدید درد ہوا۔ جمعہ کی صبح غایت ضعف و نفاہت کی وجہ سے نماز فجر کے لیے مسجد تشریف نہ لجاسکے۔ مگر جمعہ کے وقت دو آدمیوں کے سارے جمعہ کی نماز کے لئے جانے پر اصرار کیا۔ اور فرمایا کہ اسوقت میں بالکل ٹھیک ہوں اور دو آدمیوں کے سارے اس حالت میں مسجد تشریف لائے کہ دونوں پاؤں مبارک زمین پر گھسٹ رہے تھے۔ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور حسب معمول آدھ گھنٹہ بیان فرمایا جس کا موضوع حق تعالیٰ کی عظمت کے سامنے ٹٹا تھا۔ وقت مقررہ سے دو تین منٹ زائد ہو جانے پر بیان ختم فرمایا اور نماز کھڑے ہو کر ادا کی۔ خدام کے اصرار کے باوجود سنتیں دو نفل نماز بھی مسجد ہی میں ادا فرمائے اور معمول کے مطابق ملفوظات اشرفیہ بھی حضرت کی موجودگی میں پڑھے گئے۔

نماز جمعہ کے بعد حضرت گھر تشریف لے گئے اور نفاہت و ضعف برہتا چلا گیا اور اسکے بعد مسجد میں تشریف آوری نہ ہو سکی مگر گھر کی بیٹھک میں بعد عصر کی مجلس پیر کے دن تک جاری رہی حضرت لیٹے رستے۔ خدام حاضر ہو جاتے تو کچھ ارشادات ہوتے رستے تھے۔ منگل کے دن ضعف اس قدر بڑھ گیا کہ بیٹھک میں تشریف آوری کی بھی ہمت نہ رہی۔ جمعرات کے دن صبح سے استغراق اور غشی کی کیفیت شروع ہوئی۔ عین بجے اسی غشی میں نماز ظہر ادا کرنے کے لیے نیت باندھی مگر غشی کی وجہ سے نماز پوری نہ ہو سکی ساڑھے تین بجے طبیعت آخرت کی طرف مزید مائل ہوئی اور پونے چار بجے سلام یہ مرد درویش مرد مسکین

قطب الاولیاء نمونہ سلف ، حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے خلیفہ ارشد اس ذیلے فانی کو چھوڑ کر اپنے پروردگار سے جا ملے ۔ اناللہ حضرت کی ذات عجیب تھی ۔ عجیب و غریب تھی ۔ اس دور قحط الرجال میں حضرتؒ اپنی مثال آپ تھے ۔ حضرت کی حیات طیبہ کی نمایاں خصوصیات حسب ذیل تھیں :

۱۔ تواضع و فطانت کی وہ عجیب شان جو اب صرف کھڑوں میں ملتی ہے حضرت کے یہاں اس کا عملی نمونہ موجود تھا۔

۲۔ حفظ حدود شریعت و طہارت و کمال طہارت۔

۳۔ خود تقویٰ کے انتہائی بلند مرتبہ پر فائز مگر دوسروں کے لیے فتویٰ کی حدود میں رعایت کی گنجائش۔

۴۔ شفقت و دلسوزی کی انتہاء اور کمال نرمی و محبت۔

۵۔ کمال تواضع کے ساتھ حق پر حیات قدری اور اسکی کھل کر وضاحت۔

۶۔ حسن تربیت و انتظام اور متعلقین پر مواضع اور وارو گیر کے ساتھ گہری نظر۔

۷۔ طریق میں غیرت و محبت کا جذبہ۔

۸۔ شریعت و طہارت کی جامعیت کے ساتھ ایک بالکل عام مسلمان کی سی مادہ زندگی۔

۹۔ مسرت و گفتگو سے بھرپور زندگی مگر دعویٰ اور تعلیف شوخیوں سے شدید نفرت۔

۱۰۔ کمال اعتدال اور راہ سلوک میں صحابہ و تابعین و سلف صالحین کی خاص پیروی۔

یہ صرف عنوانات ہیں اور وہ بھی چند جو عین تحریر کے دوران ملا کاوش نوک قلم پر آ گئے۔

ورنہ حضرت کی زندگی ایک مثالی اور حسین زندگی تھی : الہا حسن جو دیکھا اور محسوس تو کیا جاسکتا ہے مگر

کفہ کی سیالی پر اسے اتارنا ناممکن ہے۔

اللہ جل شانہ ہمیں حضرت کے صحیح اتباع کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت کے خلفاء اور

متوسلین کو حضرت کا صحیح صحیح جانشین بنا کر ان سے حضرت قدس اللہ سرہ کے فیض کو عام سے عام فرمائے۔

(آمین)

فہرست مضامین

عرض ناشر

باب اول

نقش آغاز

خاندانی حالات و پیدائش

باب دوم

(حضرت حکیم الامت سے مکاتبت)

دربار اشرف کی پہلی حاضری

تھانہ بھون سے وطن واپسی

درخواست بیعت اور اس کی قبولیت

دامن اشرف تک سیری رسلی

سیرالمان کہ دامن اشرف مجھے کیسے ملا؟

حساب کے بعد شفقت

حکیم الامت کا انداز تربیت اور آپکا تحریر فرمودہ }
آخری خط

حیات طیبہ کی بشارت

دیادین کے تابع ہے

اہلیہ کے سلسلہ بیعت سے منسلک ہونے کی برکات

مرشد کامل کی ناراضگی کا یہ عالم ہو تو خدا تعالیٰ کی

ناراضگی کا کیا مقام ہوگا؟

حقوق العباد کے متعلق حضرت کی تعلیمات

نامعلوم شدگان کی ادائیگی حقوق کا طریق کار

مسلم و کافر کے حقوق بلا امتیاز پورے کرنا ضروری ہیں

اموال حکومت میں حقوق کی رعایت

حضرت سے تعلق کا ذہنی انعام

عجب و خود پسندی کا علل

زنت کے درجات میں احوال محمود ہے

- ۳۳ حقوق و حقوق میں اعتدال
- ۳۴ یاد کی تمنا بھی یاد ہی کی قسم ہے
- ” جانفین کی کتب دیکھنے سے شک و تردید پیدا ہو تو
- ” ترک کر دیں
- ” جو کھانے سبب غفلت ہوں وہ باعث وبال ہیں
- ۳۵ ذکر اللہ سے حجاب دور کرنا چاہیئے
- ” محبت عقلی و اعتقادی
- ” ماتم کا دن
- ۳۶ جب معافی مناسب ہو تو الفاظ بھی مناسب نکلتے ہیں
- ” تربیت السالک کا مطالعہ نہایت مفید ہے
- ” قبض و بسط دونوں غیر اختیاری ہیں
- ۳۷ بشارت مناسبت
- ” شرف بیعت
- ۳۸ خوف کی ضرورت عمل صالح کے لئے ہے
- ” بشارت بیعت و تلقین
- ۴۱ اسباب معافی توکل نہیں
- ” عظمت و ہیبت محبت اور محبت عشقی
- ” کھید جمعیت
- ” دعاء تو افضل الذاکر ہے
- ۴۲ بہت پرے کی شان
- ” مراتب ادب
- ” ہدیہ میں خلوص دقیق مسئلہ میں احتیاط اہم ہے
- ۴۴ مضر اور غیر مضر کی جس
- ” علاج اختیاری کا استعمال اختیار ہے
- ” مبتدی و منہج کی تعلیم میں فرق
- ۴۵ الفاظ کی تاثیر اور ان کا احساس
- ” حکیم الامت کی خدمت میں آخری حاضری اور اسکی
- ” کچھ تفصیل
- ۴۶ ایک دولت سے میری محرومی اور حسرت

۴۶	تالافتی پر بھی اللہ تعالیٰ کا انعام
۴۷	دوسرے خطوط پر حضرت کی عجیب نافع تعلیمات
۵۲	آئینہ عشق پر جدید تبرک
۵۵	مال کی محبت طبعی مذموم نہیں
"	حُب جاہ کا علاج
۵۷	طلباء کو سزا دینے کے متعلق شرعی اصول
"	سکھر میں اچھا لباس پہنا مٹتی کو مضر نہیں
۵۸	تکدر طبعی مرض نہیں
"	محسن بھائیوں سے نہ ملتا بے مروتی ہے
"	منع صد کرم عتاب و نواز
۶۰	خاندانہ سے لکالے جانے پر بھی آخری وصیت
"	پابندی اصول بھی اور رعایت مصلحت بھی
۶۱	یخ پر اعتقاد و اعتناء
۶۲	حضرت والا سے مصافحہ اور میری بے خودی
"	بارِ دگر میری کوتاہی اور حق تعالیٰ شانہ کی ستاری
۶۵	ایک دلچسپ واقعہ
۶۶	حضرت لکھنؤ تشریف لے گئے
۶۸	دوسرا واقعہ حاجی شیر محمد صاحبؒ کا اتحلاص و تقویٰ
"	تیسرا واقعہ ، حاجی صاحب کی محبتِ دین
"	چوتھا واقعہ ، حاجی صاحب کے دل میں اللہ تعالیٰ کی
"	نعمتوں کی قدر
۶۹	حاجی شیر محمد صاحب کا وصال اور نماز جنازہ میں
"	شرکت سے اس نکتے کی محرومی
۷۰	باب سوم (حضرت حکیم الامت کی کراماتِ معنویہ)
۷۱	واقعہ نمبر ۱
۷۲	واقعہ نمبر ۲
"	واقعہ نمبر ۳
۷۶	واقعہ نمبر ۴

۷۷	واقعہ نمبر ۵
۷۸	واقعہ نمبر ۶
۷۹	واقعہ نمبر ۷
۸۰	واقعہ نمبر ۸
۸۱	واقعہ نمبر ۹
۸۲	واقعہ نمبر ۱۰
۸۳	باب چہارم (اہلیہ کی حضرت حکیم الامتؒ سے مکاتبت)
۸۴	تریت اولاد کے متعلق سنہری اصول
۸۵	اہلیہ کے کچھ اور خطوط پر حضرتؒ کے ارشاداتِ نافذ
۸۶	حضرت بڑی بیرونی صاحبہ کی نوازش
۸۷	باب پنجم (ارشادات و ملفوظات)
۸۸	دو ماہ قیام کی اجازت کے سلسلہ میں حضرتؒ کی عجیب
۸۹	و غریب تعلیمات
۹۰	حرف آخر
۹۱	ہمارے حضرتؒ کی انوکھی شانیں
۹۲	ضوابطِ بیعت
۹۳	بے نتیجہ بیعت
۹۴	حضرتؒ کی محبت و سوزی اور خیر خواہی
۹۵	مستتم خانقاہ اداویہ کی عالی حوصلگی
۹۶	حضرتؒ کو کھانے پر دعوت
۹۷	بعض دیگر انوکھی شانیں
۹۸	تریت میں سفت کا رنگ
۹۹	حسن معاشرت بالادام
۱۰۰	تواضع و انکسار
۱۰۱	مہرِ لیلیٰ کی ممبری کے متعلق حضرتؒ کی رائے
۱۰۲	پابندی اصول اور انضباط اوقات
۱۰۳	مراقبہ حاکم و حکیم
۱۰۴	مصیبت کو ہلکا کرنے کی تدبیر

۱۶۹

۱۷۰

۱۷۱

۱۷۲

۱۷۳

۱۷۴

۱۷۵

۱۷۶

۱۷۷

۱۷۸

۱۷۹

۱۸۰

۱۸۱

۱۸۲

۱۸۳

۱۸۴

۱۸۵

۱۸۶

۱۸۷

۱۸۸

۱۸۹

۱۹۰

۱۹۱

۱۹۲

۱۹۳

۱۹۴

۱۹۵

۱۹۶

۱۹۷

وقت کی اہمیت

والہیں کئے ہوئے ہدیئے کی طلب

فخس پر آکر چلتا

نفاذ فی الحق کی آخری حالت

ذکر اللہ کے لئے ابدانیت کی ضرورت ہے

ذکر اللہ کا مزہ

باب ششم

حضرت کے وصال کے بعد میرا اصلاحی تعلق

عمر بھر کے لئے دستور العمل

تکمیل نسبت کے لئے دعائے خاص

درخواست تعلیم

حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں درخواست تعلیم

اداسن اشرف کے عطاء ہونے پر اظہار فکرم

نظریاتی اختلاف رکھنے والوں کے متعلق حضرت کا طرز

عمل

حضرت مفتی اعظم پاکستان سے استفادہ

سرکاری ملازمت میں رخصت کا شرعی حکم

حضرت مفتی صاحب کی عجیب شفقت

مسلمانوں میں تفریق سے مفتی صاحب کا رنجیدہ ہونا

حضرت مفتی صاحب کی تواضع

بنکوں کے سود کے متعلق شرعی حکم

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کو خیر المدارس کی فکر

ارشادات حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

والا تہ جات حضرت مولانا خیر محمد صاحب

ارض پنجاب کے متعلق مسائل شرعیہ

مال مشعوبہ سے احتیاط

حسن تربیت کا سنہری اصول

۱۹۶

مفتدایان دین کے لئے اصول شرعی

۱۹۸

تذکرہ مولانا شبیر علی صاحبؒ

"

حضرت اقدس ڈاکٹر عبدالحی صاحب مدظلہ کی خدمت

"

میں درخواست تعلیم

۲۱۰

حضرت مولانا مفتی عبدالکریم صاحب گمٹھلویؒ کی

"

خدمت میں ایک خط اور اس کا جواب

۲۱۲

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہ العالی (ہردوئی بھارت)

"

کو اس ناکارہ کی دعوت

۲۱۳

حضرت مفتی رشید احمد صاحب کے دو گرامی نامے

"

تقریرت نامے

باب ہفتم

۲۱۵۔

وصیت

۲۱۶

خطبہ و طریقہ اخذ بیعت

۲۱۸

بہرست خلعائے مجازین



نقشِ آغاز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم --- اما بعد

احقر محمد شریف (ریٹائرڈ انکسٹریچر کٹونمنٹ بورڈ ہائی سکول ملتان چھانٹی) عرض گزار ہے کہ قارئین کرام کے سامنے بلا تکلف و تصنع یہ بات واضح کر دوں کہ میرے ذاتی احوال کچھ ایسے نہیں ہیں جنہیں منظر عام پر لایا جائے۔

”من آنم کہ من دانم“

اس لیے دراصل تو حکیم الامت حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے مبارک مکتوبات و ارشادات کو ہی ذنبِ قرطاس کرنا ہے جو واقعی اس قابل ہیں کہ انہیں منظر عام پر لایا جائے اور اس سے ہر عام و خاص مستفیض ہو سکے۔ گو یہ مکتوبات میرے خصوصی احوال اور میرے ہی نام ان کے جوابات ہیں لیکن حضرت حکیم الامتؒ کی نسبت نے ان کے حسن و خوبی اور افادیت کو دو چند کر دیا ہے۔ اس لیے دل چاہتا ہے کہ یہ امانت میں اپنے ہی پاس نہ رکھے رہوں بلکہ اسے امت کے سامنے پیش کر دوں تاکہ سالکینِ راہ کے لیے نمونہ عمل بن سکیں اور سچ تو یہ ہے کہ ان مکتوبات کی اشاعت سے مدعا یہ ہے کہ -----

”ماز سیدیم شاید کہ تو بری“

کسی طالب حق کو راہ حق مل جائے۔ اور میری بھی نجات کا ذریعہ بن جائے۔ --- میرے احوال صرف اسی درجہ ہوں گے کہ ہر پڑھنے والے کو یہ اندازہ ہو کہ فلاں شخص کے نام یہ خطوط مبارک لکھے گئے ہیں اور ان کی روایت کرنے والا فلاں شخص ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ چند خطوط مجھے محض بفضلِ ایزدی مل گئے۔ ورنہ جوان کی حقیقی قیمت ہے اور ان کی قدر و منزلت کا جو تقاضا ہے وہ نہ میں پہلے ادا کر سکتا تھا نہ اب ہی میرے اندر اتنی سکت ہے۔ بس اب تو صرف ماضی کی یاد ہے جو آکر سٹاتی ہے دل کو وٹیں بدلتا ہے مگر اب کچھ ہو نہیں پاتا۔ ---

پھر جی میں ہے کہ در پہ کسی کے پڑا رہوں

سر زبرِ بارِ منت دریاں کئے ہوئے

خاندانی حالات و پیدائش

میرے والد گرامی کا نام نامی جناب منشی نظام الدین صاحب (مرحوم و مغفور) تھا۔ ان کا پیشہ پڑا تھا۔ علاقہ بھر میں اپنے اوصاف جمیلہ اور اخلاق عالیہ کی بدولت شریف پٹواری مشہور تھے۔ ۱۹۲۲ء میں رحلت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ غریقِ رحمت فرمائے اور ان کو اپنے قربِ حاصل سے نوازے۔

میری تاریخ پیدائش کنڈرات ہے تو ۱۰ دسمبر ۱۹۰۴ء معلوم ہوتی ہے تاہم میرے بڑے بھائی صاحب (مرحوم) فرمایا کرتے تھے کہ درحقیقت میری تاریخ پیدائش یکم ستمبر ۱۹۰۱ء ہے۔۔۔۔۔ ہندوستان کے ایک گاؤں مندی پور ضلع ہوشیار پور میں پیدا ہوا۔

پرائمری کی ابتدائی تعلیم تو میں نے ضلع فیصل آباد میں حاصل کی۔ ان دنوں بعد مندی پور سے چار میل کے فاصلہ پر واقع قصبہ مکیریاں میں سلسلہ تعلیم شروع ہوا۔ اس قصبہ میں ایگو سنسکرت مشہور ہائی سکول تھا۔ آنکھوں جماعت میں نے اسی گریڈ سکول سے پاس کی۔

یہاں کے غیر مسلم آریہ لوگوں نے بہت کوشش کی کہ کسلی طرح مجھے اپنا ہم مذہب بنالیں، اور اسلام سے دور کرنے کے بہت حق کے گمراہی شکل و صورت اکٹھا کر لیاں، پگڑی کی بندش اور ظاہری بوڑھائی ہندوانہ تھی۔ لیکن دل قادرِ مطلق کے قبضہ میں ہے۔ اس نے دستگیری کی اور فطری تاریکیوں میں ایمان کی چنگاری دل میں ایمان کو حرارت بخشی رہی۔ اس طرح دل کے اندر ایمان کو اللہ تعالیٰ نے بچائے رکھا۔ اور اس کی ظاہری علامت یہ بھی تھی کہ اسلام پر آریہ لوگ محض ہوتے تو دل ہی دل میں ان پر از حد غصہ آتا۔ ہر کیف ہندوستان کے مجموعی حالات تھے۔ مجھے تعلیم بھی حاصل کرنا تھی۔ اور میرے لیے تعلیم جاری رکھنا اسی صورت میں ممکن تھا کہ اس سکول میں پڑھتا رہوں۔۔۔ یہاں آٹھ جماعت پاس کرنے کے بعد میٹرک کا امتحان گورنمنٹ ہائی سکول جالندھر سے ۱۹۲۲ء میں پاس کیا۔

جالندھر ہائی سکول میں میرا شمار ہوشیار اور مستعد طلباء میں ہوتا تھا۔ اسکے ساتھ ساتھ فرسٹ بان فرسٹ ایون کا کھلاڑی بھی تھا۔۔۔۔۔ میرے دوستوں جماعت پاس کرنے کے دوران ہی والد محترم ملازمت سے ریٹائر ہو چکے تھے۔ بھائی ابھی کچھ کشادہ دست واقع نہ ہوئے۔ اس لیے انہوں نے مجھے آئندہ تعلیم دلوانے سے عذر فرمایا۔ اور میں چارواچا مکیریاں ایگو سنسکرت ہائی سکول میں ملازم ہو گیا۔

یہاں پھر سابقہ احوال کا سامنا ہوا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی نصرت بھرپور طریقہ سے شامل رہی۔ اور میں اپنے ایمان کو بچانے میں کامیاب رہا۔۔۔۔۔ دو سال کا عرصہ یہاں راضی کا ٹیچر رہا۔ حصولِ علم کا شوق ابھی پورا نہ ہوا تھا۔ یہاں کچھ حالات سدھرے تو میں نے بے اسے وی کلاس (اسلامیہ کالج لاہور) میں داخلہ لے لیا۔ قدرت نے دستگیری فرمائی۔ اور بے اسے وی کلاس میں اول آیا۔ اور نتیجہ لکھنے سے پہلے ہی ڈسٹرکٹ بورڈ مڈل سکول امبوی ضلع ہوشیار پور میں بطور انگریزی ٹیچر تعینات ہو گیا۔



سوا دو سال بعد میرا تبادلہ ڈسٹرکٹ بورڈ مڈل سکول میانیاں افغاناں ضلع ہوشیار پور میں ہو گیا۔ زندگی جس قسم کے تہذیبی مراحل سے گزر رہی تھی اسی کے مطابق ٹائی لگا کر اور بوٹ پہن کر چارج لیا۔ فکر فردا سے بے نیاز غفلت و لاپرواہی زندگی کا لازمہ بنی ہوئی تھی۔ گو میرا اختیار کردہ راستہ جو میرا اپنا پسند کردہ تھا، غلط تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے بے پایاں کرم و احسان کی بدولت مقدر درست کئے تھے۔ اگرچہ ایک جگہ سے دل مانوس ہو جانے کے بعد ملازمت کے سلسلہ میں تبادلہ مکانی مشکلات اور پریشانی کا باعث بنتا ہے لیکن میرے اس جسمانی و مکانی تبادلہ سے کہیں زیادہ روحانی تبادلہ ہونا قدرت کو منظور تھا۔ چنانچہ یہاں حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مولانا شیر محمد صاحب (مرحوم و مغفور) جو زہد و تقویٰ کی ایک عجیب شان رکھتے تھے، موجود تھے ان کے ساتھ کچھ راہ ور سم پیدا ہوئے بڑھتے بڑھتے تعلقات بڑھ گئے۔ حکیم الامت حضرت اقدس کی خدمتِ عالیہ میں میرا جانا کبھی نہیں ہوا تھا۔ تاہم معمولی درجہ میں خط و کتابت جاری تھی۔

مولانا شیر محمد صاحب (مرحوم) کی زندگی عجیب جنت نمونہ زندگی تھی۔ میں ایک نظر ان کے شب و روز پر ڈالتا اور ایک نگاہ اپنی طرف دیکھتا تو مجھے ان سے کوئی نسبت تو کجا اپنے سے وحشت ہونے لگتی۔ اور دل ہی دل میں ان جیسی قابل غبطہ زندگی اپنانے کا ولولہ اٹھتا۔۔۔ مگر یہ ایک لمحہ میں کیسے ہوجاتا؟ کہاں ان کی پابند شریعت و طہریت زندگی اور کہاں میرے جیسا ایک انگریزی سکول کا آزاد نش معلم و مدرس۔ لیکن دل کی نیک تمنائیں اپنے لیے راہ بھی خود تلاش کر لیتی ہیں۔ اپنے طور پر تو میں کیسا بھی تاہم۔۔۔۔۔

”سہماں ہمنشیں در من اثر کرد“

میرے بھی زندگی کے حالات بدلنا شروع ہو گئے۔ چنانچہ میں ابتداء میں شرم کی وجہ سے اور بعد میں خلوص سے پہلے تین وقت کا اور پھر پانچ وقت کا نماز بن گیا۔

ایک سال بعد میری پہلی اہلیہ فروری ۱۹۶۹ء کو چچک کے عارضہ میں راہی ملک مدم ہو گئیں۔ (رحمۃ اللہ علیہا رحمۃ واسعۃ) یہ حادثہ میرے لیے بہت بڑا تھا۔ لیکن صبر و تحمل کے سوا اور ہو بھی کیا سکتا تھا؟ بموجب حدیث کہ "موت سب سے بڑا واعظ ہے"۔ میرے دل میں اس حادثہ سے اور رقت پیدا ہو گئی اور زندگی کے حالات بدلنے کے لیے ایک داعیہ میں اضافہ ہوا اس حادثہ فاجعہ کے بعد مولانا شیر محمد صاحب مرحوم مجھے ازراہ شفقت خود بخود کھینچا چلا گیا۔ اگرچہ اصلیت تو میرے اندر نام کو بھی نہ تھی، تاہم ان کی نقل اتارنے کی کوشش میں لگا رہتا۔

اپریل ۱۹۶۹ء سکول میں موسم گرما کی تعطیلات ہوئیں، دل میں خیال آیا رفیقہ حیات تو داغ

مفارتت دے گئی یہاں تنہا پوں میں اکیلے بیٹھنا بے سود ہوگا۔ چمنیوں کے دن کاٹے نہیں کشیں گے۔۔۔۔۔
مولانا شیر محمد صاحب اپنے شیخ محترم کی زیارت کے لئے تھانہ بھون حاضری دینے جا رہے ہیں، میں بھی
تھانہ بھون دیکھ آؤں۔

حضرت حکیم الامتؒ نظم و ضبط کا بہت خیال فرماتے تھے۔ اس لیے وہاں اجازت لے کر جانا ہی
مناسب تھا۔۔۔ اجازت لینے کا طریقہ مولانا شیر محمد صاحبؒ سے معلوم ہو چکا تھا۔ میں نے قلم لیا اور حضرتؒ
کی خدمت عالیہ میں عریضہ لکھ دیا کہ: "صرف زیارت مقصود ہے، مکاتبت اور مخاطبت نہیں کروں گا۔"
حضرت اقدسؒ نے جواب مرحمت فرمایا: "بسم اللہ آجائیے، آتے ہی یہ خط دکھلا دیجئے۔"

بہر حال اہلیہ کی موت حضرت اقدسؒ کی خدمت میں پہنچنے کا ذریعہ بن گئی۔۔۔ آنے والے
صفحات سے یہ واضح ہو سکے گا کہ یہ ظاہری رنج و الم کس قدر میرے لیے دولت و نعمت لے کر آیا۔

بہر کیف ہم تھانہ بھون پہنچ گئے۔۔۔ خانقاہ میں قدم رکھنا تھا کہ وہاں کے ماحول کو دیکھتے ہی
دل کی دنیا یکسر بدل گئی۔۔۔ مجھے اپنی ساری سابقہ تہذیب "تہذیب" نظر آنے لگی۔

میں نے حضرتؒ کے حسبِ فرمان جاتے ہی خط دکھادیا۔ ارشاد ہوا، بہت اچھا، بیٹھ جائیے،
اور میں حضرتؒ کے قریب ہی خالی جگہ پر بیٹھ گیا۔ حضرتؒ کی ہر ادا دل کو بھائی گئی۔

ایک ہفتہ حضرت اقدسؒ کے ارشادات، پند و نصائح اور ملفوظات عالیہ سننے اور وہ دل
میں اترتے چلے گئے۔

اس ایک ہفتہ میں کچھ حاصل ہوا یا نہیں اس کا فیصلہ بھی حضرت ہی کے زبان مبارک سے
سنیے کہ ایک صاحب نے دوسری دفعہ حاضری کے موقع پر مولانا شیر محمد مرحوم کو بتلایا کہ۔۔۔۔۔ جب تم
دونوں رخصت ہوئے تو حضرت اقدسؒ نے مجلس میں فرمایا: "یہ دو صاحب پنجاب سے آئے تھے ان کو
نفع ہوا ہے۔"

تھانہ بھون سے وطن واپسی

رخصت کے دن صبح مجھ سے کچھ مواخذہ بھی ہوا۔ وہ یہ کہ میں نے مدرسہ میں زکوٰۃ کی کچھ
رقم دینا چاہی تو حضرت اقدسؒ نے ناراضگی سے فرمایا کہ "تم کو مخاطبت کی اجازت نہ تھی، کیا یہ مخاطبت
نہیں ہے؟ تم نے مخالفت کی، اٹھ جاؤ یہاں سے۔" علماء حضرات سے مخاطب ہو کر فرمایا "یہ صاحب سکول
ماسٹر ہیں، جب مدور اور منور (چاندی کے پرانے سکے) ان کے پاس آجاتے ہیں تو اصول کی پابندی کی بھی
انہیں پرواہ نہیں رہتی۔ چند لڑکے ان کا کسمانے والے ہوتے ہیں تو پھر ہر ٹر ٹر کرنے لگتے ہیں۔"

پھر مجھ سے فرمایا "افسوس تم نے جاتے وقت میرا دل مکدر کیا۔۔۔۔۔ ظہر کے بعد رخصت
چاہتے وقت میں نے ندامت سے معافی مانگی تو شفقت بھرے لہجے میں فرمایا "میں نے کوئی مواخذہ تھوڑا ہی

کیا ہے فی امان اللہ۔

گو حضرت نے معاف فرمادیا تھا۔ لیکن ابھی طبیعت کو قرار نہ تھا۔ چنانچہ وطن واپس آکر میں نے بے قراری کے لہجہ میں پھر معافی کی درخواست کی تو تحریر فرمایا "بمجد اللہ میرے تکبر کی عمر بہت قلیل ہوتی ہے۔ جلسہ کے درخواست کے ساتھ وہ تکبر مفصل ہو جاتا ہے اور تھوڑی بہت معذرت کر لینے پر بالکل ثناء ہی ہو جاتا ہے۔ اطمینان رکھیں۔"

درخواست بیعت اور اسکی قبولیت

جون ۱۹۲۹ء میں موجودہ اہلیہ سلما سے میرا عقد نکاح ہوا۔ اس وقت اسکی عمر پندرہ، سولہ برس کی تھی اور میں اپنی زندگی کے اٹھائیس سال مکمل کرنے کو تھا۔ حضرت اقدسؒ سے تعلق بیعت پیدا کرنے کے لیے درخواست کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ وجہ ظاہر تھی کہ میں بارش نہ تھا۔ تو کس منہ سے اتنی بڑی چیز کی درخواست کرتا؟ ڈاڑھی رکھنے کا ارادہ بھی کرتا تو شیطان دل میں یہ وسوسہ ڈالتا کہ تیری بیوی کیا خیال کرے گی کہ کس بوڑھے سے پالا پڑا۔۔۔ میں نفس و شیطان کے ان وساوس سے مغلوب ہو جاتا۔۔۔ گھر میں لفافے منگوا رکھے تھے اللہ کا فضل شامل حال ہوا چھٹی کا دن تھا، مولانا شیر محمد صاحب (مرحوم) اپنے گاؤں گئے ہوئے تھے۔ سکول کی ڈاک میں رسالہ "المبلغ" آیا۔ میں نے پڑھا تو اس میں میرے ہی حال کے مطابق مضمون تھا۔ حضرتؒ کے مضمون کا حاصل یہ تھا کہ بعض لوگ بزرگوں سے اپنا تعلق پیدا کرنا چاہتے ہیں مگر خیال کرتے ہیں کہ پہلے پاک صاف ہولیں پھر اپنے آپ کو سپرد کریں گے۔ حضرتؒ نے طریقت و سلوک کے اس بڑے "سنگِ راہ" کو عجیب مثال سے سمجھایا تھا۔ فرمایا کہ ایسے لوگوں کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کسی کے ہاتھوں میں توپاخانہ بھرا ہوا ہو اور دریا کے کنارے کھڑا ہو یہ خیال کرے کہ پہلے ہاتھ پاک کر لوں پھر دریا میں ہاتھ ڈالوں۔ فرمایا، ہاتھ پاک کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ ہاتھ دریا میں ڈال دیئے جائیں، پاک ہو جائیں گے اور دریا بھی پاک رہے گا۔ اس مضمون کا دل پر گہرا اثر ہوا۔ سارا مضمون ہی گویا میرے حال کے مطابق تھا۔

اسی روز نماز مغرب کے بعد اہلیہ کے پاس بیٹھا تھا، اپنا ماجرا سنایا اور پوچھا کہ --- "خدا کی بندی مجھے بتا اگر میں ڈاڑھی رکھ لوں تو تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا؟"

اہلیہ بھی بمشاء اللہ بہت سمجھدار واقع ہوئیں۔ کہنے لگیں آپ یہ بتائیں کہ ڈاڑھی منڈوانا ثواب ہے یا گناہ؟ --- میں نے کہا منڈوانا حلت گناہ ہے اور رکھنا بہت بڑا ثواب۔

احلیہ نے جواب دیا کہ آپ کا کیا خیال ہے کہ میں آپ کو یہ کہوں گی آپ گناہ کا کام کریں۔ مجھے ڈاڑھی منڈے اچھے نہیں لگتے۔ آپ ڈاڑھی رکھیں مجھے قطعاً کوئی اعتراض نہ ہوگا بلکہ خوشی ہوگی۔ اب موانع موقوف ہو گئے دل کو حوصلہ دے کر لفافے لئے اور رات ہی کو حضرت اقدسؒ کی

خدمت میں تعلیم کے لئے درخواست لکھی۔

۸ جمادی الثانی ۱۳۵۰ھ کی شب تھی۔ میرا یہ چھٹا خط تھا جس کا مضمون یہ تھا: "حضرت والا! اس ناچیز کی زندگی کا بہترین حصہ ذبیہ اور انگریزی تعلیم حاصل کرنے میں گزر گیا۔ تقریباً چھ سال تک ایک آریہ سکول میں بھی پڑھتا رہا۔ دینی تعلیم سے محروم رہا۔ تھوڑے عرصہ سے ایک نیک بندے کی صحبت میں رہتا ہوں۔ اسی وقت سے حضرت والا کی مختلف تصانیف اور مواضع کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ اللہ کے فضل سے روز بروز دینی شوق بڑھتا گیا، حرام اور حلال میں تمیز ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی دھن لگی۔ یوں تو یہ ناچیز عرصہ سے حضرت والا سے تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ ایک ہفتہ حضرت والا کی صحبت میں بھی رہ چکا ہے اور خطوط کے ذریعے حضرت والا سے ضروری مسائل بھی دریافت کرتا رہا ہے اور حضرت والا رہنمائی فرماتے رہے ہیں۔ لیکن باقاعدہ تعلیم کے لیے درخواست نہ کر سکا۔ اور حضرت والا کی توجہ خاص سے محروم رہا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آج عرض کرنے کا موقع نصیب ہوا۔ یہ ناچیز بیعت کے لیے درخواست کرتا لیکن چونکہ شروع ہی میں حضرت والا اس چیز کو پسند نہیں فرماتے اس لیے یہ عرض کرنا خلاف ادب سمجھتا ہوں۔ کیونکہ ادب وہی ہے جو حضرت پسند فرمائیں۔۔۔۔ حضرت والا! یہ ناچیز نہایت ہی شکا ہے۔ مگر توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور حضرت والا کی دعاؤں کی برکت سے یہ ناچیز رضائے مولا حاصل کرنے سے محروم نہ رہے گا۔ حضرت والا! اس ناچیز کو تعلیم فرمائیں۔ میرا مقصود اس تعلیم سے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کرنا ہے۔ اور حضرت والا سے اللہ تعالیٰ کے احکام دریافت کرنا ہے جن سے رضائے مولا حاصل ہوتی ہے۔"

فردا جذبات میں خط تو لکھ دیا۔ رات کا وقت تھا، سو گیا، میرے سوتے ہی سارے یہ جذبات بھی سو گئے اور صبح تک سارا جوش وجد نہ کا فور ہو گیا۔ نفس اپنے حملہ میں کامیاب رہا۔ صبح بیدار ہوا تو نفس نے پھر "وعظ کہنا" شروع کیا کہ اس کے معنی تو یہ ہونے کہ ڈاڑھی رکھنا پڑے گی۔ ایسی بھی کوئی مجبوری ہے عمر پڑی ہے۔ پھر رکھ لیتا۔ ٹھیک ہے یہ بہت محبوب سنت ہے۔ عملی کو تاحی ہے اللہ سے معافی مانگ لیتا وغیرہ وغیرہ۔

الغرض نفس اپنی تدبیر میں کامیاب رہا اور میں نفس سے مغلوب ہو گیا میں نے خط کو لیٹر بکس میں ڈالنے کے بجائے گھر کے بکس (سوٹ کس) میں رکھ دیا۔ وقت دھیرے دھیرے گزرتا گیا۔ گو خط حوالہ ڈاک نہ کر سکا تھا۔ اور حضرت کی خدمت عالیہ میں عریضہ نہ پہنچا مگر گھر میں پڑے خط کے مضمون اور قلب و دماغ کے درمیان ہلکا سا ربط ضرور باقی تھا۔ نفس و عقل کی کشاکش جاری تھی اسی دوران دس روز کے بعد حضرت کے وعظ کا ایک اور رسالہ بذریعہ ڈاک پہنچا۔ اس وعظ میں بھی "خود سپردگی" کے بارے میں ساحل دریا پر کھڑے ناپاک ہاتھوں والے آدمی کے قصہ کا تذکرہ تھا۔ جو اس انتظار میں تھا کہ اول ہاتھ پاک کروں پھر دریا میں ہاتھ ڈالوں۔

اسی مضمون کو پڑھا پھر پہلے کا سا جوش عود کر آیا۔ سوچا کہ نہ جانے پھر نفس کوئی بھی تدمیر کوئی نئی راہ دکھلا دے، سوٹ نکلیں سے لفاظہ نکالا اور ۸ تاریخ کے ساتھ ایک کا ہندسہ بڑھا کر ۱۸ جمادی الثانیہ کر دیا اور لفاظہ سپردِ ڈاک کر دیا۔

گو خود سپردگی کا پہلا قدم تو اٹھ چکا تھا۔ تاہم ابھی دل کے اندر چور موجود تھا کہ حضرت کوئی پہلے ہی خط سے ماتے والے تھوڑا ہی ہیں۔ ابھی تو جانے کتنے اور عریضے تحریر کرنے ہوں گے۔ اتفاق یہ کہ چوتھے ہی روز عین اسی وقت جب میں ڈاڑھی منڈوا رہا تھا حضرت اقدسؒ کی طرف سے جواب آگیا۔ ڈاڑھی منڈوا کر لفاظہ کھولا اور حضرت اقدسؒ کا جواب پڑھا۔ حلقہ دنگ رہ گئی۔ حیرانی ہوئی بے پایاں محبت کے جذبات موجزن تھے۔ حضرت اقدسؒ نے قبول فرمایا تھا اور تحریر فرمایا "جزاک اللہ، میں حاضر ہوں۔ رسالہ تبلیغ دین کا مطالعہ کر کے اسیں جو عیوب، نفس کے لکھے ہیں، ان میں سے ایک ایک کا علاج پوچھتے رہو اور مواظبہ کے مطالعہ کی پابندی رکھو۔"

اس احسانِ عظیم کے آگے دل و نگاہ جھک گئے اور شرم آئی کہ تعلق پیدا نہ ہوتا تو اور بات تھی۔ پیدا کر کے توڑنا تو غضب دہاتا ہے۔ جس کا خسارہ ظاہر ہے کہ مجھے ہی ہوتا اور "خسر الدنیا والآخرہ" کا مصداق بنتا، لیکن اللہ کا فضل و کرم شامل حال ہوا، اور حضرت کی بے پناہ محبت نے ہر طرف سے گھیر لیا۔ ڈاڑھی جو کل تک رکھنا مشکل تھی آج وہ میرے لیے نہ صرف آسان ہو گئی بلکہ اس کے منڈوانے کا تصور تک نکل گیا۔ سچ ہے اطاعت بلا محبت نہیں ہوتی۔ جب سچی محبت دل میں جگہ پکڑ گئی تو اطاعت آسان ہو گئی۔ میں ڈاڑھی والا بن گیا اور حضرت کا ارشاد گرامی صحیح ثابت ہوا کہ "جیسے بھی ہو اپنے آپ کو سپرد کر دو اسی طرح اصلاح ہوگی"

دامنِ اشرف تک میری رسائی

یوں تو میرے دل میں اپنے ہر ایک استاذ کا ادب و احترام تھا۔ خواہ وہ مسلمان تھے یا ہندو سکھ۔ لیکن میں کسی سے متاثر نہیں ہوا۔ کوئی بھی میری نگاہ میں اس طور سے نہیں سما سکا تھا کہ میں اسکو زندگی کے ہر طور طریق پر اپنا تا۔ البتہ مولانا شبیر محمد صاحبؒ کے پاس رہنے سے ان کے شب و روز دیکھ کر ضرور متاثر ہوا۔ اسی کے ساتھ ساتھ پہلی اہلیہ کی موت اور موجودہ اہلیہ کی دینداری نے میری زندگی کا رخ موڑنے میں اہم کردار ادا کیا، اور یہی عین چیزیں حضرت اقدسؒ کی خدمت عالیہ میں پہنچنے کا ذریعہ بنیں۔ اور اسی کی بدولت حضرتؒ کا دامن مبارک اور خانقاہ مبارک کا تعلق مل سکا۔ حقیقت یہ ہے کہ رب العزت نے بن مانگے یہ نعمتِ عظمیٰ عطا فرمادی۔

"دو نہ من ہماں خا کم کہ ہستم"

اس سوال کا جواب بھی عرض کئے دوں کہ حضرت کی زندگی کے کس پہلو نے مجھے سب سے

زیادہ متاثر کیا حیران و ششدر ہوں کہ کیا لکھوں اور کیا نہ - حضرتؐ کی ہر ادا ہی عجیب و غریب تھی۔ ان کی ہر ادا دل ربا تھی۔ نگاہِ ذوق میر ہو تو دفتروں میں ان کی ادائیں حروف میں نہ سما سکیں۔ واقعی حضرتؐ عجیب و غریب شخصیت و انفرادیت کے حامل تھے۔

زفرق تا بقدم ہر کہا کہ ی نگرم
کرشمہ دامن دل - میکشد کہ جا اینجا است
آنکہ ی گویند کہ آں بہتر و حسن
یارا ایں دارد و آں نیزم

لیکن بہت غور کرنے پر دل کو یہ بات لگتی ہے کہ حضرت اقدسؐ کی شانِ فنائیت نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا۔

اسی شانِ فناء کا کچھ نہ کچھ حصہ حضرتؐ کے اپنی سے اپنی مرید میں ضرور جلوہ گر ہوگا، حالانکہ علم و فضل، عقل و دانش، ورع و تقویٰ میں اپنا معنی نہیں رکھتے تھے لیکن بایں حصہ شانِ فنائیت بھی بدرجہ اتم تھی۔ اسی شانِ فنائیت نے مجھے حضرتؐ کا گرویدہ بنادیا۔

میرا گمان کہ دامنِ اشرف مجھے کیسے ملا؟

میرے والد صاحب بوڑھے تھے۔ ذیابیطس کے مریض تھے۔ انکی چار پلئی میرے کمرے میں تھی میری پہلی اہلیہ مرحومہ بھی اسی کمرے میں رہتی تھی۔ ہم دونوں کو والد صاحب کی خدمت کا بہت وقت ملا۔ مرض لمبا ہوا ہم خدمت میں لگے رہے آخر میں یہ حالت ہو گئی کہ پانخانہ پیشاب چار پلئی پر ہوتا تھا۔ یہ خدمت میری اہلیہ مرحومہ کے سپرد تھی میں بھی اس کا ساتھ دیتا تھا۔ بار بار برتن میں پیشاب کرانا، پانخانے پھرانا برتن اور ان پانخانہ والے کپڑوں کو دھونا اور سکھانا آسان کام نہ تھا۔ میں تو بیٹا تھا اہلیہ مرحومہ نے بھی کبھی کراہت محسوس نہ کی۔ یہ حالت بھی لمبی ہوئی۔ رات کو اہلیہ مرحومہ بھی پاؤں دباتی تھی میں بھی سارا جسم دباتا تھا۔ والد صاحب غصہ و غیظ میں چلے جاتے تھے۔ میں بلا اجازت بدن دباتا بند نہ کرتا تھا ہاتھوں میں خون آجاتا تھا چور ہو جاتے تھے مگر بدوں اجازت دینا چھوڑنا نہ تھا۔ جب اتفاق سے عسودگی ختم ہوتی تو فرماتے، محمد شریف تو ابھی لگا ہوا ہے بس کر تو میں بس کرتا متعدد بار فرمایا میں بہت خوش نصیب ہوں میری اولاد کیسی اچھی ہے تم دونوں نے میری بہت خدمت کی ہے اللہ تمہیں اس کا صلہ دیگا۔ میں ہر روز صبح پوچھتا تھا۔ میاں جی ملازمت پر جاؤں۔ فرماتے جاؤ۔ انتقال کے دن صبح پوچھا مجھے پہچانا نہیں۔ میرے بھائی جان نے مجھے فرمایا۔ میاں جی کا آخری دن معلوم ہوتا ہے جاؤ ایک دن کی چھٹی لے آؤ اور بڑے بھائی کو فیصل آباد میں تار دے آؤ کہ فوراً آجاس میں کیا، چھٹی لی بھائی صاحب کو تار دیا اور واپس گھر آیا۔ اس وقت والد صاحب کا آخری وقت تھا۔ بھائی جان انکی بیوی اور میری پہلی بیوی

مرحوم چارپائی کے پاس کھڑے تھے۔ بھائی جان نے اونچی آواز سے پکارا میاں جی محمد شریف آیا ہے۔ اسے پیار دے دیں۔ دفعۃً والد صاحب کا ہاتھ اٹھا۔ میں نے فوراً اپنا سر والد صاحب کے نیچے گرا دیا۔ والد صاحب کا ہاتھ میرے سر پر تھا اور آخری سانس تھا۔ اکثر میرے دل میں آتا ہے کہ والد صاحب کی خدمت کے صلہ میں مجھے دامنِ اشرف کی دولت عطا فرمائی گئی ہے میں نے حضرتؒ کا کبھی نام بھی نہ سنا تھا اور خانقاہ امدادیہ اشرفیہ جانے کا کبھی خیال بھی نہ آیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ جب کسی کو کچھ دینا چاہیں تو ان کے کرم کو کون روک سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ اس عطا فرمودہ نعمت کی للج رکھنے کی بھی توفیق عطا فرما دیں۔ اپنی حالت پر نظر کرتا ہوں تو ندامت میں ڈوب ڈوب جاتا ہوں۔ اس چشمہ فیض سے ایک دنیا سیراب ہوئی ان کی جوتیوں میں لوگوں کو موتی ملے اور اپنے دامن بھر لیے لیکن موتیوں کی قدر تو کوئی جوہری کوئی عالم پہچانے ایک جاہل ان کی قدر کیا جانے؟

عتاب کے بعد شفقت

جو حضرات اپنے کو بغرضِ اصلاح حضرت کے سپرد کر دیتے ان پر غلطی کی بناء پر ڈانٹ ڈیٹ ہوتی بھی تو اس عتاب کے بعد جس درجہ حضرتؒ شفقت فرماتے تھے اس کی کیفیت بھی وہی لوگ جانتے ہیں جن پر یہ عتاب ہوتا تھا۔ اور یہ عتاب بھی ہر کسی کے نصیب میں کہاں؟ چہ کلام حضرت خواجہ صاحب مجذوبؒ۔

منع مد کرم ترالطف بھرا عتاب تھا
سارے تعلقات کا وہ ہی توفیق باب تھا

میری پہلی حاضری میں رخصت کے وقت مخاطبت پر حضرت اقدسؒ نے جو "لطف بھرا عتاب" فرمایا تھا شاید اسی کی بدولت اللہ نے آگے "فتح یاب" بھی فرمایا کہ حضرت توجہ خاص فرمانے لگے۔ تو ایسی سختی پر ہزاروں شفقتیں قرآن۔ بقول حضرت خواجہ صاحبؒ۔

ظلوں گا میں نہ ہرگز لاکھ ہو تو خشگیں ساقی
کہ جو سے سب سے بہتر ہے وہ ملتی ہے یہیں ساقی

متعدد بار حضرتؒ سے سنا آپ فرمایا کرتے تھے کہ "میں مواخذہ تو کرتا ہوں مگر کچا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے قیامت کے دن یہ فرمائیں کہ تو بڑی باریک غلطیاں پکڑا کرتا تھا، آؤ آج میں تمہاری غلطیاں بتاؤں تو خدا جانے میرا ٹھکانہ کہاں ہو"۔

یہ کلمات شانِ فنائیت کے بھی مظہر ہیں اور عظمتِ باری تعالیٰ کا اظہار بھی ان سے ہو رہا ہے۔ اسی طرح آپ کا یہ جملہ بھی مجھے نہیں بھولتا کہ "میں اپنے آپ کو کتے اور سور سے بھی بدتر جانتا ہوں"۔ اور حضرت اقدسؒ کی کوئی بھی بات ایسی نہ تھی جس کو دل و دماغ میں یاد نہ رکھا جاتا۔

ما ہرچہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
الاحدث یار کہ تکرار می کنیم

حکیم الامت کا انداز تربیت اور آپکا تحریر فرمودہ آخری خط

حکیم الامت حضرت اقدس سیدی و مولائی کے اندر قدرت نے بے با صلاحیتیں ودیعت رکھی تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم حضرت سے وہ کچھ حاصل نہ کر پائے جو کچھ حضرت کی ذات والا ستودہ صفات تھی۔ جس طرح حضرت اقدس رشد و فلاح اور اصلاح و ارشاد کے خزانے ٹٹاتے، ہائے افسوس کہ ہم اسے پوری طرح حاصل کرنے میں ناکام رہے۔ آپ کا انداز تربیت عجیب تھا۔ ہر سالک اور مرید و متعلق اپنے اندر کی ادنیٰ سے ادنیٰ بات پوچھ کر اصلاح کر سکتا تھا۔ جو عیوب و نقائص اپنے اندر معلوم ہوں، جو روحانی امراض سر اٹھاتے نظر آئیں، بس حسب ضابطہ خط لکھ دو اور جواب پاتے ہی ایسا معلوم ہوتا تھا گویا نسخہ شفاء حاصل ہو گیا۔ آپ کی ذات عالی عجیب روحانی مسیحا رکھتی تھی۔

ایک دفعہ اپنے حال زار کے بارے میں میں نے عریضہ لکھا "حضرت! میں اپنی حالت کو کتوں سے بدتر سمجھتا ہوں، اس عبادت پر سزا نہ ہو تو غنیمت ہے۔ چہ جائیکہ اجر کی امید رکھوں۔"

حضرت والا نے جواب تحریر فرمایا "عبدیت یہی ہے کہ لیکن اس عبدیت کا ایک جزو یہ بھی ہے کہ اعتقاد رکھے کہ وہ مانگنے والے کو محروم نہیں فرماتے۔"

آگے میں نے لکھا "افسوس کہ مجھ سے کچھ نہ ہو سکے گا۔"

جواب تحریر فرمایا "ایسا ہی سمجھنا چاہیئے۔ اس سمجھنے پر فضل ہو جاتا ہے اور اس فضل سے تھوڑا سا حق ادا کرنے کو بھی قبول فرما لیتے ہیں۔"

ایک اور خط پر تحریر فرمایا "سب ٹھیک ہو رہا ہے۔ دو امر ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ ایک یہ کہ امکان بھر سعی اصلاح کی رکھی جاوے۔ دوسرے یہ کہ جیسے بھی اعمال ناقصہ کی توفیق ہو اس کو اللہ کی نعمت سمجھا جاوے کہ ہم تو اس کے بھی قابل نہ تھے۔"

جیسا کہ گذشتہ صفحات میں عرض کیا کہ "دربار اشرف" کی پہلی حاضری ذی قعدہ ۱۳۳۹ھ میں ہوئی۔ اس حاضری کے تاثرات پہلے لکھ چکا ہوں کہ حضرت کی محبت دل میں اتر چکی اور رگ و پے میں رچ بس چکی تھی۔ بدون اجازت تعلیم کے لیے حضرت کی خدمت عالیہ میں خطوط لکھنا شروع کر دیئے تھے۔ حضرت کے جواب دل کو لگ رہے تھے۔ خط نمبر ۶ پر تعلیم کی درخواست منظور ہو گئی۔ ۲۱ رجب ۱۳۵۰ھ کو پھر حاضری کی اجازت چاہی، بدوں مکاتبت و مخاطبت کی اجازت مل گئی۔ حاضر خدمت اقدس ہو گیا۔ باوجود اس کے کہ یہ ناچیز روحانی لحاظ سے انتہائی بے بصیرت و بے بصارت تھا، تاہم رشد و ہدایت کی بارشیں ایسی برستی دیکھیں کہ وہاں جو پہنچ جاتا وہ انکا احساس کئے بغیر نہ رہ سکتا۔ اس وقت سے لے کر آئندہ حضرت کے وصال تک سال میں تین دفعہ تھانہ بھون جانا ہوتا تھا۔ دو دفعہ تو سکول کی فصلی تعطیلات کے موقع پر اور ایک دفعہ دسمبر میں بڑے دن کی تعطیلات میں۔۔۔ علاوہ ازیں ماہ رمضان المبارک میں دو یا تین بار جانا ہوا۔ اور علم و عرفان کی دو تیس لقی دیکھیں۔ نیز ایک بار چند روز کے فصل سے دو ماہ کا قیام ہوا۔ ایک

ماہ کی رخصت لی تھی پھر چند روز حاضر سکول ہوا اور پھر ایک ماہ کی تعطیلات ہو گئیں۔ میری اہلیہ سلما میری عدم موجودگی کے ایام میں بھی تھانہ بھون ہی رہیں۔

حضرت اقدسؒ کی خدمت عالیہ میں میں نے تقریباً تین صد خطوط لکھے جبکہ میری اہلیہ نے ۱۲۷۰ء یہ سب خطوط بحفاظت میرے پاس موجود ہیں۔ حضرتؒ کے دست مبارک کا لکھا ہوا آخری خط ۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ کا ہے یہ خط مجھے تیسرے دن واپس ملا تھا۔

حضرت ان دنوں صاحب فراش اور بہت علیل تھے۔ یہ خط چونکہ میرے ہونہار بیٹے کی وفات پر بہت صدمہ کا تھا حضرتؒ نے تسلی دینے کے لیے خط ملتے ہی جواب لکھ کر خادم کو دیا کہ ڈاک خانہ میں دے آئے۔ ان دنوں خطوط کا جواب حضرت اقدسؒ کے لکھوانے پر مفتی جمیل احمد صاحب مدظلہ لکھا کرتے تھے مگر یہ خود دست مبارک سے لکھا اور ایک دن پہلے پہنچ گیا۔ اس سے حضرتؒ کی نوازشات اور شفقتوں کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ میں اپنی ان حاضریوں اور خطوط کے جوابات کی کچھ تفصیل آئندہ چل کر عرض کروں گا اس جگہ یہ آخری خط اور حضرت کا جواب نقل کرتا ہوں جو میرے نزدیک بہت ہی اہمیت کا حامل ہے۔

میرے خط کا مضمون: "حضرت اقدس! میرا لڑکا دفعۃً صرف دو تین دن بعارضہ سخت بخار سرسام بیمار رہ کر فوت ہو گیا ہے۔ لڑکا بہت ہونہار اور ہمیں بہت محبوب تھا۔ حضرت اقدس، طبعیت کا قرار اٹھ گیا ہے خصوصاً اہلیہ کو کسی پہلو قرار نہیں آتا۔ حضرت دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صبر دیں۔"

حضرت اقدسؒ کا جواب باصواب

"اللہ تعالیٰ صبر و اجر و نعم البدل دے اور اس کو ذخیرہ آخرت بنا دے۔"

خط کا بقیہ مضمون: "حضرت اقدسؒ، کوئی علاج ارشاد فرمائیں جس سے ہمارے دلوں کو قرار آئے۔"

جواب حضرت اقدسؒ: "قرار طبعی کی کوئی تدبیر نہیں تدریجاً وہ خود ہو جاتا ہے۔ اور قرار عقلی کا علاج اللہ تعالیٰ کے حاکم اور حکیم ہونے کا مراقبہ ہے۔"

اس جواب کو پڑھ کر حضرت مولانا شیر محمد صاحب (مرحوم) نے فرمایا تھا کہ یہ تو نیک بیٹا عطاء

ہونے کی دعا ہے اور یہی بات میرے دل میں آئی تھی۔ چنانچہ حسب بشارت حضرت والا، اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد فرزند ارجمند عطاء فرمایا جس کا حضرت ہی کا تجویز کردہ نام محمد عقیف رکھا جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے واقعی بہت نیک ہے۔



حیات طیبہ کی بشارت

حضرتؑ کے عطاء کردہ جوابہر پارے اور انمول موتی پیش کرنے سے پہلے اس سوال کا جواب عرض کئے دوں کہ حضرتؑ سے تعلق قائم ہوجانے کے بعد زندگی میں کیا تبدیلی رونما ہوئی۔۔۔؟

حضرتؑ کے وصال کے بعد ایک دفعہ مولانا شیر محمد صاحب کی رفاقت میں تھانہ بھون چلانا ہوا۔ حضرتؑ کے دنیا سے پردہ فرما جانے کے باوجود خانقاہ کی درودیوار سے انوار و برکات کا سلسلہ جاری تھا۔ اس وقت کی کیا بات ہے آج بھی سلسلہ فیض جاری ہے اور ان شاء اللہ جاری ہی رہے گا۔ بہر کیف قصہ مختصر والہی کے روز صبح صادق کے قریب حضرت خواجہ صاحب سے خانقاہ میں ملاقات ہوئی۔ خواجہ صاحب موصوف مسجد کے حوض کے قریب محو ذکر ٹھل رہے تھے۔ ہم نے سلام کیا اور مولانا شیر محمد صاحب نے عرض کیا خواجہ صاحب کوئی نصیحت فرمائیں:

فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے آپ حضرات کو حیات طیبہ عطاء فرمائی ہے، ہر کجا کہ باشی باخدا باش۔“

حضرت خواجہ صاحب کی بشارت کسی معمولی شخص کی بشارت نہیں تھی۔ صرف نمونہ دکھانا مقصود ہے کہ اگر اہل اللہ کے جوتوں میں پہنچنا نصیب ہوجائے تو زندگی میں کس طرح اور کیا تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ یوں تو بہت سے واقعات میرے اس دعویٰ کے شاہد عدل ہیں۔ تاہم چند واقعات سے یہ بات واضح ہو سکے گی۔

میری اہلیہ سلما بھی جس نے میرے چہرے کو ڈاڑھی کی رونق بخشنے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ حضرتؑ سے سلسلہ بیعت قائم کر چکی تھی۔ وہ بھی حلال و حرام میں تمیز کرتی تھی۔ نتیجتاً ہم دونوں میاں بیوی دینی شوق میں آئے روز آگے بڑھتے رہے۔ اسی شوق کا نتیجہ ہوا کہ میری اہلیہ کے والدین نے اپنی بہو کا جیز جو میری اہلیہ کو دے دیا تھا، اہلیہ کو اس کے ناجائز ہونے کا شبہ ہوا۔ چنانچہ حضرتؑ سے پوچھا تو حضرتؑ نے بعد تحقیق ارشاد فرمایا ”جائز نہیں کیونکہ غیر کی ملک تھیں اس کو ادا کر دو اور ساتھ یہ مسئلہ بھی بتا دو کہ اسکو جہاں سے بطریق ناجائز حاصل ہوئیں اس کو واپس کرے۔ البتہ اگر کوئی چیز بھائی کی بی بی کو خاص اس کے ماں باپ نے دی ہو وہ اس کی ملک ہے۔ اگر وہ خوشی سے اس کو معاف کرے، صرف وہ معاف ہو سکتی ہے۔“

حضرت کی طرف سے جواب آنے کے بعد اہلیہ نے حضرتؑ کی خدمت میں عریضہ لکھا جو درج

ذیل ہے۔

مضمون: ”حسب ارشاد میں اللہ تعالیٰ کا حکم بجا لاؤں گی۔“

جواب حضرت اقدس: ”شاباش“

مضمون اہلیہ: "حساب کرنے پر معلوم ہوا کہ جہیز کا اکثر حصہ محفوظ ہے۔ صرف ایک زیور کی قیمت کے برابر خرچ ہوا ہے۔ اس کے بدلے اپنا زیور دے دوں گی۔ یہ دیکھ کر دل بہت خوش ہوا کہ تھوڑا ہی دینا پڑا۔ جواب حضرت اقدس: "خدا تعالیٰ کی نعمت ہے خوش ہونا ہی چاہیئے کہ دنیا و آخرت کے خسارے سے بچالیا۔" مضمون اہلیہ: "اگر زیادہ دینا پڑتا تو نفس کو بہت دکھ ہوتا۔ (اور نفس پر شاق گذرتا) دنیا کے مال کی محبت بھی معلوم ہوتی ہے۔ حضرت اس کا علاج ارشاد فرمائیں۔

جواب حضرت: "یہ مرض نہیں بلکہ اس میں حکمتیں ہیں جیسا کہ اوپر لکھا گیا۔ ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اگر رنج طبعی بھی نہ ہو تو عمل کرنے میں مجاہدہ نہ ہو۔ مجاہدہ سے اجر برہستا ہے۔ محبت مال وہ مذموم ہے کہ وہ محبت عمل سے روک دیتی۔ اور چونکہ نیت کر لی تھی کہ باوجود زیادت مقدار کے بھی عمل کریں گے۔ اس نیت کے سبب مجاہدہ کا ثواب بھی ملے گا۔"

مضمون اہلیہ: "اگر مقدار زیادہ ہوتی دل ضرور خراب ہوتا۔"

جواب حضرت اقدس: "وہ خرابی رنج طبعی ہوتا۔ جس پر ملامت نہیں امر فطری ہے جس میں بہت سی حکمتیں ہیں۔"

حضرت کے جوابات سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ آپ مسائل کے حل فرمانے کے ساتھ ساتھ شریعت اور طبعیت دونوں کی کس طرح رعایت فرما رہے ہیں۔ یہ اتنی باریک بینی حکیم الامت ہی کا حصہ ہو سکتی ہے۔

دنیا دین کے تابع ہے

بہت روز بعد اہلیہ نے حضرت کی خدمت عالیہ میں عریضہ لکھا جس میں تعمیل ارشاد کا بھی تذکرہ تھا اور حضرت والا کے ارشاد کی بجا آوری پر جو نعمت ملی تھی اس کا بھی ذکر تھا (اہلیہ کا خط نمبر ۳۵، ۱۹ جادی الثانی ۱۳۵۲ھ)

مضمون: "میرے شوہر صاحب مستعمل جہیز کے بدلے میرا زیور لیکر بھائی کی اہلیہ کے پاس گئے اور ساری بات سمجھا کر زیور پیش کر دیا اور یہ بتایا کہ باقی سارا جہیز محفوظ پڑا ہے۔ جلد واپس پہنچا دیا جائے گا۔ میرے بھائی کی بی بی نے کہا، مجھے سلطان بی بی (میری اہلیہ سلما کا نام) سے بہت محبت ہے۔ اب میں کچھ بھی واپس نہ لوں گی۔ سارا جہیز میرے ماں باپ نے مجھے دیا تھا، اب میں نے دل سے معاف کر دیا۔ بہت کچھ کہا لیکن اس نے زیور نہیں لیا۔ اور قسم کھا کر کہا کہ میں نے خوشی سے معاف کر دیا۔ میرے شوہر صاحب اس معاملہ میں مجھ سے ایسے خوش ہونے کہ ایک اور زیور مجھے انعام میں دیا۔ میں نے اللہ کا شکر کرتے ہوئے قبول کر لیا۔"

جواب حضرت والا: "دونوں نعمتیں نصیب ہوئیں، دنیا کی بھی، دین کی بھی، مبارک ہو۔"

مضمون خط اہلیہ: "دل بہت خوش ہوا کہ میرا زیور بچ گیا اور انعام بھی ملا۔ اس سے مال کی محبت کا شہ ہوا۔ جواب حضرت والا: "یہ محبت مضر نہیں، کیونکہ نعمت کا شکر ہے۔"

جیسا کہ عرض کر چکا ہوں، میری اہلیہ اپنی طبع نیک کی بناء پر میرے لیے بہت مدد و معاون ثابت ہوئی۔ اس کی دینداری اس کے خطوط سے معلوم ہو رہی ہے۔ میری اہلیہ نے اپنے خط نمبر ۲۵ میں ہدیہ بھیجنے کی (میری معرفت) اجازت چاہی۔

جواب حضرت اقدس: "خوشی سے لے لوں گا، تمہارے خلوص پر قلب شہادت دیتا ہے۔ ہدیہ میں اصل انتظار اسی کا ہوتا ہے۔ سب قواعد اسی انتظار کی تحقیق کے لیے ہیں۔"

اہلیہ کا خط نمبر ۳۶ ملاحظہ فرمائیے: "اگر میرے شوہر صاحب کسی بات پر مجھ سے ناراض ہو جائیں تو میں منت ساجت کر کے منا لیتی ہوں، تب آرام آتا ہے لیکن بعض اوقات جب اپنی غلطی دل کو نہیں لگتی تو معافی مانگنے کو جی نہیں چاہتا، حضرت ارشاد فرمائیں ایسے وقت کیا کروں؟"

جواب حضرت والا: "خواہ غلطی سمجھو یا نہ سمجھو، اقرار کر کے شوہر سے پوچھ لیا کرو کہ غلطی ہے یا نہیں اگر وہ غلطی بتلا دیں عذر کر لیا کرو۔"

حضرت کے اس ارشاد سے بس پھر کیا تھا، مجھے ایک جادو ہاتھ لگ گیا اور اہلیہ نے اس ارشاد پر عمر بھر پوری طرح عمل کیا اور میری جنت بن گئی۔ اگر میرا اپنا قصور بھی ہوتا تو اہلیہ کو پیار محبت سے بٹھاتا اور کہتا کہ حضرت کا ارشاد یاد کرو، معافی مانگ لو، وہ فوراً معافی مانگ لیتی، محبت پہلے سے کہیں بڑھ جاتی۔

اہلیہ کے سلسلہ بیعت سے منسلک ہونے کی برکات

میری پہلی اہلیہ مرحومہ سے دو بچیاں تھیں۔ موجودہ اہلیہ کے دل میں خوفِ خدا سرایت کر چکا تھا۔ جس کے باعث ہر وقت گھر میں دین کا چرچا رہتا تھا۔ اس زمانہ میں شاید ہی اکیلا ہی ایسا شخص ہوگا کہ سوتیلی ماں کے ہاتھوں سوتیلی بیٹیوں سے ذرہ بھر بے مروتی و بے رخی نہ دیکھی۔ بچپن کو احساس تک نہ ہونے دیا کہ حقیقی ماں کا سایہ ان کے سر سے اٹھ چکا ہے۔ واقعی خوفِ خدا انسان کو نہ صرف ظلم و زیادتی سے باز رکھتا ہے بلکہ دل میں رحمت و رافت کا مادہ بھی پیدا کر دیتا ہے۔ اہلیہ کے دل میں اللہ نے یہ ڈال دیا کہ ان بچپن کی ماں نہیں ہے تو کیوں نہ میں ان کی خدمت کر کے ثواب لوٹوں۔

ان بچپن کے بارے میں اس کے احساسات کس قدر نازک واقع ہوئے تھے اس کا اندازہ اس واقعہ سے کیجئے۔۔۔ ایک دفعہ مجھ سے عجیب غلطی سرزد ہوئی کہ میری پہلی اہلیہ (مرحومہ) سے میری بیٹی سرال گئی تو روانگی کے وقت میں نے اس کو کچھ روپے دیے۔ جب وہ چلی گئی تو میں نے دیکھا، اہلیہ تو مغموم ہیں۔۔۔ میں نے پوچھا آخر وجہ کیا ہوئی۔۔۔؟ اس نے جواباً کہا کہ تفریق تو آپ خود کرتے ہیں اگر یہی روپے میرے ہاتھ سے بچی کو دلوادیئے ہوتے تو اس کے دل میں خیال تو نہ آتا کہ میری ماں ہوتی تو وہ

بھی دیتی۔

کون سوتیلی ماں اس قسم کے جذبات رکھتی ہے۔ لیکن حضرتؑ کے تعلق سے قلب کی اصلاح ہوئی تو اللہ نے ایسے جذبات بنا دیے۔
 علاوہ ازیں گھر میں بچپن کو بغرض اصلاح کچھ ڈالنے کا تذکرہ بھی آیا کہ آپ تو اس پر ناراض ہوتے ہیں مگر یہ بھی خیال فرمائیں انکی اصلاح اب کون کرے گا؟ میرا کچھ کہنا سننا بغرض اصلاح ہی تو ہوتا ہے۔۔۔؟

میں نے کہا، معاملہ بڑا آسان ہے۔ کیوں نہ ساری بات حضرت اقدسؑ سے پوچھ لیں۔ اس دوبار عالی سے جو جواب آئے۔ دونوں کے سر آنکھوں پر۔ تو اہلیہ نے حضرت کو خط لکھا کہ بچپن کو بغرض اصلاح ڈالنا ہی ہوں، اس میں مجھے اپنی غلطی سمجھ میں نہیں آتی۔ حضرت ارشاد فرمادیں کہ کیا کروں؟
 خط روانہ کرنے کے بعد اہلیہ کو یاد آیا کہ یہ تو سراسر میں نے اپنے اوپر ظلم کیا۔ یہ تو حضرت اقدسؑ کے اس ارشاد کی مخالفت ہو گئی کہ: ”خواہ غلطی سمجھو یا نہ سمجھو، اقرار کر کے شوہر سے پوچھ لیا کرو کہ غلطی ہے کہ نہیں۔ اگر وہ غلطی بتلا دیں تو عذر کر لیا کرو۔“

عورت کانپ کر رہ گئی۔ اس کا اتنا اثر ہوا کہ مجھے بتلائے بغیر ہی توبہ کے نفل پڑھتی رہی اور استغفار کرتی رہی اور رونے دھونے میں لگی رہی۔ خط کا جواب آیا۔ تحریر فرمایا تھا: ”رائے موقوف ہے خبر پر اور خبر پاس والے کو زیادہ ہوگی یا دور والے کو؟“

مرشد کامل کی ناراضی کا یہ عالم ہو تو خدا تعالیٰ کی ناراضی کا کیا مقام ہوگا؟

اب اہلیہ نے حضرتؑ کے جواب آنے پر پھر دوبارہ خط لکھ کر اپنی حالت بتائی کہ حضرت اقدسؑ، سابقہ خط لکھنے کے بعد پاؤں تلے سے زمین نکل گئی کہ میری حماقت کو دیکھو، اگر حضرت ناراض ہو گئے تو بھٹکا کہاں ہوگا؟ کانپ کر دن گزارے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بڑا قیمتی سبق ملا کہ جب حضرتؑ کی ناراضی کا اتنا خوف ہوا تو اللہ کی ناراضی سے بہت بچنا چاہیئے کیونکہ ان کو تو میری ہر بات کی خبر ہے۔ توبہ پہلے ہی کر چکی تھی۔ اب شکرانے کے نفل پڑھے۔ والا تادمہ کو سر پر رکھا۔ دست مبارک کے لکھے ہوئے الفاظ کو آنکھوں سے لگایا۔ اللہ تعالیٰ حضرت کو سلامت رکھیں۔ حضرت والا، آئندہ خواہ اپنی غلطی سمجھوں یا نہ سمجھوں، شوہر صاحب کی تنبیہ پر اقرار کر کے معافی مانگا کروں گی۔ حضرت اقدس دعاء فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ میری اصلاح فرما دیں، دین و دنیا میں میری حماقت فرما دیں۔ حسن اعتقاد، حسن عمل اور حسن خاتمہ عطاء فرما دیں۔

جواب حضرت اقدسؑ: ”تمہاری خوش فہمی سے دل خوش ہو، دعاء کرتا ہوں۔“

ناظرین ان واقعات سے میری پر لطف زندگی کا اندازہ فرما سکتے ہیں۔ اہلیہ گھر کے کاموں میں

کھپ گئی۔ کوئی خادمہ نہیں۔ دیانت اور وفا کی مجسمہ ہے۔ صوم و صلوة کی پابند؛ تسبیح و تہلیل اور ذکر و فکر میں لگی رہتی ہے تہجد گزار اور شب زندہ دار ہے میرے ساتھ مصلے پر بیٹھی دعاؤں میں لگتی رہتی ہے۔ نیک اس درجہ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اطاعت شعار اس درجہ ہے کہ ذرا آنکھ پھری دیکھتی ہے تو بدوں محافی کسی پہلو اسے قرار نہیں۔ سرہانے بیٹھی رو رہی ہے، منت ساجت کر رہی ہے۔ جب تک مجھے خوش نہ کرے اسے چین نہیں آتا۔ میرے اندر تو کوئی ایسا کمال نہ تھا، سب حضرت ہی کی برکات تھیں۔

یہ تو اسکی محبت و فدائیت کا عالم تھا اب کچھ میرا بھی "حال دل" سن لیجئے میں نے ساری عمر یہی دعا مانگی ہے: "اے اللہ! قیامت میں میرے عیوب و بھانپ دیجو، مجھے معاف فرما دیجو، اور مجھے یہی بیوی عطا فرما دیجو، کسی اور کام میں نے کبھی سوال ہی نہیں کیا۔ مجھے یہ مل گئی تو مجھے سب کچھ مل گیا۔"

بہر حال حضرت اقدسؒ کی عجیب و غریب تعلیمات جو اہلیہ کو طیس مختصراً بعد میں ان کا کچھ تذکرہ کروں گا۔ فی الحال بطور نمونہ صرف دو خطوط پر اکتفا کرتا ہوں، جن سے میرے لطف زندگی پر کچھ روشنی پڑ سکے گی۔ بعض دفعہ محبت اس قدر زیادہ معلوم ہوتی ہے کہ شہر ہوا کہ شاید اتنی محبت کوئی روحانی مرض ہی نہ ہو۔ چنانچہ میں نے اس سلسلہ میں حضرت کی خدمت میں عریضہ لکھ کر اس شبہ کا حل چاہا۔

میرے خط کا مضمون: "میرے قلب میں اہلیہ کی محبت بہت زیادہ ہے۔ بعض دفعہ حضرت کے پاس ہوتا ہوں تو دل چاہتا ہے کہ حضرت کو چھوڑ کر اہلیہ کے پاس جلد چلا جاؤں، ارشاد فرمائیں کہ اس قدر محبت مذموم تو نہیں؟"

جواب حضرت: "نہیں لیکن کسی موقع پر اسکی رعایت کرنے میں دین کا ضرر ہو تو اس وقت کس کو ترجیح دیں گے۔ دین کو یا اہلیہ کو۔۔۔؟"

میرے خط کا مضمون: "حضرت ایسے موقع پر توبہ ناجیزاً یقیناً دین کو اہلیہ پر ترجیح دیتا ہے مگر اللہ کا شکر ہے کہ ایسے مواقع ہی کم آتے ہیں۔ اہلیہ نہایت سلیم طبع رکھتی ہے۔ دین کا شوق ہے۔ غلطی ہو جانے پر فوراً توبہ کر لیتی ہے اور مجھے بھی جب تک راضی نہ کرے چین نہیں آتا۔"

جواب حضرت اقدس: "بس تو وہ محبت مذموم نہیں۔" اس طرح میری دنیا بھی جنت بن گئی۔

حقوق العباد کے متعلق حضرتؒ کی تعلیمات

حقوق العباد کے بارے میں حضرت اقدسؒ کی تعلیمات سے ایک بہت بڑا سبق ملا۔ حضرت کے ہاں اس کا بہت اہتمام تھا۔ چنانچہ وظیفہ کے متعلق پوچھنے پر ارشاد فرمایا: "مستدل آواز سے ذکر کیا کریں اور وہ بھی اس طرح کہ کسی ناظم یا مصلیٰ کو تشویش نہ ہو۔"

گویا ذکر میں بھی آواز کا اعتدال اور حقوق العباد کا لحاظ ضروری ہے۔ میلانی افغاناں سکول میں ریڈ کر اس سوسائٹی ڈسپنسری کا انچارج تھا۔ ہیڈ ماسٹر اور دیگر اساتذہ خاص ادویہ مجھ سے ناجائز طور پر گھر لے

جاتے تھے یا کان، آنکھ وغیرہ میں بلا معاوضہ دھواتے تھے۔ انکار کرتا تو اندیشہ فساد تھا۔ "نہ جائے مہمان نہ پائے رفتن"۔ میں عجیب کشمکش سے دو چار تھا۔ میں نے حضرتؑ سے اس بارہ میں عرض کیا تو تحریر فرمایا: "اگر کوئی معین اور ارزاں دواء ہو تو خود خرید کر رکھ لیجئے اور ڈال دیا کیجئے اگر گراں ہو تو میری طرف سے خرید لیجئے میں اسکی قیمت بخوشی پیش کروں گا۔"

میں نے لکھا کہ حضرتؑ کی شفقت پر قربان جاؤں۔ تحریر فرمایا: "شفقت کیا، ہر مسلمان کا ہر مسلمان پر حق ہے۔"

اس سے آگے میں نے لکھا، دواء معین اور بالکل ارزاں ہے۔ میں خود خرید کر رکھ لوں گا اور ڈال دیا کروں گا، تو تحریر فرمایا: "سب سے بہتر۔"

اس قدر احتیاط کے باوجود پھر بھی کچھ تکالیف رہ گئیں۔ میں نے جلد ہی ایک سکھ ماسٹر سے رجسٹروں کا مشکل کام لے کر ڈسپنسری اسکو دے دی۔

تدریس کے زمانے میں طلباء سے میں کبھی اپنا ذاتی کام لے لیا کرتا تھا۔ عام طور پر اس میں بے احتیاطی ہو جاتی ہے۔ اس بارے میں حضرت اقدسؑ کی عجیب تعلیم ہے۔ میں نے لکھا کہ طلباء سے کام لیتا ہوں، اگرچہ بضابطہ معاوضہ ادا نہیں کرتا۔ تاہم کچھ دے دلا کر انہیں خوش کردیتا ہوں۔ اس پر حضرتؑ نے تحریر فرمایا: "کیا ان لڑکوں کے والدین کو خبر اور انکی اجازت ہے۔" ۲- آیا مستعد مزدور نہیں مل سکتے؟ ۳- کیا ان کو اتنے ہی پیسے دیئے جاتے ہیں جتنے دوسرے مزدوروں کو؟۔

اس کے بعد میں نے چند ماہ اور مظلّم طلباء کے والدین سے اجازت لی اور حضرتؑ کی خدمت میں لکھا کہ آئندہ انکو انتہائی معاوضہ دے لیا کروں گا جتنا دوسرے مزدوروں کو۔ حضرت نے تحریر فرمایا: "جزاکم اللہ وبارک اللہ"

نامعلوم شدگان کی ادائیگی حقوق کا طریق کار

اسی طرح نامعلوم شدگان کی ادائیگی کا طریق معلوم کیا۔۔۔۔۔ دھوبی سے کپڑے جو دھوئے تو اس نے ایک دھوئی اور پگڑی بدل دیئے۔ حضرت سے پوچھا کہ ان کا رکھنا اور استعمال جائز ہے یا نہیں؟ حضرت نے فرمایا: "بالکل نہیں، کیونکہ وہ دھوبی کی نہیں، غیر کا مال بدوں اس کے اذن کے کیسے جائز ہوگا؟ جس سے وصول ہوئی ہیں اسی کو واپس کی جاویں پھر یہ اس کے ذمہ ہے کہ مالک کو پہنچا دے۔ پھر میں نے لکھا کہ وہ چیزیں کچھ استعمال کر چکا ہوں۔ کیا بطور جرمانہ کچھ اپنے پاس سے ادا کروں؟ تحریر فرمایا، "ہاں مساکین کو۔"

اس طرح ایک اور خط لکھا کہ میں جب لاہور میں زیر تعلیم تھا تو ایک ماہ تمام طلباء کے روپوں میں (جو مال مشترک تھا) سے کسی قدر بچالیا اور ایک قمیض اور شلوار بنالی۔۔۔۔۔ یہ بھی "حق العبد" تھا۔ حضرتؑ

سے رہنمائی چاہی کہ مجھے بالکل علم نہیں کہ وہ کون کون تھے اور کہاں کہاں ہیں۔۔۔؟ اور نہ ہی پتہ لگ سکتا ہے۔ ارشاد فرمادیں کہ یہ حقوق کس طرح ادا کروں؟ حضرت نے تحریر فرمایا: "اس کے انداز سے مساکین کو دام دیدو اور لڑکوں کی طرف سے دینے کی نیت کرلو۔"

مسلم و کافر کے حقوق بلا امتیاز پورے کرنا ضروری ہیں

حصول تعلیم کے بعد ابتداء میں میرا تقرر ایک پہاڑی علاقہ میں ہوا۔ میں ایک مسلمان طبیب استاد کے پاس بیٹھنے لگا۔ اس کے تبادلہ پر خود حکیم بن بیٹھا۔ کام چل نکلا فیس وصول ہونے لگیں۔ ادویات اپنی جیب سے نہ تیار ہوتی تھیں۔ کوئی مریض آیا، نسخہ لکھ دیا کچھ قیمتی اجزاء خود رکھ لیتا۔ نسخہ تیار کر کے کچھ دے دیتا باقی اپنے پاس رکھتا۔ جس سے دوسروں کی ضروریات پوری ہوتیں۔ مریضوں میں کافرو مسلم سب تھے۔ حضرتؐ سے پوچھا کہ آیا کافرو مسلمان کے حقوق اداء کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ حضرت علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا، "ہاں" آگے پوچھا۔۔۔۔۔ وہ طریقہ کیا ہے؟ تحریر فرمایا: "اندازہ کر کے مالکوں کی طرف سے خیرات کر دیا جائے۔"

جو یاد تھے ان کو روپے منی آرڈر کئے کچھ نے وصول کر لیے کچھ نے روپے واپس کر دیئے۔ تبادلہ کے بعد دور دراز کا سفر کر کے میرے پاس مریض آنے لگے۔ میں نے ان کی معرفت اعلان کرایا کہ میں مکاری سے طبیب بنا ہوا تھا میرے پاس کوئی نہ آوے تب چمچھا چھوٹا۔

اموال حکومت میں حقوق کی رعایت

اسی پہاڑ پر ایک سرکاری جنگل تھا۔ لوگ وہاں سے چوری لکڑیاں کاٹ کر بیچتے تھے اور دو سال میں نے خرید کر جلا لیں۔ حضرتؐ سے پوچھا اگر ناجائز تھا تو کیا تدارک کروں؟ تحریر فرمایا: "ناجائز تھا، قیمت کا اندازہ کر کے اس محکمہ میں کسی ترکیب سے داخل کریں جس محکمہ کا تعلق اس جنگل سے ہو۔" زندگی بھر جتنے ریل کے سفر بغیر ٹکٹ کئے تھے اس کے تدارک کے بارے میں پوچھا تو حضرتؐ نے فرمایا: "اتنی قیمت کے ٹکٹ لے کر پھاڑو۔"

میں نے حضرتؐ کو لکھا کہ اپنا فرض محنت سے ادا کرتا ہوں لیکن پھر بھی کوتاہیاں ہو جاتی ہیں اس لیے میں نے اپنی دینوی اور انگریزی کتابیں سکول لائبریری میں دے دی ہیں تاکہ کوتاہیوں کا تدارک ہو جائے، تحریر فرمایا: "یہ خیانت کا تدارک نہیں ہو سکتا۔"

ایک دفعہ مولوی شیر محمد صاحب مرحوم نے دریافت کیا کہ جماعت میں میں اپنے لڑکے سے بعض اوقات سوال زیادہ پوچھتا ہوں۔ حضرتؐ نے تحریر فرمایا: "یہ خیانت ہے۔"

حضرت سے تعلق کا دنیوی انعام

اس تعلیم کا یہ اثر ہوا کہ اپنے فرائض کی دایگی میں سارا زور صرف کر دیا۔ سب آفسیر ہمیشہ بے حد متاثر اور خوش رہے۔ پینسٹھ سال کی عمر تک ملازمت میں توسیع ملتی گئی۔ سپیشل گریڈ ملے۔ ہیڈ ماسٹر سے کم اور باقی سب سے زیادہ میری تنخواہ رہی۔ نہایت عمدہ مکان، عمدہ سکول غرض ہر طرح کے دنیوی آرام حضرت کے تعلق کی وجہ سے ملے۔ حضرت کے تعلق کی وجہ سے ہر افسر پہلے ملنے آتا تھا پھر معائنہ کرتا تھا۔ اثر تو پہلے ہی دل میں لے کر آتا تھا۔ ہر سال کام گڈے (Good) لکھا جاتا تھا۔ حضرت کے تعلق نے دنیوی زندگی واقعی پر لطف بنا دی۔

عجب و خود پسندی کا علاج

اس ضمن میں حضرت کی نہایت ضروری تعلیمات اول آئیں گی۔ اور میرے نزدیک یہی اصل مقصود ہیں لیکن پہلے اہلیہ کے صرف چار خطوط کا جواب نقل کرلوں کیا عجیب و غریب تعلیم ہے۔ مضمون: "والدین کے گھر گئی۔ اکثر مردوں اور عورتوں کو بے نماز پایا۔ میں باقاعدہ نمازیں پڑھتی تھی، تہجد بھی پڑھتی تھی۔ بہت دفعہ خیال آتا تھا کہ میں ان بے نماز مرد عورتوں سے اچھی ہوں۔ یہ فضول وقت ضائع کرتے ہیں۔ میں عبادت کر لیتی ہوں۔ حضرت اقدس! ارشاد فرمائیں کہ ناچیز کیا کرے کہ دوسروں کو اپنے سے کتر سمجھنے کا عیب دور ہو۔"

جواب حضرت والا: "اس میں تو انسان مجبور ہے کہ اپنے نمازی ہونے کا اور ان کے بے نمازی ہونے کا خیال آوے۔ لیکن اس میں مجبور نہیں بلکہ اختیاری بات ہے اور اس اختیار سے کام لینا چاہیئے اور یوں سوچے کہ گو میں نمازی ہوں اور یہ بے نماز ہیں۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ ہر نمازی ہر بے نمازی سے اچھا ہوا کرے۔ ممکن ہے کہ بے نمازی کے پاس کوئی ایسا عمل نیک ہو اور نمازی کے پاس کوئی ایسا عمل بد ہو جس سے مجموعی طور پر وہ بے نمازی اس نمازی سے افضل ہو۔ دوسرے ممکن ہے کہ انجام میں یہ نمازی بے نماز ہو جاوے اور بے نماز نمازی ہو جاوے۔ بہر حال حالاً بھی اس بے نماز کے افضل عند اللہ ہونے کا احتمال ہے اور مالاً بھی پھر حق کیا ہے اپنے کو افضل سمجھنے کا۔۔۔؟ البتہ نماز ایک نعمت ہے جو حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے مجھ کو عطاء فرمائی ہے اور بے نماز ہونا ایک مرض ہے جس میں یہ بے نماز مبتلا ہے۔ تو جس طرح صحت والے کو ٹھکر کرنا واجب ہے اور مریض کو حقیر سمجھنا جائز نہیں بلکہ اس پر رحم کرے اور اس کے لیے صحت کی دعاء کرے، اسی طرح مجھ کو بھی چاہیئے کہ وہ مریض اپنی بے احتیاطی سے مریض بنا ہوا مگر خود مریض کی حالت قابلِ ترمیم کے ہے۔ اس طرح بار بار خیال کرنے سے یہ مرض جاتا رہے گا۔"

زینت کے درجات میں اعتدال محمود ہے

مضمون خط اہلیہ: "جب کسی عورت کو عمدہ کپڑا پہنے دیکھتی ہوں تو دل بہت چاہتا ہے کہ اس

قسم کا میں بھی لے لوں، کبھی فرمائش کر بھی دیتی ہوں۔ حضرت والا! یہ مرض ہو تو اس کا علاج ارشاد فرمائیں۔

جواب حضرت والا: "زینت کے درجات میں افراط و تفریط مذموم ہے اور اعتدال محمود ہے۔ اس میں اعتدال یہ ہے کہ کسی کو دیکھ کر اس وقت مت بناؤ۔ اگر توقف کرنے سے ذہن سے نکل جائے تو فہما اور اگر نہ نکلے تو جس وقت نئے کپڑوں کے بنانے کی ضرورت ہو اس وقت وہی پسند کیا ہوا کپڑا بنالو۔ اگر اتفاقاً وہ اس وقت نہ مل سکے تو جانے دو اور اگر دیکھو کہ اس مدت تک طبیعت مشغول رہے گی تو پسند کے وقت خرید کر رکھ لو مگر بناؤ مت۔ بناؤ اس وقت جب نئے کپڑوں کے بنانے کی ضرورت ہو۔ تاکہ اس کے عوض کا کپڑا بچ جاوے کہ شوق بھی پورا ہو جاوے اور اقتصاد بھی فوت نہ ہو اور اگر تمہارے شوہر تم کو علاوہ ضروری نان و نفقہ کے جیب خرچ کے طور پر کچھ دیتے ہیں تو پھر اس انتظام میں اتنا اور اضافہ کیا جاوے کہ ایسا کپڑا اپنے جیب خرچ کی رقم سے خریدو تاکہ نفس حدود میں محصور رہے۔

حقوق و حظوظ میں اعتدال

مضمون خط اہلیہ: "حضرت اقدس! ہمارے گھر میں کھانے پینے کی فراغت رتی ہے کئی عورتوں نے مجھے کہا ہے کہ تم فضول خرچ ہو۔ حضرت اقدس ارشاد فرمائیں کہ کس حد سے تجاوز اسراف کہلاتا ہے۔ اور انسان فضول خرچ بن جاتا ہے۔ نیز اس فضول خرچی کا علاج کیا ہے؟

جواب حضرت: "جڑتیاں کو تو صاحب معاملہ ہی سمجھ سکتا ہے مگر کئی طور پر اتنا کہا جاسکتا ہے کہ ابتداء میں ضروری خرچ پر اکتفاء کرنے کی عادت ڈالنا چاہیئے۔ اب سمجھنا چاہیئے کہ ضروری کس کو کہتے ہیں۔ سو ضروری کا مضموم یہ ہے کہ اگر موقع پر خرچ نہ کریں تو کوئی ضرر لاحق ہو جاوے۔ مثلاً فی الحال کوئی تکلیف ہونے لگے جیسے بھوک سے کم کھانے میں یا کپڑے کی کمی سے سردی کی تکلیف ہو یا بہت موٹا کپڑا پہننے سے گرمی کی تکلیف ہو یا فی الحال تو نہ ہو مگر آئندہ تکلیف ہو۔ علیٰ ہذا، یہ تو ضرورت کا درجہ ہے ابتداء میں اسی کی عادت ڈالی جاوے۔ یہ ضرور ہے کہ اس میں نفس کو مارنا پڑے گا سو بدوں اس کے علاج نہیں ہوتا۔ البتہ بدن کو مارنا نہ چاہیئے کہ وہ حق ہے اور نفس کو خوش کرنا یہ حظ ہے۔ سو حظوظ قابلِ تقلیل ہیں اور حقوق قابلِ تحصیل اور تقلیل کا مطلب یہ ہے کہ ان حظوظ کو بالکل حذف نہ کرے نفس گھبرا جاتا ہے۔ کمی کر دے۔ یعنی اپنی آمدنی میں سے ایک مناسب حصہ الگ کر کے اس میں قدرے حظوظ کو پورا کرے جیسے مثلاً موسمی چیزیں کھانا۔ بس اس سے تجاوز نہ کرے یہ تو حظوظ کی حد ہے اور حقوق کی حد پہلے لکھ چکا ہوں۔ کہ ضرورت پر اکتفاء کرے اور طریقہ اس پر عمل کرنے کی سہولت کلیہ ہے کہ جب کچھ خرچ کرنا ہو تو خرچ سے قبل قریب قریب اوقات میں سوچے کہ اگر ہم خرچ نہ کریں تو ہم کو کیا ضرر پہنچے۔ اگر سمجھ میں آجائے کہ فلاں ضرر پہنچے تو خرچ کرے ورنہ نہ کرے اور اسی صورت میں امید ہے کہ کچھ بس انداز

ہوتا رہے گا سو اس کو محفوظ کر کے اہل اسباب کے لیے قدرے ذخیرہ رکھنا مصلحت ہے جب محتجب ذخیرہ ہو جاوے اہل تجربہ کے مشورہ سے اس سے آمدنی کی کوئی صورت نکال لینا مناسب ہے۔ تاکہ قلب غنی رہے۔ فقط

یاد کی تمنا بھی یاد ہی کی قسم ہے

مضمون خط اہلیہ: "حضرت اقدس! میں بغرضہ سرسام بخت بیمار ہو گئی تھی چاہے تو یہ تھا کہ بیماری کے بعد عبرت ہوئی مگر میں تو بھول بھول جاتی ہوں اور اکثر وقت غفلت میں گزرتا ہے۔ جواب حضرت اقدس: "یہ غفلت مذموم نہیں۔"

بقیہ مضمون: "حضرت ارشاد فرمادیں کہ مجھے کس طرح یاد رہا کرے تاکہ اکثر وقت اللہ کی یاد میں گزرے۔ میرے پاس تو سوائے حسرت کے کچھ نہیں۔ جواب حضرت اقدس: "یاد کی تمنا اور کسی پر حسرت، یہ بھی یاد کی ایک قسم ہے۔ میں نے لکھا: "حضرت کی عمر زیادہ ہو گئی، اس لئے دل کو چین نہیں آتا، ارشاد فرمائیں کہ طبیعت میں قرار کیسے ہو؟"

جواب حضرت اقدس: "میں مصیبت کا علاج بتاتا ہوں نہ کہ مصیبت کا!

مخالفین کی کتب دیکھنے سے شک و تردید پیدا ہو تو ترک کر دیں

مضمون: "مخالفین کے اعتراضات سن کر یا ان کی کتب دیکھ کر طبیعت مترو ہو جاتی ہے۔ سمجھتا ہوں کہ گویا منافق ہو گیا ہوں۔ ارشاد فرمائیں کہ یہ مرض کس طرح دور ہو؟ جواب حضرت: "ایسی چیز مت دیکھو جس سے شک یا تردید پیدا ہو اور جو بلا قصد ایسی بات کان میں پڑ جائے اور یہی حالت پیدا ہو جاوے تو اس کو کسی خاص تدبیر سے زائل کرنے کی ضرورت نہیں کہ اس اہتمام سے پریشانی بڑھے گی اور ہمیشہ کے لیے ایک مستقل شغل ہو جائے گا بلکہ بجائے تدبیر کے اس سے بے انتہائی اختیار کرو اور کتنا ہی وسوسہ سناوے بالکل پرواہ مت کرو۔ البتہ دعاء اور تضرع کرتے رہو اور اس کو کافی سمجھو ان شاء اللہ تعالیٰ بہت جلد طبیعت صاف ہو جاوے گی اور جب یہی عادت ہو جاوے گی تو وہ ایسی چیزوں سے متاثر نہ ہوگا۔ یہ ہے وہ حکمی نسخہ جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ابھی دو چار ہی دن ہوئے عطاء ہوا ہے جو بہت بڑا علم ہے۔ بحمد اللہ!

جو کھانے سبب غفلت ہوں وہ باعث وبال ہیں

مضمون: "رسالہ "تبلیغ دین" پڑھ کر ہر وقت دل میں کھٹک رہتی ہے کہ اچھے کھانے قیامت کے دن مصیبت ہی ثابت نہ ہوں؟" جواب حضرت اقدس: "اس رسالہ میں غلبہ حال کے سبب سختی زیادہ کی گئی ہے مگر مراد اس سے وہ ہے جو

کھا کر معاصی یا غفلت میں مبتلا رہے۔

ذکر اللہ سے حجاب دور کرنا چاہیئے

مضمون: "بعض اہل بدعت کو دیکھ کر بہت غصہ آتا ہے البتہ جن کے عقائد اچھے ہیں انکو دیکھ کر بہت خوشی ہوتی ہے۔"

جواب حضرت: "یہ خوشی اور رنج گو مصیبت نہ ہو مگر حجاب ہے۔ ذکر اللہ میں مشغول ہو جانا چاہیئے تاکہ جب مرتقع ہوں۔"

دل کہ اوبستہ غم و خندیدن است
تو بگو کے لائق این دیدن است

محبت عقلی و اعتقادی

مضمون: "معلوم ہوتا ہے دل محبت سے خالی ہے۔"

جواب: "کوئی محبت سے، اعتقادی و عقلی سے یا انفعالی اور طبعی سے۔ اگر شق عینی ہے تو مضر نہیں اگر شق اول ہے تو اس میں خالی ہونے کا افسوس نہیں ہوتا۔ یہ افسوس خود دلیل ہے کہ آپ اس سے خالی نہیں۔"

ما تم کا دن

مضمون: "جیسی حالت ہونی چاہیئے ویسی بالکل نہیں ہے۔"

جواب حضرت: "وہ دن ما تم کا ہوگا جس دن یہ سمجھو گے کہ جیسی حالت چاہیئے تھی ویسی ہوگئی۔ کیونکہ اس درگاہ میں حضرات انبیاء علیہم السلام بھی اپنی حالت کے متعلق یہی فیصلہ کرتے ہیں کہ جیسی حالت چاہیئے ویسی نہیں ہے۔"

مضمون: "دل چاہتا ہے کہ کوئی بڑا بے شک نہ سمجھے، لیکن ایسی بات نہ کرے جس سے ذلت ہو۔"

جواب حضرت: "یہ شریعت میں بھی حکم ہے، "لا ینبغی للمومن ان یدل نفسه" جب تک حالت غالب نہ ہو یہی طریق ہے مگر جب حال غالب ہو جاتا ہے تو ذلت کو عزت سے زیادہ عزیز سمجھتا ہے مگر وہ غیر اختیاری ہے۔ اگر نہ ہو تمنا نہ کرے اگر ہو جائے ازالہ نہ کرے۔"

مضمون: "حضرت کو کھانسی کی شکایت تھی، اب کیا حال ہے؟"

جواب حضرت: "اسکو جھانسی بھیج دیا۔"

مضمون: "دو ماہ قیام کے ارادہ سے جب تھانہ بھون حاضر ہوا تو حضرت سے پوچھا کہ اب کیا

دستوالعمل رکھوں؟"

جواب حضرت: "اب مدت قیام کے لیے "قصد السبیل" سے دستور العمل عالم فارغ کا شروع کر دیا جاوے۔ پھر جو وقت بچے اطلاع کر کے مشورہ کیا جاوے۔

جب معافی مناسب ہوں تو الفاظ بھی مناسب نکلتے ہیں

مضمون: حضرت! میں اپنے آپ کو برا بھلا کہتا رہتا ہوں لیکن حضرت کا تعلق کوئی چھوٹی چیز نہیں ہے۔ اب تو اس دولت نے بادشاہ بنا دیا ہے لیکن اپنے آپ کو اکثر یہ خطاب کر کے کہتا ہوں کہ تو ڈوب کر مر جا۔ تجھے شرم و حیا کچھ بھی نہیں۔ کس حوصلہ سے اللہ کی زمین پر پھر تا ہے۔ ایک دن روٹی نہ ملے تو تجھے ہوش آجائے۔

جواب حضرت: جب معنی مناسب ہوتے ہیں تو الفاظ بھی خود بخود مناسب ہی نکلتے ہیں اور معافی بفضلہ تعالیٰ سب مناسب ہیں۔ یہی معافی تو مطلوب ہیں جو اللہ تعالیٰ نے عطاء فرمائے۔ اللہ تعالیٰ برکت اور استقامت بخشیں۔

ترتیب السالک کا مطالعہ نہایت مفید ہے

مضمون: حضرت میں ان دنوں کس کتاب کو زیادہ زیر مطالعہ رکھوں؟

جواب حضرت: ترتیب السالک جو حال ہی میں چھپی ہے، جس قدر آسانی سے ہو سکے تو ج سے دیکھ لی جاوے اس کے بعد پھر مشورہ کیا جاوے۔ غالباً مدرسہ سے عاریت مل سکے گی۔ اگر وہاں موجود نہ ہو، میں دے دوں گا۔

مضمون: دستور العمل عالم فارغ شروع کر دیا ہے۔ تلاوۃ کلام مجید منزل مناجات مقبول اور پچیس ہزار روزانہ اسم ذات کا ورد رکھتا ہوں۔۔۔۔۔ "ترتیب السالک" اور "احیاء العلوم" کے چند صفحے دیکھتا ہوں رات تین بجے اٹھ کھڑا ہوتا ہوں۔

جواب حضرت: ماشاء اللہ سب کافی دینی ہے۔

قبض و بسط دونوں غیر اختیاری ہیں

مضمون: کبھی تو ذوق شوق معلوم ہوتا ہے اور کبھی شدید بے قراری، حضرت ارشاد فرمائیں کہ دونوں حالتوں میں سے کوئی حالت بہتر ہے اور اس کو قائم رکھنے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب حضرت: دونوں غیر اختیاری حالتیں ہیں اور دونوں محمود اور مقدمات مقصود ہیں ایک بسط اور ایک قبض ہے۔ ان کے نہ باقی رکھنے کی کوئی تدبیر ہے نہ زائل کرنے کی۔

مضمون: حضرت اقدس! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مجھ سا بالائے دنیا میں کوئی نہیں صاف نظر آتا ہے کہ میں کتے سے بھی بدتر ہوں مگر پھر بھی ذلت کی برداشت نہیں۔

جواب حضرت: یہی ہے اعتدال مطلوب۔

مضمون: حضرت اقدس! قبض اور بطن جاری ہیں۔ کسی وقت ذکر میں خوب دل لگتا ہے اور کبھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ میرا کوئی حال بھی قابل قبول نہیں لیکن حضرت والا کے ارشادات کو پڑھ کر کبھی امید بھی ہوجاتی ہے۔

جواب حضرت: یہی اعتقاد مطلوب اور کلید مطلوب ہے۔

مضمون: جب غفلت ہوتی ہے تو طبیعت پر ایک چوٹ سی لگتی ہے۔ سو کر اٹھتا ہوں تو دل خلی معلوم ہوتا ہے۔ مستقل حالت کوئی نہیں جلد جلد حالت بدلتی ہے۔ توجہ بھی پوری قائم نہیں رہتی۔

جواب حضرت: یہ سب حالات رحمت حق ہیں۔ سب اسی طرح کام بن جاتا ہے۔

بشارات مناسبت:- اس کے نیچے حضرت نے ایک خط کھینچ کر تحریر فرمایا: میں جس

مناسبت کا احباب کے لیے متمنی رہتا ہوں۔ بحمد اللہ طریق سے وہ مناسبت اللہ تعالیٰ نے عطاء فرمادی۔

مضمون: حضرت اقدس؟ میں نے آج تک بیعت کی درخواست ہی نہ کی تھی۔ تعلیم کی درخواست کی تھی۔

حضور والا نے منظور فرمائی تھی۔ اب حضور والا کی "بشارات مناسبت" کے بعد دل چاہا کہ بیعت کی دولت سے بھی محروم نہ رہوں۔ اگر حضرت والا مناسب خیال فرمائیں تو بیعت فرمائیں۔

جواب حضرت: بہتر بعد نماز ظہر یہ پرچہ بلا لفاظ مجھ کو دے دیا جائے اور بعد مغرب مسجد میں رہیں۔ میں خود بلاؤں گا۔

شرف بیعت:-

چنانچہ اسی روز بعد مغرب حضرت نے نہایت شفقت بھرے الفاظ سے بیعت فرمایا۔

مضمون: حضرت نے مجھے بیعت فرمایا۔ مجھے یہ بے بہا دولت نصیب ہوئی ہے واللہ حضرت اقدس سے تعلق ہوتے ہی قلب کی حالت تبدیل ہونے لگتی ہے۔ حضور کی یہ ایسی کرامت ہے جو اظہر من الشمس ہے۔

جواب حضرت: یہ سب حسن ظن ہے ورنہ مجھ کو اپنی حقیقت معلوم ہے۔

بقیہ مضمون: میں کھلی آنکھوں حضرت کی برکات دیکھتا ہوں۔ اب کسی ناجائز چیز کی طرف نظر نہیں اٹھتی۔

جواب حضرت: سب حالات محمود ہیں مبارک ہو۔

بقیہ مضمون: حضرت مجھ میں صبر کی بالکل ہمت نہیں اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ دے رکھا ہے ورنہ مجھے اپنا کوئی اعتبار نہیں۔

جواب حضرت: خدا تعالیٰ سے دعا کرنا چاہیئے کہ امتحان سے بچادیں اور ایسا وقت ہی نہ آوے اور اگر ایسا وقت آج بھی گیا وہ خود مدد فرماتے ہیں اور صبر کی توفیق عطاء فرمادیتے ہیں۔ کسی خاص تدبیر کی ضرورت نہیں۔ ان کے ساتھ جب تعلق درست رہتا ہے وہ ہر حال میں دستگیری فرماتے ہیں۔

خوف کی ضرورت عمل صالح کے لیے ہے

مضمون: احیاء العلوم میں پڑھا ہے کہ جوانی میں خوف غالب ہونا چاہیئے مگر حضرت کے ارشادات سے کچھ ایسی تسلی ہوتی ہے کہ اپنے میں رجاء غالب پاتا ہوں۔

جواب حضرت؟ حضرت امام کا ارشاد باعتبار غالب طابع کے ہے کہ رجاء میں کام نہیں کرتے وہ ان کا علاج ہے اور جو رجاء میں زیادہ کام کرتے ہوں ان کے لیے نہیں۔

اس کے بعد میں ایک ہفتہ کے لیے واپس سکول چلا گیا۔ اہلیہ تھانہ بھون ہی میں رہیں۔ وطن سے میں نے ایک خط لکھا جس پر ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ کی تاریخ درج ہے۔

بشارت بیعت و تلقین

اس پر حضرت نے ”بشارت“ کا لفظ تحریر فرما کر تحریر فرمایا: بے اختیار قلب پر تقاضا ہوا کہ تو کلا علی اللہ تعالیٰ آپ کو اجازت دوں کہ اگر کوئی طالب حق آپ سے بیعت و تلقین کی درخواست کرے منظور کر لیں۔ اس میں آپ کی بھی اصلاح میں مدد ملے گی۔ اشرف علی۔ آپ کے گھر میں بھی خیریت ہے۔ (اس خط پر حضرت کے مین جگہ دستخط ہیں)

خط نمبر ۸۹: حضرت کے ارشاد خط نمبر ۸۸ کو دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ خدا کی قسم میں اس قابل ہوں کہ گندی نالی میں پھینک دیا جاؤں اور ہر شخص مجھ پر تھوک تھوک کر جائے۔ جواب حضرت؟ بس میں اپنے دوستوں کے لیے اسی حالت کا انتظار کیا کرتا ہوں اور وقوع سے مسرور ہوتا ہوں۔ مبارک ہو۔

بقیہ مضمون خط: حضرت! مجھے تو خود ہی کچھ نہیں آتا میں کسی کو کیا بتلاؤں گا۔ اگر وہ بات آتی ہوئی تو بتاؤں گا ورنہ یہ کہہ دوں گا کہ مجھے نہیں آتی۔

جواب حضرت؟ بلکہ یہ کہہ دیا جائے کہ پوچھ کر بتلاؤں گا۔ پھر مجھ سے پوچھ لیا۔

بقیہ مضمون: حضرت دعاء فرمائیں کہ میری زندگی اللہ تعالیٰ کی تابعداری میں کٹ جائے۔

جواب حضرت؟ دل سے دعاء ہے۔

اس کے بعد حضرت نے خط کے نچلے حصے میں تحریر فرمایا: پرچہ سابق میں ایک بات لکھنے سے

رہ گئی تھی وہ یہ کہ اسکی اطلاع اپنے خالص مخلص دوستوں سے کردی جائے۔

عکس خط : ۸۸

برای رضایت و نصیب از تقاضای خود
 آید و از اجازت شدن در امر خودی طالب
 غیب یا غنیمت فی الحال در وقت
 منظر است همین است
 صلوات بر محمد و آله

بنام خداوند
 یکتا و
 مبین
 صفت

عکس خط: ۷۹

عزتوں کے لئے

فائز ہونے کے

لئے ہر شے کا

تسلیم کر دینا

منا ہے۔

یہ کہ شہرِ عبادت

کہ پیغمبر کو تہذیب

پر ہے چھوڑ دینا

دالہ رعلی

پر چھائی ہیں

ایک بہت بڑی

معدیہ کہ اگر اس طرح

مذہب و عقیدے کی

کلید جمعیت

مضمون: حضرت اقدس! میں خود ہی گم کردہ راہ ہوں کسی کو کیا خاک رہنمائی کروں گا؟ حضرت کوئی طریقہ ارشاد فرمائیں جس سے پریشانی دور ہو۔

جواب حضرت: یہی پریشانی کلید جمعیت ہے۔

دعاء تو افضل اللذکار ہے

مضمون: بعض اوقات ذکر کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کا ان الفاظ میں شکر کرنے لگتا ہوں۔ اے اللہ! تیرا بڑا کرم ہے کہ تو نے ہمیں دامن اشرف عطاء فرمایا۔ پھر بار بار انہیں کلمات کو دہراتا ہوں کہ اے اللہ تیرا بڑا کرم ہے کہ تو نے ہمیں دامن اشرف عطاء فرمایا۔ حضرت دل کا پتا ہے کہ میرے اس خط سے حضرت کو کوفت نہ ہو کہ یہ سب جوش کی باتیں ہیں ہوش کی نہیں ہیں۔

جواب حضرت: اور جو اس وقت مجھ کو بھی ہوش نہ رہتا ہو؟

بقیہ مضمون: حضرت اقدس! معافی کی التجاء ہے۔

جواب حضرت: معافی کی جگہ فرمائش کی درخواست کرتے۔

بقیہ مضمون: بعض دفعہ ذکر چھوڑ کر دعاء مانگنے لگتا ہوں۔

جواب حضرت: دعاء تو افضل اللذکار ہے۔

مضمون خط: حضرت، سخت بیماری کی وجہ سے سب وظائف گزر بڑھ گئے۔

جواب حضرت: بلکہ بڑھ چڑھ گئے کیونکہ وظائف کا اجر گھٹتا نہیں اور بیماری کا بڑھ گیا۔

عظمت و بیعت محبت اور محبت عشقی

مضمون خط: ۹۱: (یکم محرم الحرام ۱۴۵۲ھ) حضرت ارشاد فرماویں کہ حضرت کی محبت کے ساتھ اتنی بیعت کیوں ہے؟

جواب حضرت: اس عنوان سے سوال مناسب نہیں۔

بقیہ مضمون: یہ بھی ارشاد فرماویں کہ یہ بیعت میرے لیے مضر تو نہیں؟

جواب حضرت: یہ سوال البتہ مناسب ہے۔ اس کا جواب دیتا ہوں مضر کیا بلکہ نافع ہے اور یہ بیعت غایت محبت سے ناشی ہوتی ہے۔ دراصل بیعت وہی ہے جو محبت سے ہو جس کا سبب ایک امر عقلی ہوتا ہے کہ کہیں محبوب ناراض نہ ہو جاوے اس کی بیعت ہوتی ہے اور ایک امر طبعی ہوتا ہے یعنی غایت محبت سے محب فٹا ہو جاتا ہے اور غایت فنا سے محبوب کی غایت عظمت پیدا ہوتی ہے اور غایت عظمت سے بیعت

کہ اگر مجھ پر کوئی تکلیف آگئی تو کیا ہوگا؟ حضرت اقدس ارشاد فرمائیں کہ یہ پریشانی مذموم تو نہیں؟
جواب حضرت: بلکہ بعض اوقات اس سے بہت پرے کی شان مل جاتی ہے۔
مضمون: حضرت! مجھ میں امتحان کی طاقت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دے رکھا ہے۔ کوئی مصیبت
آجائے تو صبر کی طاقت معلوم نہیں ہوتی۔ حضرت والا! علاج ارشاد فرمائیں۔
جواب حضرت: اس کا حاصل تو یہ ہے کہ آپ یہ چاہتے ہیں کہ بشر نہ رہوں۔

مراتب ادب

مضمون خط: پہلے تو علماء کرام کے مواعظ سن کر دل میں جوش اور ولولہ اٹھا کرتا تھا۔ اب اس حالت
میں بھی تغیر ہے بلکہ یہ کیفیت ہے کہ نہ بری بات کو دیکھ کر زیادہ رنج ہوتا ہے نہ اچھی بات کو دیکھ کر
خوشی ہی ہوتی ہے۔ حضرت ارشاد فرمائیں کہ میری مذکورہ حالت کیسی ہے؟ قابل اصلاح ہو تو علاج ارشاد فرمائیں۔
جواب حضرت: اس طرح پوچھنا خلاف ادب ہے۔ اس میں تمام تر بار مخاطب پر ڈال دیا گیا ہے۔ طریقہ یہ
ہے کہ جس حالت کے متعلق پوچھنا ہو وہ حالت لکھ کر پھر اس میں جو شبہ ہو اس کو لکھنا چاہئے کہ اس
حالت میں فلاں برائی کا شبہ ہے تاکہ مخاطب اس شبہ میں غور کر کے جواب دے۔ تم میں ادب کم ہے۔
خلوص ہے، محبت ہے مگر قدرے بے ادب ہو گئے ہو تمہارا لہجہ ایسا ہے جیسے بالکل دل میں جھجک نہ رہی ہو۔
جیسے برابر کے دوست سے بات چیت کرتے ہوں اور میں تو ادب کے قابل نہیں مگر یہ طرز اس طریق
میں مضر ہے۔

اگلے خط میں میں نے ندامت سے معافی مانگی۔

تحریر فرمایا: بہتر معاف کر دیا۔

اس سے اگلے خط میں میں نے پوچھا کہ قلب مبارک پر میری بدتمیزی کا کوئی اثر تو نہیں؟
جواب حضرت: اثر تھا مگر کم ہو رہا ہے ممکن ہے کہ جانے کے وقت تک صاف ہو جائے، ورنہ جانے کے
بعد دوچار خط تک یقیناً صاف ہو جاوے گا۔ میں نے وطن پہنچ کر خط لکھا کہ اب دل گواہی دیتا ہے کہ
میرے حضرت مجھ سے خوش ہو گئے ہوں گے۔

جواب حضرت: اللہ اللہ اپنے دل کو ایسا پاک صاف سمجھ گئے کہ اس کی شادت غلط نہیں ہو سکتی۔ تم میں
واقعی ادب نہیں۔ اپنی جھل و تقویٰ پر ناز ہے جو ملک ہے تو واضح سیکھو۔

دقیق مسئلہ میں احتیاط ہی اسلم ہے

مضمون: حضرت والا! اگر کوئی شخص مجھ پر ظلم و تعدی کرتا ہے تو میں اپنے دوست احباب سے اس کی
شکایت کرتا ہوں۔ اس سے طبیعت کی گرانی جاتی رہتی ہے۔ ورنہ طبیعت پر بوجھ رہتا ہے۔ اگر یہ غیبت

ہوتی ہے جس کو شاعروں نے "عرب حسن" سے تعبیر کیا ہے۔ اس سے پہلے سوال کا (جو کہ نامناسب تھا) جواب نکل آیا۔

مضمون: حضرت اقدس! کسی وقت مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ مجھے حضرت سے محبت ہے اور کسی وقت محبت معلوم نہیں ہوتی۔ عجیب سا حال ہے۔

جواب حضرت: محبت عشقی کا کوئی قانون نہیں۔ یہ قانون نہ ہونا عین محبت عشقی کی دلیل ہے۔ محبت عقلی کا البتہ قانون ہے۔

بقیہ مضمون: حضرت اقدس ارشاد فرمائیں کہ مجھے حضرت سے مسابقت نامہ کیسے حاصل ہو؟
جواب حضرت: بفضلہ تعالیٰ حاصل ہے۔

اسباب متبانی توکل نہیں

مضمون: حضرت! میری نظر اسباب پر زیادہ ہے مسبب پر نہیں ذرا سی بات پر پریشانی ہو جاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ پر توکل معلوم نہیں ہوتا۔

جواب حضرت: ایمان تقدیر پر اور توکل مامور بہ ہیں اور مامور بہ اسباب اختیار و عقلی ہیں اور پریشانی یا نظر پر اسباب امور طبعیہ اور فطریہ ہیں۔ امور اختیار و مامور طبعیہ جمع ہو سکتے ہیں۔ ان میں تنافی اور تضاد نہیں۔ یعنی باوجود توکل کے پریشانی ہو سکتی ہے۔

ہدیہ میں خلوص

مضمون: جب کسی کو کوئی ہدیہ بھیجتا ہوں تو خلوص سے بھیجتا ہوں لیکن جب غور کرتا ہوں تو اپنی نیت میں اس قسم کی کچھ آمیزش ضرور پاتا ہوں کہ وہ ہدیہ سے میری طرف زیادہ متوجہ ہوں گے اس سے دل میں خوشی بھی ہوتی ہے حضرت والا، ارشاد فرمائیں کہ یہ خود غرضی اور خلاف اصول شرع تو نہیں؟

جواب حضرت: نہیں۔ کیونکہ حدیث "تہادوا تحابوا" میں زیادہ حب کا غایت مطلوب شرعیہ ہونا خود مصرح ہے۔ پس غایت مطلوب شرعیہ کا قصد کرنا خلاف خلوص نہیں ہو سکتا اور راز اس میں یہ ہے کہ "حب فی اللہ" دین ہے تو اس کا قصد کرنا دین کا قصد ہے دنیا کا قصد نہیں ہے اور ریاء و عدم خلوص کی حقیقت طاعت سے دنیا کا قصد کرنا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اگر ہدیہ بطور طاعت نہ ہو بلکہ کسی غرض کی تدبیر ہو تو مثل دوسری ذہنی تدبیر کے ہے۔ کبھی مباح جیسے ذہنی ہبہ بالعوض۔ کبھی غیر مباح، جیسے رشوت۔ غلط۔

بہت پرے کی شان

مضمون خط: دوسرے کی تکلیف کو دیکھ کر پریشان ہو جاتا ہوں اور اس خیال سے پریشانی اور بڑھ جاتی ہے

میں داخل ہو تو حضرت والا، علاج ارشاد فرماویں۔
جواب حضرت: دقیق مسئلہ ہے مگر احتیاط ہی اسلم ہے بجائے شکایت کے دواء کر دیا کریں۔ تذکرہ بھی ہو جاوے گا اور غیبت بھی نہ ہوگی۔

مضر اور غیر مضر کی حس

مضمون: اب رشتہ داروں کو ملنے سے وحشت ہوتی ہے۔ کبھی دل میں آتا ہے کہ رشتہ داروں سے ملنا چاہیئے تاکہ انکو نفع ہو۔ حضرت اس کے متعلق کوئی معیار بتلائیں کہ کہاں جانا چاہیئے اور کہاں نہیں؟

جواب حضرت: کل کو پوچھنا کہ پہلے پانچ کھل کر ہوتا تھا اب رک کر ہوتا ہے اب کیا کروں؟ کیا تم کو مضر غیر مضر کی حس نہیں۔ جب تک عقل نہ آوے خط بند اٹھارہ روز بعد میں نے حضرت کی خدمت میں لکھا کہ حضرت والا کے ارشاد کو پڑھ کر میرے ہوش ہی ٹھکانے نہ رہے۔

جواب حضرت: پہلے ہی ٹھکانے نہ تھے۔

اس کے بعد ندامت سے معافی مانگی تو معاف فرمادیا۔

ایک دفعہ مجھ سے مخاطبت میں غلطی ہو گئی تھی۔ حاضری کے وقت مخاطبت و مکاتبت کی اجازت چاہی تو تحریر فرمایا: ایک بار تجربہ ہو چکا، بس معاف کیجئے ایک اور خط میں تحریر فرمایا: "اگر خواہی سلامت برکھارت"

علاج اختیاری کا استعمال اختیار ہے

مضمون: حضرت والا، میری طبیعت میں اعتدال نہیں ہے۔ حضرت اس کا علاج ارشاد فرماویں۔

جواب حضرت: علاج اختیاری کا استعمال اختیار ہے۔ بار بار اس کا استعمال کیا جاوے اسی سے عادت ہو جاتی ہے اور کوئی مستقل علاج نہیں افسوس کیا اب تک ایسی موٹی باتیں بھی معلوم نہیں؟ خواہ مخواہ دوسرے شخص کو پریشان کرتے ہو۔ اگر ایسے ہی سوالات رہے تو عجب نہیں مکاتبت بالکل بند کر دی جائے۔

مبتدی و منتہی کی تعلیم میں فرق

مضمون: اگر گھر میں کوئی صاحب ثروت عورت آئے تو دل میں خواہش پیدا ہوتی ہے کہ اہلیہ دھلے ہوئے صاف سترے کپڑے پہنے ایک دو موقعوں پر تو فرمائش کر کے اہلیہ کو میں نے صاف اور اچلے کپڑے پہننے کو بھی کہا غور کرتا ہوں تو حضرت سے پچھنے اور اہلیہ کو عام عورتوں سے امتیازی حالت میں دیکھنے کی خواہش غالب معلوم ہوتی ہے۔ اس خواہش میں جب جاہ کی آمیزش بھی معلوم ہوتی ہے۔ حضرت والا، اگر یہ واقعی مرض ہو تو اس کا علاج ارشاد فرماویں۔

جواب حضرت: یہ فرق منہی کو تو مضر نہیں۔ وہ علماً و عملاً حفظِ حدود پر قادر ہے مگر مبتدی کو اس میں دھوکہ زیادہ ہو جاتا ہے۔ اسکے لیے اسلم یہی ہے کہ اس کا ہتمام بالکل چھوڑ دے اگر کوئی حقیر سمجھے اسکو گوارا کرے۔

الفاظ کی تاثیر اور انکا احساس

مضمون: حضرت اقدس! یہ ناچیز انگریزی کا ماسٹر ہے۔ اگر کوئی مجھے ”حاجی صاحب“ یا حضرت کہہ کر پکارتا ہے تو دل خوش ہوتا ہے۔ اگر کوئی ”ماسٹر“ کہہ کر پکارتا ہے تو وہ خوشی حاصل نہیں ہوتی۔ حضرت اقدس اگر یہ حالت مذموم ہو تو علاج ارشاد فرمائیں۔

جواب حضرت: جیسے سب چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے خاصیتیں رکھی ہیں، اسی طرح الفاظ میں بھی اور ان کے وہ آثار طبعی ہیں اور ان کا احساس ایسا ہی ہے جیسے شیریں اور تلخ چیزوں کا۔ تو اگر کسی کو پختہ انار شیریں معلوم ہوتا ہے اگرچہ وہ حرام ہی کا ہو اور کریم تلخ معلوم ہوتا ہے اگرچہ وہ حلال ہی کا ہو تو جیسے یہ احساس مذموم نہیں اسی طرح خاص الفاظ میں القاب کے آثار کا احساس بھی۔ البتہ خلاف واقع کو اپنے قصد سے پسند کرنا اور واقع کو اپنے قصد سے ناپسند کرنا یہ مذموم ہے۔ سو اس سے بچنا اختیاری امر ہے اور اس کا اسلم اور اسلم طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی مدحیہ الفاظ استعمال کرے فوراً ہی انکی نفی اور ان سے نفی سے کام لے اور دل میں اللہ تعالیٰ سے ایسے اقوال کے شر سے پناہ مانگے۔

مضمون: حضرت والا نے دنیاوی میں جنت کیسی خوشیاں دکھلا دیں۔

جواب حضرت: خوش فہمی مبارک ہو۔

حکیم الامت کی خدمت میں آخری حاضری اور اس کی کچھ تفصیل

سیدی و سندی حضرت تھانویؒ کے وصال سے ایک ماہ پہلے میں خانقاہ میں حاضر ہوا۔ ان دنوں حضرت بہت زیادہ علیل تھے۔ دو دن گزرنے پر ظہر کی نماز کے بعد اعلان ہوا کہ حضرت کو تکلیف زیادہ ہے، صہناؤں کو ملاقات کی اجازت نہیں۔ میں نے اپنی حاضری کی قصداً اطلاع نہ کی اور حضرت والا کے خادم جناب عبدالستار صاحب نے بھی یہی مشورہ دیا کہ اطلاع کرنے کے معنی تو اجازت ملاقات کا تقاضا کرنا ہے۔

اتفاقاً انہی عبدالستار صاحب نے ہی حضرت کے پاس تذکرہ کر دیا کہ ایک صاحب پنجاب سے محمد شریف نامی آئے ہوئے ہیں۔۔۔۔ حضرت نے فرمایا انہوں نے مجھے اپنے آنے کی اطلاع کیوں نہیں کی۔ وہ تو میرے خاص لوگوں میں سے ہیں اگر وہ مجھ کو اطلاع دے دیتے تو میں انکو ملنے کی اجازت دے دیتا۔

اور عبدالستار صاحب سے ہی فرمایا کہ ان کو اطلاع کرو کہ کل مجھے ملیں۔
دوسرے دن خادم نے مجھے بتایا کہ حضرت نے پھر مجھ سے دریافت فرمایا کہ انکو اطلاع کر دی گئی ہے؟ عرض کیا، کر دی گئی ہے۔

چنانچہ اگلے روز بعد نماز ظہر اعلان ہوا کہ آج حضرت کو کچھ افتادہ ہے تمام مہمانوں کو ملنے کی اجازت ہے۔ ہم سب حاضر ہو گئے۔ حضرت نے خادم کو بھیج کر سب سے پہلے مجھے طلب فرمایا۔۔۔ میں اندر گیا، سلام عرض کیا۔ حضرت نے ناراضگی کے لہجے میں فرمایا: کیا میں عالم الغیب ہوں کہ بغیر بتائے مجھ کو پتہ لگ جاتا کہ آپ آئے ہوئے ہیں؟ تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ کی؟ میں نے عرض کیا: حضرت، حماقت ہوئی۔

حضرت نے فرمایا بہت اچھا بیٹھ جائیے۔ پھر سب مہمان اندر آ گئے۔ حضرت تخت پوش پر بیٹھے ہوئے روئی کے گالے کی طرح سفید ہو رہے تھے۔ چہرہ مبارک پر درم تھا اور مفتی جمیل احمد صاحب سے خطوط کے جوابات لکھوا رہے تھے۔ یہ میری آخری ملاقات تھی۔ پھر حضرت کی خدمت میں حاضری نہ ہو سکی۔

حیف در چشمِ زدن صحبتِ یارِ آخر شد

ایک دولت سے میری محرومی اور حسرت

حضرت کے وصال پر کئی حضرات خواب پر تھانہ بھون بھونے لگے اور نماز جنازہ میں شرکت کی دولت انہیں نصیب ہوئی۔ مجھے خوابوں سے مناسبت نہیں لیکن حضرت کے وصال کا خواب میں نے بھی دیکھا مگر یہ سمجھ کر کہ میرے خواب تو بھوٹے ہوتے ہیں میں تھانہ بھون نہ پہنچا۔ دو تین روز بعد مولانا شبیر علی صاحب کا خط آیا کہ حضرت کا وصال ہو گیا۔ سوائے حسرت کے کوئی چارہ نہ رہا۔

نالائقی پر بھی اللہ تعالیٰ کا انعام

اب میں تھانہ بھون پہنچا۔ سٹیشن سے سیدھا قبر مبارک پر گیا۔ اپنے قلب پر وہی کیفیت طاری کئے ہوئے جو حضرت کی مجلس پر دل پر طاری رہتی تھی۔ دل کا فیصلہ یہی تھا کہ اس کیفیت میں فرق نہ آنا چاہیئے۔ قبر مبارک پر پہنچتے ہی کیفیت بیتِ حالتِ انس میں دفعتاً بدل گئی۔ ایسا محسوس ہوا کہ قبر مبارک پر رحمت کی بارشیں ہو رہی ہیں۔ اور میں ان بارشوں کے نیچے کھڑا ہوں۔ رحمتوں نے مجھے بھی گھیر لیا ہے۔ چاروں طرف قبر مبارک پر پھول جھک رہے تھے۔ پر لطف نظارہ دیکھا، رحمت کی بارشیں اپنے اوپر لیں اور انس کی کیفیت پر مسرور مولانا شبیر علی صاحب اور حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں خانقاہ پہنچا۔ دونوں حضرات عجیب محبت اور لطف سے پیش آئے۔

ایک دفعہ پھر بھی تھانہ بھون اور قبر مبارک پر جانا نصیب ہوا پھر ملک تقسیم ہو گیا میں پاکستان آ گیا اور پھر تھانہ بھون جانا مشکل ہو گیا۔

دوسرے خطوط پر حضرت کی عجیب نافع تعلیمات

مضمون: مصیبت کے موقعوں پر بہت پریشانی ہوتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس ناچیز میں صبر اور رضا بر قضا نہیں ہے۔

جواب حضرت اقدس: جس پریشانی میں حدود شرع سے تجاوز نہ ہو وہ صبر اور رضا بر قضا کے خلاف نہیں۔

مضمون: بعض اوقات اپنی گزشتہ نافرمانیاں اور موجودہ نالائقیوں دیکھ کر مایوسی اور غفلت چھا جاتی ہے۔ طبیعت ذکر کی طرف نہیں آتی، بہت نا وقت سوچ بچار میں یونہی گزر جاتا ہے۔ اس مرض کا علاج ارشاد فرمائیں۔

جواب: مرض کہتے ہیں مصیبت کو، کیا یہ مصیبت ہے؟

مضمون: پریشانی کے وقت طبیعت ذکر کی طرف نہیں آتی۔

جواب: خود نہیں آتی یا لانے سے بھی نہیں لاتے۔

مضمون: پریشانی حجاب معلوم ہوتا ہے حضرت اقدس یہ جب کس طرح مرتفع ہوں؟

جواب: اس کو حجاب کس اعتبار سے کہا جاتا ہے اور اگر کسی کاویل سے حجاب ہے تو اس میں دینی ضرر کیا ہے؟

مضمون: اکثر توبہ ٹوٹ جاتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ زبان کو نہ چلانا اختیار میں ہے۔ لیکن چلا دیتا ہو۔ حضرت اس مرض کا ازالہ کس طرح ہو؟

جواب: استحضار و ہمت۔

مضمون: معلوم ہوتا ہے صرف اسباب پر ہی نظر ہے۔ مسبب پر نہیں ہے۔ تقدیر پر ایمان ہے مگر ذرہ سی تکلیف پر پریشان ہو جاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور توکل معلوم نہیں ہوتا۔

جواب: ایمان تقدیر پر اور توکل مامور بہ ہیں اور امور مامور بہا سب اختیاری و عقلی ہیں اور پریشانی یا نظر بر اسباب امور طبعیہ و فطریہ ہیں۔ امور اختیار یہ و امور طبعیہ جمع ہو سکتے ہیں ان میں تعلق و تضاد نہیں یعنی باوجود توکل کے پریشانی ہو سکتی ہے۔

مضمون: میں سب کو سلام کہتا ہوں۔ بدعتیوں تک کو لیکن بدعتیوں کے مقتداؤں کو سلام کرنے کو دل نہیں چاہتا کہ لوگ سند پکڑیں گے۔ ان کے متعلق طبیعت میں انقباض ہوتا ہے۔ اپنی بڑائی کا شبہ بھی ہوتا ہے۔ ایسے مواقع پر کیا طریقہ اختیار کروں؟

جواب: ایسوں سے ترک سلام ہی مناسب ہے اگر کسی فقہ کا اندیشہ نہ ہو۔

مضمون: حضرت اقدس دعا فرمائیں حق تعالیٰ اس نالائق کو کسی ٹھکانے لگائیں۔

جواب: دعا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ پر توکل چاہیئے۔

مضمون: اپنی حالت پر اطمینان سا معلوم ہوتا ہے۔ حضرت اقدس ارشاد فرمائیں یہ عجب تو نہیں۔

جواب: یہ امید ہے عجب نہیں مگر ساتھ ہی خوف کا بھی استحضار ضروری ہے۔

مضمون: میں لوگوں سے اپنے عیوب کا اظہار نہیں کرتا۔ صرف حضرت والا کو بتاتا ہوں۔ حضرت ارشاد فرمائیں یہ تکبر تو نہیں۔ اگر تکبر ہو علاج ارشاد فرمائیں۔

جواب: نہیں۔ دوسروں کے سامنے تو اظہار برا بھی ہے کہ بلا ضرورت مصیبت کا اظہار ہے اور مصلح کے سامنے ضرورت ہے معالجہ کی۔

مضمون: میں نے چوبیس گھنٹے کا بھرپور نظام الاوقات حضرت اقدس کی خدمت میں لکھا اور منظوری چاہی۔

جواب حضرت والا: بالکل کافی ہے کیا کوئی راحت اور تفریح کا وقت رکھنے کا ارادہ نہیں؟ آگے میں نے لکھا۔

وقت تھوڑا ہے کتابیں مطالعہ کے لیے زیادہ ہیں کیا کروں؟

جواب حضرت والا: ایک روز ایک کتاب ایک روز ایک کتاب۔

مضمون: حضرت اقدس سخت حماقت ہوئی۔ حضور سے عہد کیا تھا کہ کبھی جھگڑا نہ کروں گا عہد شکنی ہوئی

سخت ندامت سے تجدید توبہ اور عہد کرتا ہوں۔

جواب حضرت: اللہ تعالیٰ توفیق دے۔

مضمون: واقعہ یوں ہوا ایک مسلمان وکدار نے سخت بے دینی بے اپنی کے کلمات کہے مجھے جوش آگیا کہ

اسے ہوش میں لانا چاہیئے۔ میں بھی خوب لڑا۔ وہ جمل کا اقرار بھی کرتا تھا مگر اسے حق مطلوب نہ تھا۔

اسلام پر اعتراضات کئے جاتا تھا۔ آخر لڑنا فضول سمجھ کر میں چل دیا۔

جواب حضرت: ایسا بھی ہو جاتا ہے مگر اس کا علاج ہی استحضار و تجدید استغفار و اصلاح ہے۔

بقیہ مضمون: اب چاہیئے تھا کہ ایسے شخص سے اللہ کے واسطے بغض رکھا جاتا مگر مجھ سے یہ بھی نہ ہو سکا۔

پھر میں جھوٹ موٹ ایک چیز اس سے خریدنے گیا کہ دلوں میں کدورت نہ رہے۔ سلام بھی کیا۔ یہ بھی

برا کیا اس سے جھوٹ کو تقویت ہوئی۔ حضرت میں نے بہت غلطیاں کیں۔ کس طرح تدارک کروں؟

اس بات سے بھی ڈرتا ہوں کہ یہ واقعہ ذریعہ فساد اور مسلمانوں میں تفریق کا باعث نہ بن جائے۔

جواب حضرت: جس غلطی میں اچھی نیت ہو۔ اس کی تحقیق کی زیادہ ضرورت نہیں اجمالاً استغفار اور آئندہ

کے لیے عدم عود کافی ہے۔

بقیہ مضمون: ہمارے گاؤں میں کئی لوگ فرقہ ”زید اوست، بکراوست“ والے ہیں کبھی کبھی وہاں جانا ہوتا

ہے۔ انکو سلام کہنا۔ سلام کا جواب دینا خیریت مزاج پوچھنا سب کچھ ہوتا ہے چونکہ پیدا ان ہی میں ہوا

کچھ تعلق سا معلوم ہوتا ہے۔ اور ترک سلام سے تکبر معلوم ہوتا ہے۔ ایک دن انکے مقتداؤں میں ایک

سخت بیمار خطرناک حالت میں تھا۔ میں عیادت کے لیے گیا۔ اسے پنکھا کرنے لگا۔ پاؤں دبانے کو دل چاہتا

تھا۔ حضرت اقدس ارشاد فرمائیں کہ بدعتیوں معاندیں اسلام کو سلام کرنا پنکھا کرنا سخت بیماری میں ان کے پاؤں دبانے کو تیار ہو جانا گناہ گمراہی اور نافرمانی کی مدد تو نہیں اگر یہ باتیں میرے لیے مضر ہوں تو آئندہ کیا طریقہ اختیار کروں؟

جواب حضرتؒ والا: وہی اوپر والا جواب ہے اور معالجہ نفس کے لیے ایسے امور کے ضابطہ سے کچھ نکلے ہوئے ہوں مضائقہ نہیں مگر صریح خلاف شرع نہ ہوں۔

مضمون: حضرت اقدس اطمینان قلبی پھر مفقود ہے۔ وساوس پھر موجود ہیں۔ عدم التفات کی کوشش کی لیکن بے سود، بدترین حالت ہے۔ مستحق عذاب ہی کا معلوم ہوتا ہوں شاید حق تعالیٰ کیا معاملہ فرمائیں، کانٹے کی برداشت نہیں عذاب کی کیسے برداشت ہوگی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ منافق ہوں یہ موجودہ عبادت بھی اسی وقت تک ہے جب تک عمدہ سے عمدہ کھانے پیٹ میں جارہے ہیں اگر چند دن بھی نہ ملیں تو شاید کیا حالت ہو مجھے اپنی عبادت کسی کام کی نظر نہیں آتی۔ حضرت ارشاد فرمائیں میں کیا کروں؟ جواب حضرتؒ والا: اس بحر طویل میں یہ کہیں نہیں بلایا کہ معصیت کون سی صادر ہوئی۔

مضمون: حضرت اقدس مجھ میں اسراف کا مرض ہے۔ احباب بھی یہی کہتے ہیں خرچ بہت کرتا ہوں پھر پریشان ہوتا ہوں۔ مقروض تو نہیں۔ لیکن پس انداز کچھ نہیں ہوتا تنگی سے گزر رہی ہے حضرت میں کیا کروں؟

جواب: سوچ سوچ کر خرچ کیا جاوے اور پھر بھی غلطی ہو جاوے تو استغفار کیا جائے۔ اسی طرح مدت تک اہتمام رکھیں۔

مضمون: حضرت اقدس اسراف سے شفا نہیں ہوئی۔ جب سوچتا ہوں تو اندر سے جواب ملتا ہے کہ یہاں خرچ کرنا کوئی گناہ نہیں پھر خرچ کر لیتا ہوں۔ حالت وہی ہے جو پہلے تھی۔ حضرت میں کیا کروں؟

جواب حضرتؒ: سوچنے کا یہ مطلب نہیں کہ اس کا معصیت نہ ہونا سوچ لیا کرے بلکہ یہ سوچا جائے اور ہر خرچ سے پہلے تین بار سوچا جاوے کہ اگر یہاں نہ خرچ کریں تو کوئی ضرر دنیوی یا اخروی تو لاحق نہ ہوگا۔

مضمون: آشنا ملتے ہیں بعض کو دیکھ کر اور مل کر خوشی ہوتی ہے بعض کو دیکھتے ہی قلب میں تکدر محسوس ہوتا ہے اور آنکھ بچانے کی کوشش کرتا ہوں بلا لیں تو بتکلف بات کرتا ہوں۔ دل میں کوئی خوشی نہیں پاتا۔ ان کو اپنے سے ہتر جانتا ہوں لیکن دل چاہتا ہے کہ چلے جائیں حضرت اقدس اللہ کے بندوں سے یہ نفرت کیسی! اگر یہ تکبر یا کوئی مرض ہو تو علاج ارشاد فرمائیں۔

جواب: جن حالات کا منشاء اپنی بڑائی نہ ہو وہ کبر نہیں۔

مضمون: حضرت اقدس! میرے دل پر ہر اچھی بری بات اثر کرتی ہے۔ کسی امیر سے ملتا ہوں تو امیر بننے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ غریب تنگ دست سے ملتا ہوں تو وہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے۔ کھیل تماشہ دیکھ کر بھی طبیعت الجھتی ہے۔ حضرت اقدس اگر یہ مرض ہو تو علاج ارشاد فرمائیں۔

جواب: ہر تغیر مرض نہیں جیسے ہر حرارت بخار نہیں۔

مضمون: حضرت اقدس بعض دفعہ کچھ وقت اسی سوچ میں گزر جاتا ہے کہ ہائے میں کیا کروں کس برتے پر بڑی بڑی امیدیں رکھوں۔ اگر کوئی دفعتاً حادثہ پیش آئے۔ کوئی سانپ آجائے، کتا حملہ کرے یا مکان گر پڑے یا دفعتاً پیٹ میں درد اٹھے تو تھوڑی دیر صرف گھبراہٹ ہوتی ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ بھی یاد نہیں ہوتے اگرچہ جلدی اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہو جاتی ہے۔ موت کا وقت تو سخت امتحان کا ہوگا۔ خاتمہ کا بہت خطرہ ہے حضرت اقدس مذکورہ حالتیں اگر قابل اصلاح ہوں تو علاج ارشاد فرماویں۔

جواب: سب کو پیش آتی ہیں ان کا درجہ سیدھی سڑک کے ٹیلوں اور کھڈ سے زیادہ نہیں۔

مضمون: حضرت اقدس میری طبیعت میں انہماک بہت زیادہ ہے جو اطمینان قلبی کو مکدر کر دیتا ہے۔ طبیعت کسی سوچ میں پر جاتی ہے تو اس میں کچھ ایسا تکلف ہوتا ہے کہ انقباض پیدا ہو جاتا ہے۔ بلاشت ختم ہو جاتی ہے۔ عجب پریشانی ہوتی ہے۔ حضرت میں کیا کروں؟

جواب: طبعی خاصیت ہے جو مصیبت نہیں۔ اس کی طرف التفات نہ کیا جاوے تو مضر نہیں۔

مضمون: حضرت اقدس جب ایک مسلمان اور کافر میں مقابلہ ہو اور کافر سچا ہو تو مسلمان پر غصہ آتا ہے کہ یہ ظالم کیوں ہے اور کافر کی حمایت کرتا ہوں۔ حضرت اقدس میری یہ حالت مذموم تو نہیں؟

جواب حضرت والا: نہیں۔

مضمون: کیونکہ اس میں مسلمان کی مخالفت اور کافر کی اعانت ہے۔

جواب حضرت والا: حق پر یا ناحق پر

مضمون: حضرت عجیب بات ہے کہ میرے نا اہل ہونے کے باوجود غیر مسلم ہندو، سکھ حتیٰ کہ مرزائی بھی عزت سے پیش آتے ہیں اور سلام بندگی آداب عرض وغیرہ کہتے ہیں میں جواب میں یہ الفاظ کہتا ہوں۔ سلام، جناب، یا صرف ہاتھ اٹھا دیتا ہوں۔ کبھی آمیت سے "ہدایہ اللہ" کبھی صرف یہ کہتا ہوں۔ جناب کے مزاج تو اچھے ہیں۔ "مزاج شریف" لیکن مروت سے پیش آتا ہوں۔ ان کو اپنے سے بہتر جانتا ہوں۔ حضرت اگر کوئی بات قابل اصلاح ہو تو ارشاد فرماویں۔

جواب: سب ٹھیک ہے۔

مضمون: میں نے حضرت اقدس کو لکھا تھا کہ میں بہت ہی لالچی ہوں۔ حریصوں کی طرح کھاتا ہوں۔ ایک ایک لقمہ میں لذت چاہتا ہوں۔ حضور نے فرمایا تھا۔

جواب: مذموم ہونے کا احتمال کیوں ہوا؟

مضمون: حضور کے اس ارشاد پر میں نے تمام پہلوؤں پر غور کیا تو سمجھ میں آیا کہ یہ تمام طبعی امور ہیں اور ایک ایک لقمہ گھونٹ سانس بے ہمتی میں نہیں لیں تو آنکھیں کھلیں اپنے آپ کو ان نعمتوں کے لائق نہ سمجھ کر ان نعمتوں کو لینا مرض نہیں بلکہ نعمتوں کا شکر ہے۔ بشریت کے ساتھ نفس کے تقاضے

مذموم نہیں اگر حرام یا مشتبہ مال سے پورے نہ کئے جائیں۔ حضرت اگر سمجھنے میں کوئی غلطی ہو تو حضورؐ سمجھا دیں۔

جواب: ٹھیک سمجھے۔

مضمون: اب صرف ایک بات پوچھنے کی رہ گئی۔ حضرت کی اجازت پیٹ بھر کھانے کی ہے نیت بھر کر کھانے کی نہیں ہے اور میں تو نیت بھر بھر کھاتا ہوں۔ حضرت میں کیا کروں؟

جواب: اس میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ زیادہ ہونے سے کوئی ضرر یعنی مرض ہو جاوے وہ حرام ہے ورنہ حلال۔

مضمون: حضرت اقدس جب میں طلباء کو پرہٹاتا ہوں تو متاثر توجہ ادھر ہی ہوتی ہے اور حق تعالیٰ بھولے ہوئے معلوم ہوتے ہیں یا ابھی آتے ہیں لیکن انہماک میں بھروسہ پہلا حال ہو جاتا ہے۔ حضرت ارشاد فرمائیں کہ یہ ذہول تو نہیں؟

جواب: ہے تو۔۔۔۔۔ مگر عذر کے سبب مذموم نہیں معاف ہے۔

مضمون: حضرت اقدس طریقہ بتلائیں کہ جتنی محبت حضرت سے مجھے اب ہے اس سے زیادہ محبت کس طرح حاصل ہو؟

جواب: بلا قصد ہو جاتی ہے۔

مضمون: حضرت اقدس میں آرام طلب بہت ہو گیا ہوں۔ کام کرنا تو چاہتا ہوں لیکن اگر ایک رات بھی کم سوؤں تو اگلا سارا دن بے لطفی میں گزر جاتا ہے۔ دل یہ چاہتا ہے کہ بالکل آرام سے رہوں۔ کھاؤں، پیوؤں، پہنوں، سوؤں اور بھر جتنا ہو سکے کام کروں۔ حضرت اگر میری حالت قابل اصلاح ہو تو علاج ارشاد فرمائیں۔

جواب: نہ محمود نہ مذموم۔ امر طبعی ہے جس کے ازالہ کا اللہ مکلف نہیں۔

مضمون: حضرت اقدس میں سخت دل ہو گیا ہوں۔ ذوق شوق مدہم پڑ گئے۔ علماء کی تقریروں میں وہ اثر نہیں جو پہلے تھا۔ دین فروش واعظوں پر وہ پہلا سا غصہ نہیں بے حس سا ہو گیا ہوں۔۔۔۔۔ ارشاد فرمائیں یہ حالت مذموم تو نہیں؟

جواب: نہیں۔۔۔۔۔ مگر واجب ترک نہ ہونے پاوے

مضمون: بعض حضرات سے دل ملنے کو نہیں چاہتا۔ طبیعت میں رکاوٹ سی پیدا ہو جاتی ہے۔ ظاہر مروت سے ہمیش آتا ہوں۔ جائز کام کے لیے کہیں تو کھڑتا ہوں لیکن بشارت نہیں ہوتی۔ حضرت مجھے اپنی حقیقت معلوم، پھر بھی اللہ تعالیٰ کے بعض بندوں سے یہ انقباض کیوں۔ اگر یہ مرض ہو تو علاج ارشاد فرمادیں ویسے اپنے آپ کو ان سے کمتر جانتا ہوں۔

جواب: مرض نہیں جب انکی تحقیر نہ ہونے اعتقاد سے نہ برتاؤ سے۔

مضمون: حضرت اقدس اس دفعہ میرا قیام صرف بارہ دن ہوگا۔ اس وقت یہ ناچیز ذکر دوازدہ تسبیح اور ذکر اسم ذات بلا تعداد کر رہا ہے۔ یہ دن فرصت کے ہیں۔ اگر حضرت اقدس مناسب خیال فرمائیں اور جس قدر مناسب خیال فرمائیں اسی قدر یہ ناچیز ذکر زیادہ کیا کرے۔

جواب: لا الہ الا اللہ کا کوئی بڑا عدد بقدر تحمل و بقدر فرصت مقرر کر لیا جاوے۔

مضمون: حضرت اقدس میری طبیعت میں اعتدال نہیں، غلبت میں کئی غلطیاں کرتا ہوں۔ جلدی میں کسی کو کوئی مشورہ دے دیا یا معمولی سمجھ کر کوئی انصاف بات ظاہر کردی بعد ازاں نتیجہ اچھا نہ نکلا اور ندامت ہوئی کسی نے کوئی روایت کی بلا تحقیق یقین کر کے کسی پر بدظنی کی۔ بعد میں وہ روایت غلط ثابت ہوئی اور ندامت ہوئی۔

جواب: یہ مصیبت ہے اس کو بالکل چھوڑ دو۔ اور چھوڑ دینا بہت سہل ہے۔

مضمون: حضرت اقدس اس بے اعتدالی کا علاج ارشاد فرمائیں۔

جواب: العلاج بالصد والصد بالاعتذار۔

مضمون: یہ ناچیز سب علماء کے وعظ سنا تھا۔ مفید غیر مفید سب طرح کے مضامین کان میں پڑتے تھے۔ اب دلچسپی نہیں رہی۔ حضرت کی کتابوں ہی کو کافی سمجھ لیا ہے۔ جلسوں و عظوں میں جانے کا کوئی اہتمام نہیں نہ ہی علماء سے ملنے کی زیادہ خواہش۔ یہی سمجھ لیا ہے کہ بس حضرت کافی ہیں۔ علماء کی بڑی شان اور یہ ناچیز نکما جاہل۔۔۔۔۔ پھر علماء کی اتنی بے قدری کیوں؟

جواب: یہ علماء سے استغناء نہیں بلکہ بعض کے غیر مفید مضامین سے بعد و انقباض ہے جو مذموم نہیں۔

مضمون: حضرت اقدس پہلے میں ترکی ٹوپی، نکلتی بوٹ پہنا کرتا تھا پھر حضور کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو چھوڑنے کی توفیق عطا فرمادی اور فیشن پسند دوستوں اور رئیسوں سے ملنا چھوٹ گیا۔ مگر اب بھی ان میں سے کوئی پرانا دوست یا قصبہ کار رئیس سامنے آجاتا ہے تو میری نظر فوراً اپنے لباس پر جاتی ہے کہ صاف ستھرا بھی ہے یا نہیں پگڑی کی بندش ٹھیک ہے یا نہیں اور جب پہلے معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں صاحب کو ملنا ہوگا تو اپنے آپ کو کسی قدر سنوار لیتا ہوں۔ خیال آتا ہے یہ لوگ ہماری وضع کو خطرات کی نظر سے دیکھتے ہیں ان کے سامنے اچھی حالت میں آنا چاہیئے۔ حضرت حب جاہ کا شبہ ہوا اگر یہ واقعی مرض ہو حضرت والا علاج ارشاد فرمائیں۔

جواب: جب مریض کو واقعی کا علم نہیں تو مجھ کو کیسے ہو سکتا ہے مگر شبہ کی حالت میں احتیاط علاج ہی میں ہے اور وہ علاج مخالفت کرنا ہے تقاضائے نفس کی۔

مضمون: حضرت اقدس ایک بیمار دوست کو دیکھنے کے لیے باہر جانا تھا۔ کچھ اور احباب اور پرانے انگریزی دان دوست بھی وہاں موجود تھے۔ میری قمیض پر چکلتی کے داغ تھے پگڑی بھی میلی تھی۔ نفس اس بات کو تو برداشت کرتا تھا کہ جانے کا ارادہ ترک کر دوں لیکن اس گندی حالت میں جانا ناگوار تھا۔ چنانچہ

پگڑی کو تو اس طرح بندھا کہ میلا حصہ پیچوں میں چھپ گیا۔ قیض اور پاجامہ بدل لیے۔ نفس نے تاویل کی کہ جب تیرے دل کو لوگوں کے بدو دار گندے کپڑوں سے تکلیف ہوتی ہے تو اوروں کو بھی تیری گندی حالت سے اذیت ہوگی۔ لیکن جب غور کرتا ہوں تو ذلت سے بچنے، بلکہ اوروں کو اچھا لگنے کی خواہش اس میں موجود پاتا ہوں اور شبہ اس لیے بھی ہوا کہ آئندہ تنگی سے بچنے کی غرض سے نفس چاہتا ہے کہ حضرت والا کو بعض سخت ضرورت کے مواقع عرض کروں مثلاً افسروں کی آمد پر اگر مدرسین میلے کپڑوں میں جائیں تو وہ افسر سختی کرتے ہیں۔ نفس چاہتا ہے کہ ایسے موقعوں پر لباس بدلنے کی اجازت مل جائے اگرچہ وہ دن جمعہ کا نہ ہو۔ حضرت اقدس اگر یہ حال میرے لیے مضر ہو تو اس کا علاج ارشاد فرمادیں۔

جواب حضرت اقدس: یہ محض تاویل ہے، یہ مطلوب ہے، یہ مذموم ہے اس کی نیت نمبر ۱ سے بدل دی جاوے۔

خط نمبر ۹۹/۹ صفر ۱۳۵۲ھ

مضمون: حضرت اقدس کئی روز سے دل چاہتا ہے کہ ایک کرتہ ایک پاجامہ اور ایک دستار حضور میں ہدیہ گزاروں دل چاہتا ہے کہ جوڑا قیمتی اور عمدہ ہو۔ آسانی اس میں ہوگی کہ تینوں کی قیمت ارسال خدمت کروں اور حضور حسب منشاء سلوائیں اگر زیادہ ہونے کا طبیعت مبارک پر بار ہو تو دستار کی جگہ ٹوپی سہی۔ مقصود صرف تطیب قلب مبارک ہے اور کوئی غرض نہیں۔ اگر طبیعت مبارک پر بار نہ ہو تو اندازہ فرما کر تحریر فرمادیں کہ کتنے روپے ارسال خدمت اقدس کروں۔ دل تو یہ چاہتا ہے کہ دستار کی قیمت لگائیں۔ اگر پسند نہ ہو تو ٹوپی کی۔ مئی آرڈر کے کوپن میں بات صاف کر کے لکھ دوں گا۔ ٹوپی پر خط کشیدہ فرما کر حضرت نے تحریر فرمایا۔ میرا مذاق یہی ہے۔۔۔۔۔ آگے تحریر فرمایا میں عمدہ جوڑا بنے گا۔ گھر میں اندازہ لگوا لیا۔ میں نے دو روپے آٹھ آنے بھیج دیئے۔

آثار عشق پر ہدیہ تبریک:۔ میں نے اپنے ایک خط میں حضرت والا کو لکھا کہ تمام دنیوی کتب سے مستغنی ہو گیا ہوں۔ حضرت کی کتب پڑھنے کو دل چاہتا ہے دل میں یہ آتا ہے کہ جو وقت گزرے حضرت ہی کی خدمت و صحبت میں گزرے۔ دوسرے علماء کرام اور بزرگانِ دین کو باوجود بہت افضل جانتے کے کسی کی طرف رجوع کی ضرورت مطلقاً محسوس نہیں ہوتی۔

جواب حضرت: آثارِ عشق ہیں اور محمود ہیں گو مقصود نہیں

الغرض حضرت کو خوش کرنا انتہائی آسان کام تھا۔ حضرت کو صاف گوئی اور معمولی معمولی باتوں سے متعدد بار خوش ہوتے دیکھا۔ میرے اور اہلیہ کے خطوط میں متعدد بار ایسے جملے حضرت نے تحریر فرمائے: مبارک مبارک، مسرور ہوا، دل خوش ہوا کہ تم کو دین کا خیال ہے اللہ نفع دے۔ اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اس کے صلے میں اپنی محبت کاملہ عطا فرماوے۔ دعاء کرتا ہوں، دل سے

دعاء کرتا ہوں۔" وغیرہ میں تحریف سوسائٹی (انجمن کفایت شعاری) کا ممبر تھا۔ رقوم پر سود لگتا تھا۔ میں نے اپنا نام نکال لیا۔ مبارکباد مل گئی۔

اسی طرح ریڈ کراس سوسائٹی ہسپتال کا انچارج تھا۔ یہ فنڈ طلباء کا تھا۔ اساتذہ کرام ناجائز طور پر ادویہ لے جاتے۔ میں نے انچارجی چھوڑ دی۔ مبارکباد مل گئی۔

صرف دو واقعے اور لکھتا ہوں۔ جن سے واضح ہو سکے گا کہ حضرت مسلمانوں بالخصوص اپنے متعلقین کے دینی و دنیوی نفع سے کس قدر خوش ہوتے تھے۔

مضمون: حضرت اقدس! یہ ناجائز ترکی ٹوپی پہنتا ہے۔ ارشاد فرمائیں کہ اس کا پہننا میرے لیے مضر تو نہیں؟ جواب حضرت: کھٹک کیوں ہوئی اس کی وجہ لکھو۔

مضمون: حضرت نے ایک دفعہ مجلس میں فرمایا تھا کہ "کانپور میں ایک وعظ کے دوران مسلمان نوجوانوں کی ترکی ٹوپیاں دیکھ کر میں نے کہا تھا کہ آجکل بعض اشخاص کے سروں پر دم نکل آئی ہے۔ اس پر ترکی ٹوپیاں والے ٹوپی سر سے اتار کر چھپانے لگے۔" اس سے طبیعت میں کھٹک پیدا ہوئی۔۔۔۔۔ بعد ازاں حضرت والا کے خلفاء کرام میں سے ایک صاحب سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ چونکہ اس کا استعمال مسلمانوں میں عام ہو گیا ہے۔ اس لیے اگر کوئی پہن بھی لے تو حضرت چنداں خیال نہیں فرمائیں گے۔

جواب حضرت: جبکہ وہ شخص مجھ سے تعلق خاص نہ رکھتا ہو۔

بقیہ مضمون: بعد ازاں حضرت کے ایک مرید سے جو عالم تھے، پوچھا تو انہوں نے بھی فرمایا کہ حضرت اقدس علماء کرام کو اجازت نہیں دیتے۔ مگر عوام الناس اور مجھ ایسے بالانتوں کو اجازت دے دیتے ہیں۔

جواب حضرت: اوپر کی قید سے۔

نیچے میں نے لکھا: اس لیے پہن لینے کی جرات ہوتی رہی۔

جواب حضرت: تو تعلق کا کیا انتظام کیا۔

نیچے میں نے لکھا: حضرت اقدس! ارشاد فرمائیں کہ میرے لیے اس کا پہننا مضر تو نہیں؟

جواب حضرت: اوپر لکھ چکا ہوں۔

میں نے ترکی ٹوپی ابتداء دی اور گہری بندھنا شروع کر دیا۔ خوش ہو گیا کہ تعلق خاص ہو گیا۔

حضرت کو اطلاع کی تو حضرت نے تحریر فرمایا: مبارک ہو۔

دیکھئے ذرا سی بات پر حضرت سے تعلق خاص ہو گیا، حضرت خوش ہو گئے اور مبارک باد بھی مل گئی۔

مضمون: حضرت اقدس! اہلے ڈیڑھ ماہ سے بعارضہ سرسام و بھار اور نمونیہ بہت علیل ہے۔

جواب حضرت: بہت دل دکھا میرا بھی گھر میں کا بھی۔

بقیہ مضمون: حضرت اقدس دعائے صحت و عافیت فرمائیں۔

جواب حضرت: دل سے دعائے صحت کرتا ہوں۔

مضمون: اہلیہ نے سلام بھی عرض کیا ہے۔

جواب حضرت: میری طرف سے بھی سلام۔

مضمون: حضرت اقدس ڈیڑھ ماہ سے زیادہ اہلیہ بالکل بے ہوش رہی اب حضرت والا کی دعاؤں کی برکت سے ہوش میں ہے۔ ہوش میں آتے ہی نماز شروع کر دی۔

جواب حضرت: بشاء اللہ

مضمون: اب بچ وقت نماز اشارہ سے ادا کر لیتی ہے۔

جواب حضرت: الحمد للہ

مضمون: بیہوشی میں ”پیارے حضرت“، ”میرے اباجی“ زبان پر رہے۔

جواب حضرت: اللہ تعالیٰ اس کے صلہ میں اپنی محبت کاملہ عطاء فرمائے۔

مضمون: ان شاء اللہ تین چار ہفتہ تک حضرت والا کو اپنے ہاتھ سے خط لکھنے کے قابل ہو جائیگی۔

جواب حضرت: خدا تعالیٰ ایسا ہی کرے۔

مضمون: حضرت والا کو اہلیہ کی شدید علالت کی اطلاع کی تھی۔ دل چاہا صحت یابی کی بھی اطلاع دوں۔

جواب حضرت: جزاکم اللہ تعالیٰ! دل تو لگا تھا۔

مضمون: حضرت اقدس! اپنی خیریت و صافیت سے بھی مطلع کریں۔

جواب حضرت: بحمد اللہ بغایت ہوں۔

اللہ تعالیٰ کالاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہمیں نعتِ عظمیٰ ملی۔ حضرت والا کا دامن کوئی چھوٹی چیز ہے؟

مال کی محبت طبعی مذموم نہیں

مضمون: حضرت اقدس! اللہ تعالیٰ استحسان میں نہ ڈالے معاملہ ایسا ہے کہ دس روپے جائز

کے مقابلے میں دس ہزار ناجائز ملیں تو ناجائز کی طرف بفضلہ تعالیٰ آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھوں۔ گو میری

حالت ناگفتہ بہ ہے مگر حضرت والا کی برکت تو ہر کام میں اس ناچیز کو ظاہر و باہر نظر آتی ہے۔ جہاں

شریعت، عقل اور مروت تقاضا کریں وہاں خوشی خوشی خرچ کرتا ہوں۔ ہر ایک کی حق تلفی سے بچتا ہوں

اور اگر کوئی کچھ ادھار لے لے اور واپس ملنے کی امید نہ ہو تو سچے دل سے معاف کر دیتا ہوں۔ اور دعا کرتا

ہوں کہ خدا یا اس پر رحم فرمائے اور قیامت میں میری وجہ سے مواخذہ نہ فرمائے۔ مگر چند باتوں سے مال کی

محبت کا شبہ ہوتا ہے مثلاً ایک دکان سے کوئی چیز خریدوں اور دوسری دکان میں وہی چیز ارزاں نرخ پر ملے یا

کوئی دھوکہ دہی سے پیسے زیادہ لے لے تو اگرچہ واپس تو نہیں کرتا مگر رنج کافی ہوتا ہے۔ یا جس وقت

حب جاہ کا علاج

مضمون: حضرت اقدس! عام طور پر تو اس ناچیز کے دل میں امراء و روسا سے ملنے کی خواہش

معلوم نہیں ہوتی۔ حتیٰ الوسع علیحدہ ہی رہتا ہوں اور نہ ہی بحمد اللہ اس بات کا انتظار رہتا ہے کہ وہ عزت کا سلوک کریں مگر بعض اوقات کچھ بیان کرنے کا اتفاق ہوتا ہے تو عوام کے مجمع میں اور حال ہوتا ہے اور اگر روسانِ شہر موجود ہوں تو اور حال ہوتا ہے۔ رئیسوں کی موجودگی میں طبیعت میں زیادہ جوش ہوتا ہے اور بات کو زیادہ قوت سے ادا کرتا ہوں مگر بات سچی ہی بیان کرتا ہوں۔ دل چاہتا ہے کہ وہ متاثر ہوں۔ اگر اپنے حامی رئیس بیٹھے ہوں تو نفس یہ بہانہ بناتا ہے کہ آئندہ اہل بدعت کے مقابلہ میں زیادہ حمایت کریں گے اور مخالفت ہوں تو یہ خیال آتا ہے کہ شاید مخالفت کم کر دیں۔ دل میں اس وقت خواہش ہوتی ہے کہ کوئی خاص ہی بات یاد آوے جو بیان کروں۔ خطبہ کا ترجمہ یا چھپا ہوا وعظ دیکھ کر پڑھنے میں طبیعت نہیں رکتی البتہ پرچہ پر کچھ نوٹ لئے ہوئے ہوں تو وہ کاغذ دکھاتا نفس کو ناگوار گذرتا ہے۔ بہ تکلف دکھاتا ہوں۔ ایک دو دفعہ اس کے خلاف بھی ہوا کہ پرچہ نہیں دکھایا۔ ان حالات سے جب عزت اور اپنی لیاقت جھٹلانے کا شبہ ہوا۔ حضرت علی! اگر یہ واقعی مرض ہو تو اس کا اعلاج ارشاد فرماویں۔ جس طرح حضور والا ارشاد فرماویں گے دل و جان سے اس پر عمل کروں گا۔

جواب حضرت: نیت نیک ہوتے ہوئے مرض تو نہیں مگر مقدمہ آئندہ کے مرض کا ہو سکتا ہے۔ غیر ماہر سے حدود کی رعایت دشوار ہے اس طرح سے وہ مضر ہو جاتا ہے۔ جیسے عمدہ غذا اصول و حدود کے خلاف تناول کرنے سے ہیضہ ہو جاتا ہے۔ لہذا امراء کے سامنے ایسے علوم ہی نہ بیان کئے جائیں۔ البتہ مفید رسالوں کا پتہ انکو بتلادینا مضائقہ نہیں۔

مضمون: حضرت اقدس! عام طور پر تو اس ناچیز کو اپنے عیوب ہی پیش نظر رہتے ہیں۔ کوئی تعریف بھی کرتا ہے تو اپنی تالافتیاں یاد کر کے شرمندہ ہوتا ہوں۔ لوگوں سے حتیٰ الوسع علیحدہ رہتا ہوں مگر بعض اوقات ضرورتاً کہیں جانا ہوتا ہے یا بعض دوست کبھی ملنے آجاتے ہیں تو دورانِ گفتگو میں کوشش کرتا ہوں کہ بات اس طرح قوت سے ادا ہو کہ مخاطب متاثر ہوں۔ اس وقت اگر کوئی تعریف کرتا ہے یا ان میں کوئی خاص اثر معلوم ہوتا ہے تو نفس خوش ہوتا ہے اور جب بیان کرنے سے رک جاتا ہوں تو دل میں خواہش ہوتی ہے کہ اگر کوئی بات مناسب مقام یاد آجائے تو بیان کروں۔ جلسہ کے برخاست کے ساتھ طبیعت بے چین ہو جاتی ہے۔ بہت ڈر لگتا ہے اور گھبراہٹ ہو پھر تاہوں کہ ملنے والوں کا تو کچھ نفع ہو گیا مگر اپنا نقصان ہو گیا۔ اگر یہ جب جاہ یا کوئی اور مرض ہو تو اس کا علاج ارشاد فرماویں۔

جواب حضرت: شہ سے بھی بچنا چاہیئے اس عادت کو چھوڑ دیں۔



طلباء کو سزا دینے کے متعلق شرعی اصول

مضمون: حضرت اقدس ! یہاں سکول میں یہ ناچیز اپنے فرائض تہذیبی اور دیانتداری سے پورے کرتا ہے مگر سزا دیئے بغیر بعض طلباء کام نہیں کرتے۔ آموختہ یاد نہیں کرتے اور طلباء کا نتیجہ اچھا نہ لگے تو افسران بالائنگ کرتے ہیں۔ اس ناچیز نے طلباء کو سزا دینے کا ایک اصول مقرر کر رکھا ہے اس کے مطابق چلتا ہوں۔ اصول یہ ہے کہ سزا صرف اس سبق پر دیتا ہوں جو اچھی طرح پڑھا دوں اور طلباء کو ایک دن پہلے بتا دوں کہ یہ سبق میں کل سلوں گا۔ یاد کر کے آنا۔ پھر بھی سنتے وقت طلباء کو بہت مواقع دیتا ہوں۔ جس لڑکے کی نسبت ظاہر ہو جاتا ہے کہ یاد کرنے کی کوشش خوب کی مگر یاد ہوا نہیں، اسے سزا نہیں دیتا۔ بعض طلباء اس قدر لاپرواہ اور ڈھیٹ واقع ہوئے ہیں کہ جب تک خوب تسلی بخش مرمت نہ ہو کام ہی نہیں کرتے، تو ان کو سزا دیتا ہوں۔ شرارتوں پر بھی سزا دیتا ہوں۔ اکثر باتھوں پر لکڑی سے مطابق موقع ایک سے لے کر چھ تک مارتا ہوں کبھی کبھار زیادہ کا بھی اتفاق ہوتا ہے۔ (کسی نہایت سخت شرارت پر) مارتے وقت سوچ کر مارتا ہوں۔ اکثر غصہ نہیں ہوتا۔ کبھی کبھی ہوتا بھی ہے لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ غلطی دونوں صورتوں میں ہو جاتی ہے کیونکہ شک سا رہتا ہے کہ قدر حق سے زیادہ نہ مارا گیا ہو اور ظلم و ناانصافی نہ ہو گئی ہو۔ پورا پورا انصاف کرنے کی کوشش کرتا ہوں مگر سزا دے چکنے کے بعد طبیعت پر بوجھ سا رہتا ہے۔ حضرت اقدس ! کوئی ایسا اصول ارشاد فرماویں کہ جس پر کاربند ہو کر گناہ سے بھی بچ جاؤں اور طلباء کام بھی کرتے رہیں۔

جواب حضرت: جب غصہ نہ رہے اس وقت غور کیا جاوے کہ کتنی سزا کا مستحق ہے۔ اس سے زیادہ سزا نہ دی جائے اگرچہ درمیان میں غصہ آجاوے۔

گھر میں اچھا لباس پہنانا منتهی کو مضر نہیں

مضمون: حضرت اقدس ! حضور کی تعلیم کی برکت سے اس ناچیز کی اہلیہ بہت نیک اور میری بے حد فرمانبردار ہے۔ میں بھی اسے بہت خوش رکھتا ہوں۔ عام طور پر تو بفضلہ تعالیٰ یہ ناچیز اس بات کا منظر نہیں رہتا کہ تمام عورتیں میری اہلیہ سے عزت کا سلوک کریں۔ مگر دل یہ چاہتا ہے کہ میں اپنی اہلیہ کو ذہنی لحاظ سے بھی باقی عورتوں سے ممتاز دیکھوں۔ اگر کسی رئیس کے گھر سے یا اہلیہ کے گاؤں کی کوئی امیر عورت ہمارے گھر میں آنے والی ہو تو دل میں خواہش ہوتی ہے کہ اہلیہ دھلے ہوئے صاف سقرے کپڑے پہنے اس وقت دو خیال دل میں ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ میری اہلیہ کو نظر حقارت سے نہ دیکھیں دوسرے یہ کہ اہلیہ کو اچھی حالت میں دیکھ کر ان کے دل میں دین کی وقعت ہوگی۔ چنانچہ ایک دو موقعوں پر فرمائش کر کے اہلیہ کو میں نے صاف سقرے کپڑے پہنائے ہیں مگر جب غور کرتا ہوں تو حقارت سے بچنے اور اہلیہ کو عام عورتوں سے ممتاز حالت میں دیکھنے کی خواہش معلوم ہوتی ہے۔ دل میں کئی دفعہ کھٹک

ہوئی کہ اس خواہش میں حُبِ جاہ کی آمیزش ہے حضرت علی! اگر یہ واقعی یہ مرض ہو تو اس کا علاج ارشاد فرمائیں جس طرح حضور ارشاد فرمادیں گے دل و جان سے اس پر عمل کروں گا۔
 جواب حضرت: یہ فرق مثنیٰ کو تو مضر نہیں وہ علماء و علماء حفظ حدود پر قادر ہے مگر مبتدی کو اس میں دھوکا ہو جاتا ہے۔ اس کے لیے اسلم یہی ہے کہ اس کا اہتمام بالکل چھوڑ دے۔ اگر کوئی حقیر سمجھے تو اس کو گوارا کرے۔

تکدر طبعی مرض نہیں

مضمون: ایک صاحب میرے ہمسایہ ہیں ان میں فلاں فلاں عیوب تو ہیں لیکن اور ہر طرح نیک ہیں۔ مفلس اور عیالدار ہیں۔ مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں اور خدمت بھی کرتے رہتے ہیں۔ میں حق المقدور ان کی مالی خدمت کرتا ہوں اور آئندہ بھی خدمت کرنے کا ارادہ و قصد ہے۔ مگر حضرت مجھے ان سے محبت نہیں۔ جب بھی پاس بیٹھے ہیں گرانی ہوتی ہے۔ ظاہراً میں بھی اظہار محبت کرتا ہوں۔ وہ تو محبت سے باتیں کرتے ہیں مگر ان کی گفتگو سے میرا الشراح قلب جاتا رہتا ہے۔ یہ تکبر یا اور کوئی مرض تو نہیں۔۔۔؟
 جواب حضرت: کوئی مرض نہیں۔

محسن بھائیوں سے نہ ملنا بے مروتی ہے

مضمون: میرے دو بڑے بھائی ہیں۔ انہوں نے اولاد کی طرح میری پرورش بھی کی۔ میں اس بنا پر کہ طبیعت سفر سے اکتاتی ہے، ان سے بہت کم ملتا ہوں۔ جس کی وجہ سے وہ شکایتیں کیا یہ بے مروتی تو نہیں؟
 جواب حضرت: بے مروتی تو ہے جبکہ ملاقات سے کوئی مانع شرعی نہیں۔

منبع صد کرم عتاب دنواز

منبع صد کرم تیرا لطف بھر عتاب تھا
 مارے تعلقات کا وہ ہی توفیق باب تھا

اس ناکارہ خلائق پر حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کا چند بار عتاب بھی ہوا لیکن یہی عتاب میرے لیے دولتیں لے کر آیا۔
 مجھ نالائق کو تمیز تو تھی نہیں کہ دینی حلقوں کے آداب کیا ہوتے ہیں۔ مواخذے سہتا، گرتا پڑتا چلتا رہا۔

نط: ۸۸ پر، جس پر ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ کی تاریخ درج ہے، حضرت نے بیعت و تلقین کی اجازت دے دی۔ اب میں حضرت والا کو یاد ہو گیا۔ بد تمیز تو تھا ہی بہت اعتناء غلطیاں کیں۔ حضرت والا مستحب فرماتے

رہتے۔۔۔۔ ایک خط پر مواخذہ ہوا۔ اب میں نے عجیب حماقت کی۔ حضرت والا بعد نماز فجر سہ دری میں نوافل وادراہ میں مشغول تھے کہ میں بلا اجازت جادھمکا اور حضرت کے نزدیک بیٹھ کر عرض کی: حضرت مجھے وہم سا ہو گیا ہے کہ آپ مجھ سے ناراض ہیں۔

حضرت والا نے نہایت ناراضگی سے فرمایا: نالائق! اگر میں تم سے ناراض ہوتا تو تمہاری تعلیم کیوں جاری رکھتا؟ کیا میں تم لوگوں کی خوشامدیوں کروں؟ یہ مجھ سے سوئے ظن کیوں؟ میں نے کہا، حضرت حماقت ہوئی، اللہ، معاف فرما دیویں۔ حضرت نے فرمایا: نالائق، یہاں سے دور ہو جاؤ اور اپنی شکل مجھے مت دکھاؤ۔

میں اٹھ کر جانے لگا تو آواز بلند فرمایا: "چلو مسجد میں"۔۔۔۔ اور میں مسجد میں چلا گیا۔ حضرت والا بے تابانہ اٹھے اور حوض کے اوپر پھرنے لگے اور بلند آواز سے فرمایا "خواجہ صاحب"۔ خواجہ صاحب فوراً حاضر ہو گئے، فرمایا: ایک صاحب مسجد میں ہیں، ان سے پوچھیے کہ تمہیں کیوں شبہ ہوا کہ میں تم سے ناراض ہوں؟

میں نے خواجہ صاحب سے عرض کا کہ کچھ خطوط میں مواخذہ کی وجہ سے خواجہ صاحب نے میرا جواب حضرت والا کو پہنچایا۔ حضرت نے اس پر فرمایا: یہ بھی کوئی جواب ہے اگر کوئی بد عنوانیاں کرے تو کیا میں مواخذہ نہ کروں۔ جب اس کو یہاں آنے کی، مکاتبت، مخاطبت کی سب اجازت تھی اور میں اسے تعلیم کر رہا تھا تو یہ شبہ محض سوئے ظن ہے۔ اس نالائق کی اس حرکت سے میرے سر میں شدید درد ہو گیا۔ اس کو کہہ دیجئے کہ اب میں تمہارے قابل نہیں رہا۔ اپنا (بیعت و اصلاح کا) تعلق کسی اور جگہ پیدا کرے۔

اس واقعہ کو پڑھنے والے حضرات بخوبی اندازہ فرما سکتے ہیں کہ حضرت کا یہ ارشاد میرے لئے کیا اثر رکھتا تھا۔ میرا سب کچھ مجھ سے چھن رہا تھا میں تو کہیں کا نہ رہتا۔ لیکن معلوم نہیں اس وقت مجھے کیا ہوا، دل پتھر ہو گیا۔ آنکھیں آنسو بہایا کرتی تھیں لیکن اب ایک آنسو آنکھوں سے نہ نکلا اور میں نے بڑی ہمت سے کہا: خواجہ صاحب! حضرت سے یہ کہہ دیں کہ اگر یہ حکم ہے تو میں تعمیل کروں گا لیکن حضرت والا کی جدائی کا تحمل مجھ سے نہ ہو سکے گا۔ اب جیسے ارشاد فرمادیں کر لوں۔

میں دیوار کو کان لگائے سن رہا تھا۔ خواجہ صاحب میرے الفاظ نہایت اچھے انداز سے پہنچا رہے تھے اور ساتھ ہی ساتھ بہت انکساری سے یہ بھی عرض کئے جا رہے تھے، "حضرت ان کو آپ نے اجازت (بیعت و تلقین) دی ہے۔ حضرت! اب یہ کہاں جائیں گے؟ اللہ انہیں معاف کر دیں۔ حضرت اللہ انہیں معاف کر دیں! اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فضل و کرم فرمایا۔ شاید حضرت والا کو میرا جواب پسند آگیا یا خواجہ صاحب کی دلسوزی کام کر گئی۔ حضرت کو رحم آگیا اور فرمایا: "اس کو کہہ دیجئے کہ اب تم سوچ سوچ کر بول رہے ہو۔"

حضرت والا یہ بھی فرما رہے تھے کہ گو اس بالائے حرکت سے مجھے بے حد تکلیف پہنچی ہے لیکن نفع بھی ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ میرا حسن ظن بڑھ گیا۔ جس طرح اس نے مجھ پر بدظنی کی اور مجھے تکلیف ہوئی اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی سوء ظن سے خوش نہیں ہوتے۔ ان کے ساتھ حسن ظن رکھنا چاہیئے پھر خواجہ صاحب سے فرمایا: اس کو کہہ دیجئے کہ اب خانقاہ سے چلا جاوے اور ہمیشہ کے لئے اس کو خط بھیجنے کی اور مخاطبت کی اجازت بند ہے البتہ یہاں کبھی آنا چاہے تو آجاوے۔

خانقاہ سے نکالے جانے پر بھی آخری وصیت

اب چونکہ ہمیشہ کے لیے اس کو خط بھیجنے کی اجازت نہیں اس کو اب میں آخری وصیت کرتا ہوں وہ یہ کہ اپنے ایمان پر تو اللہ کا شکر کرے لیکن اپنے آپ کو سب سے بدتر سمجھے۔ کفار تک کو ذلیل نہ سمجھے۔ ممکن ہے وہ ایمان لے آویں اور ہماری حالت بگڑ جائے اپنے آپ کو مٹانا چاہیئے۔ حضرت خواجہ صاحب نے پیغام مجھ تک پہنچادیا۔ میں نے عرض کیا، حضرت سے پوچھ دیں کہ میں جاتے وقت سلام اور مصافحہ کر لوں؟ اور جب کبھی یہاں آتا ہو تو صرف آنے کی اجازت کے لیے خط لکھوں؟۔۔۔ فرمایا: اس کی شکل دیکھنے سے میرا زخم تازہ ہوگا۔ بغیر ملے چلا جائے اور اس کی شکل مجھے نظر نہ آئے۔ جب یہاں آتا ہو بغیر خط کے آجاوے۔ میں اسے خط کو پہچانتا ہوں کبھی اس کا لکھا ہوا میرے سامنے نہ آوے۔

میں نے عرض کیا، خواجہ صاحب حضرت والا سے پوچھ دیں کہ میں اپنی اہلیہ کے خط پر دستخط کیا کرتا ہوں، آئندہ ہمیشہ کے لیے میں اپنی اہلیہ کو خط لکھنے کی اجازت دیتا ہوں، دستخط نہیں کروں گا، تاکہ میرا نام دیکھ کر حضرت والا کو تکلیف نہ ہو۔ حضرت خواجہ صاحب نے پیغام پہنچادیا۔ فرمایا: اپنی اہلیہ کے خط پر دستخط ضرور کیا کرو، ورنہ بغیر جواب واپس ہوگا۔

پابندی اصول بھی اور رعایت مصلحت بھی

میں نے عرض کیا لغافہ پر پتہ میں اپنے ہاتھ سے لکھا کرتا ہوں، آئندہ اہلیہ لکھا کرے گی تاکہ میرے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھ کر حضرت کو تکلیف نہ ہو۔ فرمایا: لغافہ پر پتہ اپنے ہاتھ سے لکھا کرے۔ میں نہیں چاہتا کہ عورت کا لکھا ہوا ڈاکخانوں میں پھرے۔ پھر خواجہ صاحب سے فرمایا: اس کو کہہ دیں کہ تمہاری اہلیہ بھی خط لکھا کرتی ہے۔ اپنا کوئی حال اس کے خط میں نہ لکھتا، نفع نہیں ہوگا۔

میں نے کہا خواجہ صاحب! حضرت سے عرض کر دیں کہ میں ایسا کبھی نہیں کروں گا۔ اس کے کچھ دیر بعد حضرت والا حسب معمول اپنے گھر تشریف لے گئے۔ میں نے اپنا بستر اٹھایا اور اسٹیشن پر حضرت کے بنوائے ہوئے مسافر خانہ پر گیا۔ یہاں میرے محسن اور دیرینہ رفیق حاجی شیر محمد صاحب

مرحوم کھانا پہنچا گئے اور "تسلیاں" دیتے رہے۔

دوپہر سے کچھ دیر پہلے کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت خواجہ صاحب تشریف لا رہے ہیں۔ آکر فرمانے لگے کہ حضرت والا نے اپنا خادم خانقاہ میں بھیجا۔ جس نے حضرت والا کا ارشاد گرامی ان الفاظ میں پہنچایا۔ خواجہ صاحب اگر تکلیف نہ ہو تو میرے مکان تک آئیں! چنانچہ میں گیا۔ تو حضرت والا نے دریافت فرمایا: "کیا وہ صاحب خانقاہ سے چلے گئے ہیں؟"۔۔۔۔ میں نے عرض کیا چلے گئے ہیں۔ اس پر فرمایا: ان کو چاہیئے تھا کہ نماز تو (باجماعت) پڑھ کر جاتے۔

سیخ پر اعتقاد و اعتماد

اور یہ بھی فرمایا: خواجہ صاحب اگر تکلیف نہ ہو تو اسٹیشن تک جائیں اور ان کو میرا پیغام پہنچائیں کہ جس شخص کو اپنے شیخ پر پورا اعتماد اور اعتقاد نہ ہو اس کو نفع نہیں ہوتا، افسوس تم نے ایسی غلطی کیوں کی۔

حضرت والا کی اس دلسوزی اور شان اصلاح پر حیران تھا کہ نکال بھی رہے ہیں اور عین عتاب کے وقت سلطنتیں بھی دے رہے ہیں۔

خانقاہ میں نماز پڑھنے کی اجازت کا سنا تو بستر اٹھایا اور خانقاہ میں دوبارہ واپس آ گیا پس دیوار بیٹھا رہا۔ حضرت مصلے پر تشریف لائے تو میں حضرت کے عین پیچھے کھڑا ہو گیا۔ مجھے معلوم تھا کہ حضرت ظہر کی نماز میں قبلہ رخ ہی دعاء مانگتے ہیں۔ دعاء ختم ہوئی حضرت والا کے چہرہ مبارک پھیرنے سے پہلے ہی میں پس دیوار ہو گیا۔ سنت وغیرہ پڑھ کر حضرت سے درمی میں جانے لگے تو میں نے بستر اٹھایا اور خانقاہ سے باہر ہو گیا۔۔۔۔ اسٹیشن پر پہنچا ریل آئی اور سوار ہو گیا۔ قساوۃ قلبی کا یہ عالم تھا کہ آنکھیں ابھی تک پتھریں ہوئی تھیں۔ ریل چلی تو قدرے دل گھٹنے لگا۔ رام پور منیاں راں اسٹیشن آیا تو معاملہ برعکس ہو گیا۔ رونا نہ تھمتا تھا۔ گھر پہنچا۔ اہلیہ حیران، اس قدر جلدی کیوں آگئے؟

پہنچتے ہی معلوم ہوا کہ اہلیہ بھی میری ایک حماقت کی وجہ سے حضرت کے زیر عتاب ہے۔ حضرت والا کے ہاں قاعدہ یہ تھا کہ ہر خط کے ساتھ اس سے پہلا خط ساتھ بھیجنا ضروری ہوتا تھا۔

میں اہلیہ کے دو خطوں پر دستخط کر کے دے گیا تھا اور ہر ایک پر اپنے ہاتھ سے یہ فقرہ لکھ گیا تھا: حضرت اقدس! ضرورت نہ سمجھ کر پچھلا خط ساتھ نہیں بھیجا۔

اصل بات تو یہ تھی میں ڈرتا تھا کہ میری عدم موجودگی میں حضرت والا کا کوئی والا نامہ ضائع نہ ہو جائے۔ لیکن اپنی نالائقی کے باعث بات واضح نہ کر سکا۔

حضرت نے اہلیہ کے خط پر تحریر فرمایا: غلطی کی۔ اپنی طرف سے میرے اصول میں ترمیم

کرتی ہو؟

اہلیہ بھی ماشاء اللہ میرے ہی جیسی عقلمند ثابت ہوئی۔ حضرت کے ارشاد کا مطلب نہ سمجھ سکی۔۔۔۔۔
 اس نے دوسرا خط بھی روانہ کر دیا تھا۔ اب تو پاؤں تلے سے زمین نکل گئی کہ اب بچنے کی کوئی صورت
 نہیں۔ خط واپس آیا۔ خیال صحیح تھا۔ اہلیہ پر سخت عتاب تھا۔ حضرت نے تحریر فرمایا تھا: تم کو ضرورت
 عدم ضرورت سمجھنے کی کیا تمیز ہے۔ میرے قاعدوں کو توڑتی ہو۔ دیکھو عقل چلانے کا انجام اچھا نہیں۔
 غالباً حضرت والا کا اشارہ اس طرف تھا کہ ایک نے عقل چلائی اور انجام اپنا دیکھ لیا تمہارا
 انجام بھی اس سے مختلف نہ ہوگا۔۔۔ الغرض میں دونوں طرف سے لپیٹ میں آگیا۔ عورت لڑنے بیٹھی
 لیکن میں نے کہا جو پہلے ہی مرا ہوا ہو اسے نہ مارو۔ چودہ روز بعد سکول میں چار روز کی تعطیل ہوئی۔ میں
 تھانہ بھون پہنچ گیا۔ "مجلس خاص" لگی ہوئی تھی۔ میں حضرت کے پاس جا بیٹھا۔ سلام کیا۔ حضرت نے
 عجیب محبت بھرے لہجے میں سلام کا جواب دیا۔ میری اور اہلیہ کی خیریت دریافت فرمائی اور فرمایا "بہت
 اچھا، بیٹھ جائیے۔"

حضرت والا اس سے پہلے کسی علمی مسئلہ پر گفتگو فرما رہے تھے۔ اب دوسری طرف علماء کی
 جانب چہرہ مبارک پھیرتے ہی فرمایا:

بعض لوگوں کی غلطی تو بڑی شدید ہوتی ہے لیکن اس غلطی میں کچھ عاشقانہ شان بھی ہوتی
 ہے۔ ایسے لوگوں پر دل نہیں چاہتا کہ مواخذہ لمبا کروں۔ دل میں خیال سا گدڑا کہ شاید حضرت نے
 میرے متعلق فرمایا ہو لیکن فوراً ہی اپنی حقیقت کا خیال کرتے ہوئے اپنے کو مخاطب ہو کر کہا "اے کتے
 ! کچھ تو حیا کر۔ تو حقائق، تالافتوں سے بھرپور خود میں عاشقانہ شان سمجھتا ہے۔" بس میں تو خود ہی
 شرم میں ڈوب گیا۔ ایک روز بازار میں دودھ پینے جا رہا تھا حضرت والا راستہ میں ملے تو سلام عرض کیا۔ جس
 محبت بھرے انداز میں حضرت والا نے سلام کا جواب دیا اس کی لذت آج بھی قلب میں محسوس کرتا
 ہوں اور وہ لذت تھی کیا۔ میرے لئے ممکن نہیں ہے کہ میں اسکو الفاظ سے تعبیر کروں۔

ایک روز حضرت خواجہ صاحب کے پاس بیٹھ کر وضو کر رہا تھا۔ میں نے عرض کیا خواجہ صاحب
 ! مفتی عبدالکریم صاحب نے مجھے فرمایا ہے کہ آپ کو حضرت سے معافی مانگنا چاہیئے۔ مگر میرے دل کو یہ
 بات نہیں لگتی۔ حضرت والا کا حکم تو عمر بھر کا ہے۔ مجھے تو معافی مانگنے میں حضرت والا کی نافرمانی معلوم
 ہوتی ہے۔

حضرت خواجہ صاحب نے پر جوش انداز میں فرمایا کہ مفتی صاحب غلط سمجھے ہیں۔ تم ٹھیک
 سمجھے ہو۔ بتاؤ کتنے روز بعد آئے ہو؟ عرض کیا چودہ روز بعد۔ فرمایا بہت مناسب اسی طرح ہر چودہ پندرہ روز
 بعد آتے رہو۔ انشاء اللہ حضرت والا خوش ہو جائیں گے۔ تم نے دیکھا نہیں جب تم آئے تھے حضرت والا
 نے کتنی شفقت فرمائی تھی اور ملنے کے بعد جو کچھ فرمایا تھا وہ تمہارے ہی تو متعلق تھا۔ دیکھو اگر ساری
 عمر کی کسائی لگا کر بھی حضرت راضی ہو جائیں تو اس کو سستا سودا سمجھتا۔ میں نے عرض کیا خواجہ صاحب

میرا ان دنوں یہی حال ہے۔

حضرت والا سے مصافحہ اور میری بنخودی

چوتھا روز آگیا۔ رخصت کا مصافحہ کرنے کو اٹھا کچھ پتہ نہیں میں کس حال میں غرق تھا۔ اس طرح پاس بیٹھا کہ میرے گھٹنے حضرت والا کی لال دری پر آگئے۔ عرض کیا حضرت میں جا رہا ہوں۔ فرمایا: "فی امان اللہ" میں نے دست یوسی کرنے والوں پر بار ہا عتاب ہوتے دیکھے تھے۔ دست یوسی کا مجھے خیال تک نہ تھا۔ لیکن جونہی حضرت والا کا دست مبارک میرے ہاتھوں پر آیا، بے اختیار میرا سر جھک گیا اور لب دست مبارک پر جا لگے۔ میں نے یوسہ دیدیا۔ ابھی میرے لب دست مبارک سے اٹھنے نہ پائے تھے کہ حضرت والا نے نہایت ہی مشفقانہ لہجے میں فرمایا: دیکھو بھئی! اب جب تم وطن میں جاؤ تو وہاں جا کر خط لکھنا۔ اب تم کو کافی سزا ہو چکی۔ اب دل چاہتا ہے کہ تم خوش خوش جاؤ اور جب کبھی یہاں آنا ہو تو یہاں آکر بھی مکاتبت کی مخاطبت کی سب اجازت ہے۔ اب تم پر کوئی پابندی نہیں۔

الحمد للہ جزاکم اللہ تعالیٰ کہا۔ اٹھا، بستر اٹھایا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میں اڑا جا رہا ہوں۔ اسٹیشن پر پہنچا۔ بستر زمین پر رکھا اور دیوانہ وار چکر لگا رہا تھا۔ وطن والیں پہنچا تو حاجی شیر محمد صاحب مرحوم سے ملاقات ہوئی۔ فرمانے لگے۔ تم اور حالت میں گئے تھے آئے کسی اور ہی حال میں ہو۔ عرض کیا۔ جی ہاں میں اور ہی حال میں آیا ہوں۔

بارِ دگر میری کوتاہی اور حق تعالیٰ شانہ کی ستاری

اس معافی کے بعد بھی بے عنوانیاں ہوتی رہیں۔ تنبیہ اور مواخذے ہوتے رہے۔ ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ کے خط میں تھانہ بھون حاضری کی اجازت چاہی تو اجازت مل گئی۔ اسی خط میں مخاطبت و مکاتبت کی اجازت مانگی تھی۔ حضرت والا نے تحریر فرمایا: ایک بار تجرہ ہو چکا، بس معاف کیجئے۔

اس کے بعد خط نمبر ۱۹۰ - ۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۳ھ کے خط میں خانقاہ میں صرف حاضری کی اجازت مانگی۔ مکاتبت و مخاطبت کی اجازت مانگنے کی ہمت نہ ہوئی۔ عرض کیا تھا کہ صرف زیارۃ کے لیے حاضر خانقاہ ہونے کی اجازت فرمائیں!

حضرت والا نے تحریر فرمایا: معہ مکاتبت و مخاطبت یا بدوں مکاتبت و مخاطبت۔

اب میرا پرانا مرض غلٹ رنگ لایا۔ میں نے عجیب حماقت کی۔ خط کے پہنچتے ہی جوش میں حضرت کو بہت طویل خط لکھا۔ ظاہر میں تو اس میں اپنی حماقتوں کا تذکرہ تھا لیکن درحقیقت حضرت پر اعتراض تھا کہ جب پابندیاں ختم کر کے مکاتبت و مخاطبت کی اجازت فرمادی گئی تھی تو اب دوبارہ پابندی کیسی؟ جوش اس وقت کا فوراً ہوا جب خط واک میں نکل گیا۔ بس پھر کیا تھا۔ میرے تو ہاتھوں کے

طوطے اڑ گئے۔ اسی پہلی غلطی کا اعادہ تھا اور حضرت پر سوء ظن تھا۔ کسی پہلو قرار نہ تھا۔ چار روز بعد خط کو واپس آنا تھا۔ جس حال میں یہ دن گزرے اس کا اندازہ کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔ پہلی دفعہ شدید غلطی تھی اب شدید تر تھی اب عتاب سے بچنے کی کوئی امید نہ تھی۔ آخر چوتھا روز بھی آگیا۔ جماعت کو پرہاتا تھا دل گھٹتا تھا۔ کوٹھڑی میں جا کر لیٹتا تھا۔ سکول میں چھٹی ہوئی۔ گھر پہنچا۔ ڈاک آنے کا وقت قریب تھا۔ اہلیہ نے کما کھانا کھالو، میں نے کما آج کھانا نہیں سوچتا۔ زوال ہو چکا تھا۔ اہلیہ سے کہا کہ وہ مصلیٰ بچھاؤ جو حضرت والا کے نیچے بچھا ہوا ہے۔ وضو کیا اور مصلے پر کھڑا ہو گیا۔ دو نفل پڑھے۔ ساری زندگی کے یہ دو نفل ہی یاد پڑتے ہیں جن میں کچھ مٹنا نصیب ہوا ہو۔ دعاء کے لیے ہاتھ اٹھائے تو آنکھوں سے سیلاب جاری تھا۔ غلبہ حال میں یوں دعاء مانگ رہا تھا: اے اللہ! میں حضرت کو اپنی مکروہ شکل دکھانا نہیں چاہتا۔ میں خانقاہ میں جانے، حضرت والا کی مجلس میں بیٹھنے کا قطعاً اہل نہیں۔ آپ سے صرف یہ دعاء مانگتا ہوں کہ میرا تھانہ بھون جانا بند نہ فرمایا جائے۔ میں کسی اوٹ میں بیٹھ کر چھپ کر حضرت والا کو دیکھ لیا کروں گا۔ اے اللہ مجھے بچالے۔ تیرے سوا مجھے کوئی نہیں بچا سکتا۔ اے اللہ اس ذلیل ترین بندہ پر رحم فرما۔ شاید رونے کی وجہ سے غبارِ خاطر کچھ نکل گیا۔ طبیعت میں اب سکون تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اللہ نے میرا رونا قبول فرلایا ہے۔ کھانا کھایا اور ڈاک لانے پہنچ گیا۔ میز پر ڈاک پڑی تھی۔ اپنا خط بھی پڑا نظر آگیا۔ پوسٹ ماسٹر مرزائی تھا۔ کن آنکھوں سے مجھے دیکھ لیا تھا۔ چاہتا تھا کہ میں از خود خط مانگوں۔ لیکن مانگنے کی کس میں طاقت تھی۔ میری زندگی اور موت کا اسکے اندر فیصلہ تھا۔ آخر اس نے آنکھیں اٹھائیں مجھے دیکھا اور کہا اہو۔۔۔۔۔ آپ کھڑے ہیں؟ پہلے کیوں نہ خط مانگ لیا۔ میں نے کما کچھ حرج نہیں۔ اب دے دیجئے۔

اب خط میرے ہاتھ میں تھا لیکن کھولنا میرے لیے آسان کام نہ تھا۔ میری کمزوری کی انتہاء ملاحظہ ہو۔ لفافہ کھولنا پھاڑا کھاڑنا تھا۔ رحم کی دعائیں کرتا رہا۔ آخر ہمت کی لفافہ کھولا۔ میرا اندیشہ ٹھیک تھا۔ جہاں میں نے لکھا تھا کہ حضرت والا نے تو معاف فرما کر خط لکھنے کی (تھانہ بھون کے قیام کے دوران ہی) اجازت عطا فرمادی تھی۔ حضرت والا نے تحریر فرمایا۔ اس اجازت کے بعد بھی کوئی بے عنوانی ہوئی یا نہیں؟ باوجود اس خط کے طویل ہونے کے اسکا پتہ نہ لگا۔ دیکھو اس طرح کی کوتاہیاں ہوتی ہیں۔ خط نمبر ۱۹۱ کے نیچے میں نے لکھا تھا کہ اگر حضرت مناسب خیال نہ فرمائیں تو مکاتبت اور مخاطبت نہ کروں گا۔ تحریر فرمایا۔ "ہاں بس"

نیچے حضرت والا نے یہ تحریر فرمایا: اگر آنا ہو تو آتے ہی یہ خط پیش کر دیں۔

یہ خط کشیدہ عبارت لکھ کر حضرت نے قلمزن فرمادی لیکن پڑھی صاف جاتی تھی۔ دل کی دھڑکن کچھ کم ہوئی، وہ عبارت قلمزن تھی جو پیش کی جاتی تو میرا معاملہ ختم تھا۔ تاہم ابھی تک تونج گیا تھا۔

ہم تین آدمی تھانہ بھون روانہ ہوئے۔ میں تو سارا راستہ اسی خیال میں ڈوبا رہا میرے رفقاء تو اپنا خط خط اجازت کا دکھادیں گے میں کیا کروں گا، میرا کیا ہے گا؟ اگر حضرت والا نے پوچھ لیا تو کیا ہوگا؟ حق تعالیٰ شانہ کی ستاری دیکھئے ہم خانقاہ کے دروازہ پر پہنچے تو حضرت والا خانقاہ سے نیچے اتر رہے تھے۔ میں نے بستر ایک طرف رکھا اور سلام عرض کیا، حضرت والا نے سلام کا نہایت شفقت بھرا جواب دیا، خیریت دریافت فرمائی، میرے ساتھی بھی ملے حضرت نے لطف بھرے انداز میں مزاحاً فرمایا: ارے تم اتنے کدھر سے آگئے!

ہم نے عرض کیا۔ حضرت پنجاب سے آئے ہیں، بس سب کا ملنا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ "مشکل مرحلہ" اس طرح حل فرما دیا۔

حضرت نے ظہر کی نماز پڑھائی اور اپنی وضو والی جگہ پر تشریف لا کر سست و نوافل ادا کئے۔ حاضرین خانقاہ سہ وری میں جا بیٹھے۔ مجھے ابھی تک فکر لاحق تھی اور میں بہت زیادہ سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ حضرت والا ابھی اسی جگہ تشریف فرما تھے۔ آخر دل نے یہ فیصلہ کیا کہ سب سے پہلے جا بیٹھو اور حضرت کے قریب سے نہ گدزو۔ یہ راستہ پر خطر ہے اٹھا۔ حوض کی دوسری جانب اوپر سے کتب خانہ کے قریب پہنچ گیا۔ حضرت والا نے چہرہ مبارک میری طرف پھیرا اور بالکل خلاف معمول کافی اونچی آواز سے فرمایا: کیوں بھی، گھر میں کی بھی خیریت سے تھیں۔

میں نے عرض کیا، الحمد للہ! حضرت بالکل خیریت سے تھیں۔ اب کیا تھا سب غبار چھٹ گیا تھا، مطلع صاف تھا۔ حضرت کے قریب تھوڑی سی جگہ خالی تھی وہاں جا بیٹھا۔ ٹھکر و اقتبان اور فرحت و مسرت کے عجیب و غریب جذبات قلب میں موجزن تھے۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ میں آہ و زاری کروں گا۔ ظاہر بھی فرما دیا کہ تمہارا کیا حال ہوتا، لیکن ہم فضل فرما دیتے ہیں۔ فیصلہ کا مشکل حصہ قلمزن کرادیتے ہیں۔ تم اپنی حماقتوں سے بھنور میں کود پڑے تھے۔ لیکن تمہارا رونا ہمیں پسند آیا۔ ہم ساحل پر لگا دیتے ہیں۔ آئندہ ہوش میں رہنا۔۔۔۔ اور کبھی کہنا، حضرت والا نے محسوس فرمایا تھا کہ میرا کیا حال ہے۔ مجھے ایسے نالائق کی تکلیف کا بھی تحمل نہ تھا۔ اللہ اللہ، اتنی دسوزی، اتنی شفقت، اتنی ذرہ نوازی، اتنی فکر اصلاح۔ اپنی حقیقت کا تو پتہ چل گیا۔ یہ عتاب کیا تھے۔ سب لطف و کرم تھے۔

ایک دلچسپ واقعہ

حضرت کی خدمت میں پہنچنے کا واسطہ میرے ساتھی حاجی شیر محمد صاحب مرحوم تھے۔ ہمیشہ مروت اور شفقت فرماتے انکی رعایتوں نے مجھے بے تکلف بنادیا، میں گستاخیاں کرتا وہ برداشت فرماتے۔ وہ احسانات فرماتے، میں قدر نہ پہچانتا۔ ایک واقعہ سینے: حضرت اقدسؒ زیادہ بیمار تھے۔ خانقاہ میں تشریف نہیں لاتے تھے۔ حاجی شیر محمد صاحب نے زیارت کے لیے تھانہ بھون آنے کی اجازت چاہی۔ حضرت

اقدرؔ نے تحریر فرمایا: آجکل طبیعت ایسی مفصل ہے کہ ملاقات کا بھی بھروسہ نہیں۔

حاجی شیر محمد صاحب نے دوبارہ لکھا کہ حضرت ایسی صورت میں میں صرف خانقاہ کی زیارت کو کافی سمجھوں گا۔ اس پر حضرت نے تحریر فرمایا کہ اگر میں بستی میں بھی نہ ہوا تو کیا خانقاہ کی زیارت کو کافی سمجھا جائے گا۔ کیوں بائیں بناتے ہو؟

ان ہی دنوں میں نے تھانہ بھون آنے کی اجازت کا خط لکھا خط نمبر ۲۸۴-۲۳ جرب ۱۳۶۰ھ) حضرت نے تحریر فرمایا: مگر اب معالجہ کے لئے سفر لکھنؤ کا درپیش ہو گیا۔

حضرت لکھنؤ تشریف لے گئے

اسکے بعد ۳۰ رمضان ۱۳۶۰ھ کو میں نے حضرت کی خدمت میں خط نمبر ۲۸۶ لکھا۔ وطن واپسی

اور مرض کی کیفیت دریافت کی۔

حضرت نے تحریر فرمایا: میں وطن آگیا ہوں اور غلبہ صحت کو ہے مگر میرے ایک سوال کا جواب آپ کے ذمہ رہ گیا میں اس کا منتظر ہوں آپ نے ایک خط میں آنے کی جو اجازت لی تھی اس پر میں نے لکھا تھا کہ اگر اضمحلال طبع کی وجہ سے میں نہ مل سکا تو آنے سے کیا ہوگا اس پر آپ نے لکھا کہ صرف خانقاہ کی زیارت کو کافی سمجھوں گا۔ پھر میں نے سوال کیا کہ اگر میں بستی میں بھی نہ ہوا تو کیا خانقاہ کی زیارت کو کافی سمجھا جائے گا۔ اور یہ بھی لکھا تھا کہ کیوں بائیں بناتے ہو اب سب سے پہلے اس کا فیصلہ ہونا چاہیئے۔۔۔۔۔ میں سمجھ گیا کہ حضرت بھول گئے یہ سارا واقعہ حاجی شیر محمد صاحب سے متعلق تھا۔

میں نے خط جیب میں ڈالا۔ ظہر کا وقت آیا۔ میں مسجد میں پہنچا۔ حاجی شیر محمد صاحب بھی پہنچ گئے۔ دونوں قریب بیٹھ کر وضو کر رہے تھے۔ میں نے عرض کیا حاجی صاحب حضرت کا ایک والا نامہ مجھے آیا ہے اس میں نیک کے متعلق ایک خاص بات لکھی ہوئی ہے۔ فرمایا: مجھے دکھائیے، میں نے کہا اتنی بڑی بات اور میں مفت دکھا دوں، ایسا نہیں ہوگا۔ متنبی کیجئے، خوشامدیں کیجئے، انعام دینے کا وعدہ دیجئے تب دکھاؤں گا۔ حاجی صاحب متنبی خوشامدیں کرتے رہے انعام دینے کا وعدہ فرمایا۔ دل بھر کر میں نے ستایا اور خط حاجی صاحب کے ہاتھ میں دے دیا۔ حاجی صاحب ششدر فکر میں ڈوبے ہوئے اور میں کھڑا مسکرا رہا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد فرمایا تم کو کیا تم میرا ہاتھ پکڑا دو اور تم متاثرہ دیکھو۔ میں نے کہا، جی ہاں ان شاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔۔۔۔۔

گھر پہنچ کر حاجی صاحب نے اور میں نے اپنے اپنے وہ خط جن پر حضرت کے ارشادات ایک ہی لفظ میں بھیجے میں نے لکھا کہ حضرت نے میرے خط پر یہ تحریر فرمایا تھا مگر اب معالجہ کے لیے سفر لکھنؤ کا درپیش ہو گیا۔ حاجی صاحب نے لکھا کہ حضرت یہ سوال آپ نے میرے خط پر تحریر فرمایا تھا۔ حضرت نے مجھے لکھا میں بھول گیا تھا۔ اب آپ سے سوال نہیں رہا اور حاجی صاحب کو تحریر فرمایا، تو وہ سوال

آپ سے ہے سو جواب کہاں دیا۔

اب حاجی صاحب نے جواب میں مندرجہ ذیل خط لکھا: حضرت والا اصل مقصود تو حضرت کی زیارت تھی مگر جب حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ آجکل طبیعت ایسی مضطرب ہے کہ ملاقات کا بھی بھروسہ نہیں تو چونکہ حضرت والا کی زیارت کو دل بے حد ترستا تھا اس لیے فیصلہ کیا کہ اگر حضرت والا بوجہ اضمحلال طبیعت خانقاہ میں تشریف فرما نہ ہو سکے تو خانقاہ کے دروہیوار اور حضرت کی سہ دری کو دیکھ کر دل کو کچھ تو ڈھارس ہوگی ورنہ بغیر زیارت حضرت والا خانقاہ کی زیارت کیسے کافی ہو سکتی ہے اور دل کو کیسے قرار آسکتا ہے اور میرے قیام خانقاہ میں اگر حضرت والا بستی میں تشریف فرما ہوتے تو دل کو ڈھارس رہتی کہ حضرت قریب اور پاس ہیں لیکن مگر حضرت لکھنؤ تشریف لے جاتے تو طبیعت بے حد اچاٹ ہو جاتی، اور خانقاہ کی زیارت اس حالت میں یقیناً کافی نہ ہوتی اور دل کو بہت رنج ہوتا لہذا اس خط میں جو میں نے یہ لکھا کہ اگر حضرت اقدس سے ملاقات نہ ہو سکے تو رنج نہ ہوگا بالکل غلط تھا جو میں نے بے سوچے سمجھے لکھ دیا۔ میں اس حرکت پر بے حد نادم ہوں آئندہ ایسی غلطی کبھی نہیں کروں گا حضرت اقدس معاف فرمادیں اور اگر سمجھنے میں کوئی غلطی ہو تو حضرت اصلاح فرمادیں ۱۱ شوال ۱۳۶۰ھ

جواب حضرت والا: السلام علیکم! اصل مرض نفس کا اب بھی نہیں لکھا۔ وہ مرض یہ ہے کہ یوں سمجھا کہ جب بستی میں جا پہنچیں گے تو کیا ایک دفعہ ملاقات کرنے کے لیے بھی رحم نہیں ہوگا تو ترکیب سے ملاقات کرنا چاہتے تھے جس شخص سے اعتقاد ہو اس سے ایسی ہوشیاری برتنا کیا اخلاص کے خلاف نہیں سیدھا جواب یہ تھا کہ محض امید پر حاضر ہوتا ہوں اگر ملاقات نہ ہو سکی تو اسی کو خیر سمجھوں گا اور واپس آجاؤں گا۔

اس کے جواب میں حاجی شیر محمد صاحب نے پھر خط لکھا۔

مضمون: حضرت اقدس واقعی میرے دل میں یہی تھا کہ جب بستی میں جا پہنچیں گے تو حضرت اقدس کم لہ کم ایک دفعہ ضرور ملاقات کے لیے رحم فرمادیں گے۔ واقعی میرے نفس نے چالاکی سے زیارت کی ترکیب نکالی۔ حضرت اقدس ایسی ہوشیاری برتنا واقعی خلاف اخلاص تھا۔ سیدھا اور صاف طریقہ یہی تھا جو حضرت نے ارشاد فرمایا۔ حضور کے آگاہ فرمانے سے حقیقت واضح ہوئی۔ اللہ تعالیٰ حضرت کو سلامت رکھیں۔ حضرت والا، اپنی اس چالاکی اور ہوشیاری پر اپنے نفس کو بے حد ملامت کر رہا ہوں کہ میں نے ایسی حرکت کیوں کی۔ آئندہ ایسی چالاکی کبھی نہیں کروں گا اور اپنے میں صاف گوئی اور اخلاص پیدا کرنے کی پوری کوشش کروں گا۔ حضرت والا معاف فرمادیں ۱۵ شوال ۱۳۶۰ھ۔

جواب حضرت والا: معاف!

دوسرا واقعہ حاجی شیر محمد صاحب کا اخلاص اور تقویٰ

حاجی صاحب اپنے استاد مولانا احمد علی صاحب مرحوم بانی مدرسہ سہیل الرحمۃ کی زیارت کے لیے ہوشیار پور کو روانہ ہوئے میں نے پانچ روپے دیئے کہ وہاں سے میرے لیے ایک ٹائم پیس خرید لائیں، حاجی صاحب خرید لائے ان دنوں پانچ روپے بڑی چیز تھے کئی روز بعد حاجی صاحب کی زبان سے یہ بات اتفاقاً نکل گئی کہ آپ کا پانچ روپے کا نوٹ مجھ سے گم ہو گیا تھا میں نے کہا کہ پھر آپ نے مجھ سے پانچ روپے دوبارہ کیوں نہ لیے۔ فرمایا، ایسا میں کیوں کرتا! قبول نہ فرماتے تھے میں نے سختی سے کہا کہ آپ کو لینے پڑیں گے تو لے لیے اتوار کی چھٹی آئی گھر تشریف لے گئے اگلے دن اپنی بھینس کا پانچ سیر گھی مجھے بدلتہ عطا فرمایا۔

تیسرا واقعہ حاجی صاحب کی محبت دین کا

میں نے حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے حب دنیا کا علاج پوچھا۔ ارشاد فرمایا۔۔۔۔۔ احیاء العلوم سے باب ذم الدنیا کا مطالعہ کریں۔

میں نے احیاء العلوم کے چاروں حصے خرید لیے چھٹیاں ہوئیں۔ ہم اکٹھے تھانہ بھون کو روانہ ہوئے حاجی صاحب نے فرمایا کہ احیاء العلوم کے چاروں حصے ساتھ لے چلو تاکہ جالندھر میں جلد بندی کے لیے دیئے جائیں تھانہ بھون سے واپسی پر لے آئیں گے۔ اس دن ہمارے قصبہ اور ریلوے سٹیشن ٹانڈہ ڈھکر کے درمیان جگہ جگہ سیلاب لہریں مار رہا تھا۔ ہم سیلاب میں پیدل چل کر سٹیشن کو جا رہے تھے۔ حاجی صاحب نے احیاء العلوم کے چاروں حصے ایک گٹھڑی میں باندھ کر سر پر رکھ لیے۔ میں نے متعدد بار عرض کیا۔ حاجی صاحب اب مجھے دیں میں اٹھاؤں۔ ہر بار یہی فرماتے مجھے خود ہی اٹھانے میں راحت ملتی ہے۔ ایک بار میں نے عرض کیا آپ سر پر ہی اٹھائے جا رہے ہیں اتنے وزنی تو نہیں ہاتھوں پر اٹھائے جا سکتے ہیں۔ فرمایا امام غزالیؒ کے تمام علوم اور معارف حروف اور الفاظ میں اس کتاب کے اوراق پر یہ خیال آتا ہے کہ سب کے مطالعہ کی نوبت تو شاید نہ آسکے ان علوم اور معارف کو اپنے سر پر تو رکھ لوں ان کا وزن تو اپنے دماغ پر لے لوں۔

چوتھا واقعہ حاجی صاحب کے دل میں

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر

ہم آشر اکٹھا کھانا کھاتے، حاجی صاحب نہایت انکساری سے کھاتے۔ بار بار ہنکر کے الفاظ زبان پر جاری ہوتے۔ گرے ہوئے معمولی معمولی ریزے بھی اٹھا کر کھاتے اور برتن کو خوب صاف کر کے چاٹ لیتے۔ انگلیاں اچھی طرح چاٹتے۔ کھانے سے فارغ ہو کر منہ صاف کرنے لگتے تو پہلی دفعہ منہ میں ڈالا ہوا پانی باہر نہ پھینکتے، پی جاتے۔ ایک دفعہ میں نے عرض کیا حاجی صاحب یہ کیا حرکت ہے دوسرے

آدی کو کراہت ہوتی ہے۔ فرمایا میں اس لیے ایسا کرتا ہوں کہ منہ میں کھانے کے ریزے ہوتے ہیں۔ باہر پانی پھینکنے سے اللہ کی نعمت کی بے قدری ہوگی۔

میں نے عرض کیا حاجی صاحب ایسا نہ کیا کریں۔ دوسروں کی راحت کا خیال فرمایا کریں فرمایا آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔ اور پھر کبھی میرے سامنے ایسا نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے مجھے ہر طرح کی وسعت دی۔ کھانے پینے کی نعمتیں بے حساب ملیں لیکن حاجی صاحب کی صحبت کا اتنا اثر ضرور ہے کہ مجھے ایک، ایک دانہ ایک ایک قطرہ کی قدر ہے ہر وقت یہ بات مستحضر رہتی ہے کہ حق تعالیٰ کی عجیب شان ہے وہ جسے چاہیں بلا استحقاق نواز دیں۔ میری حقیقت کیا تھی ایسے بلا لائق پر رحمتوں کی بارش۔ ایک ایک دانہ کے متعلق یہ خیال آتا ہے کہ اس پر کتنی محنتیں ہوئیں۔ کیسی کیسی ہوا میں چلیں۔ بارشیں ہوئیں اور بلا محنت اس کی لذتیں مجھے عطا فرمادی گئیں۔ اتر بیڈ بوتلوں میں مہمانوں کے چھوڑے ہوئے پانی کے قطرے گرانے کو جی نہیں چاہتا۔ پی جانے کو جی چاہتا ہے لیکن خلاف عرف ہونے کی وجہ سے کسی کے سامنے ایسا نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے معمولی ریزے اور قطرے پھینکنے ہوئے دل لرزتا ہے۔

حاجی شیر محمد صاحب کا وصال اور نماز جنازہ میں شرکت سے اس نکمے کی محرومی

حاجی صاحب جب بیمار ہوتے مجھے یاد فرماتے فرماتے تمہارے آجانے سے مجھے راحت ملتی ہے۔ آخری دفعہ ۱۲ اپریل ۱۹۷۹ء کو میں عیادت کے لیے گورہ پہنچا۔ حاجی صاحب صحت بیہار تھے مجھے پہچانا نہیں۔ قرآن مجید کے عاشق تھے۔ ہزاروں بچوں کو قرآن مجید پڑھایا۔ بیہوشی میں بلند آواز سے قرآن مجید پڑھ رہے تھے۔ اگلے دن انکی اسی حالت میں ملتان واپس آگیا۔ اور کہہ آیا اگر ضرورت ہو مجھے فلاں فون نمبر پر اطلاع دیدینا ۸-۹-۷۹ اور ۲-۹-۷۹ کی درمیان شب کو حاجی صاحب کا وصال ہو گیا۔ فون کیا گیا۔ اس گھر کی ہونے فون سنا وعدہ کیا میں اطلاع کر دوں گی سو گئی اطلاع دینا بھول گئی احباب شاہین پر مجھے ساتھ لے جانے گورہ سٹیشن پر آئے، میں نہ اترا احباب چاروں طرف سے پہنچ گئے اور اس انتظار میں تھے کہ ان کا ساتھی ناکارہ نماز جنازہ پڑھائے گا اور میں اپنے گھر میں ان کی صحت کی دعائیں کر رہا تھا۔ افسوس میں نے ان کی قدر نہ پہچانی قدر اس وقت معلوم ہوئی جب وہ چلے گئے اب ہاتھ ملتا ہوں۔ روتا ہوں ان کے لیے دعائیں کرتا رہتا ہوں۔

باب سوم

حضرت کی کراماتِ معنویہ

مرشد تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ کشف و کراماتِ کمالاتِ مقصودہ میں سے نہیں نہ یہ کوئی فضیلت کی چیز ہے۔ اسی لیے "اثر السوانح" میں کشف و کرامات سے متعلق کوئی باب نہیں۔ "تفتح کشف و کرامات" کا باب ہے جب احبابِ کرام نے بعض چیدہ چیدہ واقعات ایسے بتائے جو بے تکلف کشف و کرامات کے ذیل میں مذکور ہو سکتے تھے تو حضرت اقدس نے اسکی سخت مخالفت و ممانعت فرمائی اور حلقاً فرمایا کہ مجھ کو اپنا ایک واقعہ بھی ایسا معلوم نہیں جس کو کشف و کرامات کہا جاسکے۔ ہاں انعاماتِ الہیہ میں شمار کرتے ہو تو انعامات میں شمار کرنے کی میں بھی اجازت دیتا ہوں۔ چنانچہ "اثر السوانح" میں انعاماتِ الہیہ کا باب تو آپ کو مل جائے گا لیکن کشف و کرامات کا نہیں۔

اور یہ بھی ہم نے حضرت والا سے بارہا سنا کہ جو طالب اپنے کام میں باقاعدہ مشغول ہوتا ہے وہ اپنے شیخ کی کرامتوں کے دیکھنے کا کبھی متنی نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ اپنے باطن میں اپنے شیخ کی کرامتوں کا ہر وقت مشاہدہ کرتا ہے اور واقعی اکثر کشف و کرامات کے چرچے ایسی ہی جگہ زیادہ سننے میں آتے ہیں جہاں طالبانِ دنیا کا زیادہ ہجوم ہوتا ہے۔

اور اصل بات تو یہ ہے کہ حضرت والا کے خدام نے حضرت کو کبھی اس نظر سے دیکھا ہی نہیں کیونکہ حضرت والا کے فیوض و برکات سے یہ بات ان حضرات کے اچھی طرح ذہن نشین ہو چکی تھی کہ کراماتِ معنویہ کے مقابلہ میں کراماتِ حسیہ قابلِ التفات ہی نہیں۔

تفصیل کے لئے "اثر السوانح" حصہ سوم کا باب نو ذم "تفتح کشف و کرامات" اور باب ہجتم "انعاماتِ الہیہ" ملاحظہ فرمائیں!

حضرت اقدس قدس اللہ سرہ کی برکات اور کراماتِ معنویہ جو اس نالائق نے اپنی تعلیم کے دوران ہجتم خود مشاہدہ کیں اگر طبعِ جدید میں الکا اضافہ ہو جائے تو قارئینِ کرام کو بہت دینی نفع ہوگا۔ اس لیے حسبِ اجازتِ حضرت والا "انعاماتِ الہیہ" کے ضمن میں ان کو بیان کرنے کی جرات کرتا ہوں۔ واقعاتِ عجیب و غریب ہی نہیں دلچسپ بھی ہیں اور ان واقعات سے یہ اندازہ ہو سکے گا جب میرے جیسے جاہل اور نالائق نے یہ کچھ مشاہدہ کیا تو اہل علم و استعداد اور اہل بصیرت و معرفت نے تو کیا کچھ دیکھا ہوگا؟ اللہ ہمیں چشمِ بینا دیدے۔ آمین

گذشتہ اوراق میں گذر چکا ہے کہ حضرت والا سے تعلق ہوتے ہی کس طرح زندگی کا رخ بدلا، میرے اور میری اہلیہ کے دل میں جائز و ناجائز، حلال و حرام اور اصلاحِ نفس کی فکر و امن گیر ہوئی اور احکامِ دینیہ بجالانے کی دھن پیدا ہو گئی اور اسی کی برکت سے ہماری دنیوی زندگی پر لطفِ بقی چلی گئی۔

اپنی تعلیم کے سلسلہ میں حضرت اقدس کو مخاطب کرنے میں دل کی کیا کیفیت ہوتی تھی اور حضرت والا کے ارشادات میں کچھ ایسا برقی اثر ہوتا تھا کہ الفاظ ان کے بیان سے قاصر ہیں۔ خط حوالہ ڈاک کرتے ہی دل و دماغ پر ایک فکر سوار ہو جاتی تھی اور ایک ایک جملہ کے متعلق دل کاچٹا تھا کہ یہ فقرہ اس طرح نہیں اس طرح ہونا چاہیئے تھا مواخذہ کا الگ خطہ اور اگر حضرت والا ناراض ہی ہو گئے تو کیا بنے گا؟ میرے خطوط پر چسپاں چسپاں ہیں جس فقرے کے متعلق اپنی شبہ بھی ہوتا تو چسپی پر نیا فقرہ لکھ کر ڈاک خانے جاتا تھا۔ لیٹر بکس سے خط نکھواتا۔ اس فقرہ کے اوپر لکھی ہوئی چسپی چسپاں کر کے پھر لیٹر بکس میں ڈال دیتا۔

چوتھے روز خط واپس آتا تھا۔ میں ڈاک کے وقت اکثر ڈاک خانہ میں موجود رہتا تھا۔ چسپی رساں کا انتظار نہ کرتا تھا۔ خط واپس ملنے تک دل میں تفکرات اور اندیشہ پائے دور دراز کی موجیں اٹھتی رہتیں تھیں۔ بظاہر تو یہ ایک غم تھا مگر درحقیقت یہ غم "یاد محبوب" تھی۔ ہر وقت یہ سوچ رہنے لگی تھی کہ کہیں حضرت والا ناراض نہ ہو جائیں اور حضرت والا کی ناراضگی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی صاف نظر آتی تھی۔ اس فکر میں کچھ عجیب لطف تھا۔

علاوہ ازیں حضرت والا کی یہ بھی ایک عنایت ہی تھی کہ میں کتنا جاہل، لکھنے کا سلیقہ نہیں خط "حقائق" سے بھر پور ہوتے۔ لیکن حضرت والا نے غصہ و کرم فرما کر زندگی بھر اپنے ساتھ لگائے رکھا۔ بے اختیار لب پہ آتا ہے۔

اللہ اللہ کہاں میں اور کہاں دامن اشرف

میرے مولا، یہ تیری مہربانی

صرف ایک میری ہی کیا بات ہے حضرت والا کے ساتھ تعلق پیدا ہوتے ہی ہر شخص میں فکر اصلاح پیدا ہو جاتا یقیناً حضرت والا کی بہت بڑی کرامت تھی۔ اب کچھ واقعات سنئیے:

(واقعہ نمبر ۱) میں اور میرے محسن حاجی شیر محمد صاحب مرحوم جو میرے تھانہ بھون پٹنچنے کا ذریعہ بنے تھے، میلانی افغاناں ضلع ہوشیار پور میں بالکل قریب قریب مکانوں میں رہائش پذیر تھے۔ حاجی صاحب موصوف کا مکان محلہ قصاباں میں اور میرا مکان محلہ درس والا میں تھا۔ ہمارے بالکل قریب "مسجد قصاباں" تھی اسی میں ہم نماز پڑھا کرتے تھے۔ سب نمازی ہم سے بہت محبت کرتے تھے۔ بارہ تیرہ برس انہوں نے ہمارے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ ایک روز ایک واعظ صاحب تشریف لائے۔ انہوں نے جی بھر کے ہمارے حضرات اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ کے خلاف زہر اگلا۔ اگلے ہی روز ہوا کا رخ بدل گیا۔ ایک صاحب فضل الدین نای تھے انہوں نے اس بات کا بیڑا اٹھایا کہ ان کو (یعنی ہمیں) نماز نہیں پڑھانے دے گا۔ اذان ہوتے ہی مسجد میں پہنچا تھا اور مقررہ امام کو کہتا تھا کہ چلیئے نماز پڑھائیے۔ یہ امام صاحب قرآن مجید غلط پڑھتے تھے۔ بتانے پر مان تو جاتے تھے لیکن صبح کی فکر ہرگز نہ کرتے تھے۔ اسکول میں چھٹیاں

ہوئیں تو ہم تھانہ بھون گئے حاجی شیر محمد صاحب کو مکاتبت کی اجازت تھی - ساری بات حضرت والا کی خدمت عالیہ میں لکھ کر مشورہ کی درخواست کی - حضرت والا نے تحریر فرمایا: جب امام قرآن ہی غلط پڑھتا ہے تو نماز تو برباد ہو چکی - اگر اور کوئی مسجد نہیں تو گھر پر جماعت کر لیا کرو۔

بعد نماز ظہر مجلس میں حضرت والا نے دریافت فرمایا: اگر آپ لوگ وقت مقررہ سے پہلے مسجد میں اپنی علیحدہ جماعت کر لیا کریں تو کوئی خرابی تو نہیں۔

حاجی صاحب نے عرض کیا ، حضرت ہم ہی نے یہ مسئلہ بتایا ہوا ہے کہ جس مسجد کا امام مقرر ہو اس میں دوسری جماعت نہ چاہیئے ، اگر ہم نے ایسا کیا تو وہ لوگ ہمیں طعن دیں گے اور اندیشہ فساد ہے - اس پر حضرت نے بہت ہی حسرت بھرے لہجہ میں فرمایا: دل یہ چاہتا تھا کہ تم لوگ مسجد میں نماز پڑھو لیکن اگر تمہیں کوئی مسجد نہیں سنبھالتی تو خدا کا نام لے کر گھر میں جماعت کر لیا کرو، فساد سے بچو۔

ہم تھانہ بھون سے واپس آئے - حاجی شیر محمد صاحب تو اپنے گھر دو سوہرہ تشریف لے گئے اور میں میلیں افغاناں پہنچا۔ جس وقت "مسجد قضاہاں" کے پاس سے گزر ہوا تو عصر کی اذان ہو رہی تھی - فضل الدین صاحب فوراً مسجد پہنچ گئے تاکہ اپنے امام صاحب کو ہوشیار اور خبردار کر سکیں۔

یہ عرض کر چکا ہوں کہ میری رہائش محلہ درس والا میں تھی - اس محلہ کی ایک مسجد تھی جو "درس والی مسجد" کہلاتی تھی - تقریباً آدھ فرلانگ کے فاصلہ پر واقع تھی - میرے محترم ہمسایہ جناب میاں محمد یوسف صاحب اس کے متولی اور امام تھے - میاں یوسف صاحب کے دو بیٹے ہمارے ہی اسکول کے طالب علم تھے ان میں سے ایک بعد میں مجھ سے بیعت بھی ہو گیا - یہ محلہ کبھی اہل حق کا تھا مگر اب بدعات کا اثر نفوذ کر چکا تھا۔ معاذ دل میں خیال آیا کہ حاجی شیر محمد صاحب کی واپسی تک "محلہ درس والی مسجد" میں نماز پڑھ لیا کروں - اکیلے ہونے کی وجہ سے گھر میں نماز باجماعت مشکل تھی - چنانچہ "مسجد قضاہاں" کے پاس سے گزر کر "مسجد درس والی" میں پہنچ گیا - جب جماعت کا وقت ہوا میاں محمد یوسف صاحب نے مجھے فرمایا آپ نماز پڑھائیں - میں نے نماز پڑھائی بعد نماز میاں محمد یوسف صاحب باہر چلے گئے اور میں مسجد میں ہی مغموم اور افسردگی کی حالت میں قرآن پاک پڑھنے لگا۔

پانچ سات منٹ گزرے ہوں گے ، کیا دیکھتا ہوں کہ میاں محمد یوسف صاحب مسجد کو واپس چلے آ رہے ہیں اگر میرے پاس بیٹھ گئے اور فرماتے لگے: میں ایک درخواست لے کر آیا ہوں - میں نے سنا ہے کہ مسجد قضاہاں والوں نے آپ سے بے مروتی کی ہے ہمیں اس بات کا بہت رنج ہے - آپ مدت سے ہمارے ہمسایہ ہیں - ہم نے آپ کو ، آپ نے ہم کو دیکھا ہے - ہمارے دلوں میں آپ کی محبت ہے ہمارا بھی آپ پر حق ہے - یہ مسجد بھی آپ ہی کی ہے اس مسجد میں آجائیں۔

میں حق تعالیٰ کے عجیب فضل و کرم کا مشاہدہ کر رہا تھا ہمیں اور کیا چاہیئے تھا میں نے کہا میں آپ کی محبت کا ممنون ہوں - بیشک یہ مسجد بھی ہماری ہے - ہم آئندہ ہمیں آیا کریں گے - میاں

ہمارے اور احباب بھی مسجد قضاہاں چھوڑ کر اس مسجد میں آگئے۔ چند روز بعد میاں محمد یوسف صاحب نے مجھے فرمایا کہ مروجہ رسوم کے متعلق چند ضروری باتیں مجھے سمجھا دیں۔ میں نے حضرت والا کا مکتوب گرامی "محبوب القلوب" پڑھ کر سنایا اور سمجھایا۔ فرمایا یہی ٹھیک ہے۔ پھر انہوں نے مرتے دم تک وفا کی۔

میانی افغاناں دریائے بیاس کے قریب واقع ہے۔ ایک دن سیلاب کا پانی ہمارے مکانوں اور اس درس والی مسجد کے درمیان لہریں مار رہا تھا اور ہم دونوں عشاء کی نماز کو چلے۔ مسجد قصاباں کے سامنے دس بارہ آدمی لالٹین لئے کھڑے تھے جن میں یہ فضل الدین صاحب بھی تھے، کہہ رہے تھے کہ ہم اس سیلاب میں آپ کو نہ جانے دیں گے۔ ہم سے غلطی ہوگئی ہمیں معاف فرمادیں اس مسجد میں نماز پڑھا کریں۔ ہم نے ٹکریہ ادا کیا اور محبت سے عرض کیا کہ اب اس مسجد کو چھوڑنا مناسب نہیں۔ پھر انہوں نے خوشی سے جانے کی اجازت دے دی۔

ملک تقسیم ہو جانے کے بعد فضل الدین صاحب اور ان کے ہم مسلک رفقاء سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ عجیب محبت سے ملتے تھے۔ اگر ان کی درخواست پر گھر چلا گیا تو سارے گھر والے خوشی سے پھولے نہ ساتے تھے۔ بچے بچیاں خوشی سے کودتے پھرتے تھے۔

اور بہت سے واقعات ہیں کیا کیا عرض کروں۔ حتیٰ کہ اہل بدعت کے سردار کی نماز جنازہ مجھ سے پڑھوائی گئی۔ اسی طرح ان کے ایک پیشوا نے ایک دن مجھ سے کہا کہ میں ہشتی زیور سے مسائل دیکھتا ہوں اور ایک متشدد بدعتی امام کو ایک خوش عقیدہ ڈاکٹر کے بچوں کو ٹیوشن پر ہشتی زیور پڑھاتے ہوئے میں نے خود دیکھا اللہ تعالیٰ نے حضرت والاکا دعاء قبول فرمائی اور مخالفین کے گھروں میں ہشتی زیور پہنچادیا۔۔۔۔۔

مجاہدین کے کیسپ میں ایک بدعتی نے جس نے کبھی سلام کا جواب تک نہ دیا تھا، چائے برد دعوت دی۔

بارشیں شدید ہو رہی تھیں - ایک دھوئی ہدیہ پیش کی اور کہا: "ہمارے دل تو شہادت دیتے تھے کہ آپ سچے ہیں، ہم نے ہٹ دھرمی کی۔"

یہ ساری برکات اور قوت حضرت کے تعلق ہی کی تو تھی۔

(واقعہ نمبر ۲) - میرے پہلے مکان کے کمین آجانے کی وجہ سے مجھے مکان بدلنا پڑا لیکن اسی محلہ میں ایک اور مکان مل گیا۔ مکان خوب وسیع تھا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ اس مکان والوں کو بھی باہر سے واپس آنا پڑا۔ میں نے مروت سے بالا خانہ انکو دے دیا۔ یہ لوگ عرس اور قبور پر میلوں کے دلدادہ تھے۔ جب میلوں کے دن آئے ہمارے گھر پتھر اور اینٹیں برسے لگیں۔ طرح طرح کی الزام تراشیاں ہوئیں۔ اس گھر کی مالکہ کا لڑکا رفیع اللہ قصبہ کے ذیلدار میاں محمد عبداللہ خاں کے پاس شکایت لے کر گیا۔ میاں محمد عبداللہ خاں اس کے ہم مسلک تھے۔ اس کو ان سے بڑی امید تھی۔ میاں محمد عبداللہ خاں ہم سے بھی بڑی محبت سے ملا کرتے تھے۔ میں نے سارا حال حضرت والا کو لکھا۔ دعاء کی درخواست کی اور پوچھا کہ میں اندریں حالات کیا کروں؟

حضرت والا نے تحریر فرمایا: دل سے دعاء کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ پر نظر رکھیں۔

حضرت والا کے اس ارشاد پر قلب میں خاص قوت محسوس ہوئی۔ اب مقدمہ کے سلسلہ میں ذیلدار صاحب کے پاس جانا ہوا۔ ذیلدار صاحب نے دونوں طرف کی باتیں سنیں اور فرمایا، "رفیق اللہ، یہ شخص (یعنی یہ ناچیز) جھوٹا نہیں ہے۔ تم مکان چھوڑ دو۔ جب یہ خوشی سے مکان چھوڑ دیں تم اپنے مکان میں آجانا۔ چنانچہ انہیں مکان چھوڑ کر جانا پڑا۔

اسی محلہ میں حضرت والا سے محبت رکھنے والے میرے ایک دوست نے اپنا پختہ مکان مجھے دیدیا، خود کچے کوٹھے میں چلا گیا جلد ہی میں نے وہ مکان چھوڑ دیا اور مالکہ کے حوالہ کر دیا۔

حضرت کے کچھ ارشاد فرما دینے کے بعد تمام کام کس آرام سے سرانجام ہوتے تھے دین کے ساتھ دنیا بھی بن جاتی تھی۔

(واقعہ نمبر ۳) - مروجہ رسوم میں عدم شرکت کے باعث بعض حضرات ہم سے خوش نہ تھے۔ ایک روز چھٹی ملنے پر سکول سے ہم گھر آ رہے تھے بازار میں جگہ جگہ بڑے بڑے پوسٹر چسپاں دیکھے جس میں حضرات دیوبند بالخصوص حضرت سید اسماعیل شہیدؒ اور حضرت تھانویؒ پر کفر کے فتوے تھے۔ سارے شہر میں ایک آگ سی لگ گئی۔ مخالفین نے ایک بڑے جلسے کا انتظام کیا۔ ہمیں معلوم ہوا کہ آنے والے حضرات واعظین کے قیام و طعام کا انتظام قصبہ کے رئیس اعظم میاں محمد کرار خاں نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ میاں محمد کرار خاں ہمارے حضرت والا کے محب اور معتقد تھے۔ مجھے اور حاجی شیر محمد صاحب کو تعجب گذرا۔ ہم پوچھنے گئے۔ میاں صاحب نے فرمایا: میں نے قصداً ایسا کیا ہے ان مولویوں کو تقریر سے پہلے ہی سنبھال لوں گا۔ شرپہیلانے کی ان میں ہمت نہ ہوگی آپ بے فکر رہیں۔

ابھی ہم بیٹھے تھے کہ جلسہ کے چند منتظمین بھی آگئے اور کہا میں صاحب سب کچھ آپ ہی کو کرتا ہے۔ میں صاحب نے فرمایا سب کچھ کروں گا انہیں کوئی تکلیف ہی نہ ہونے دوں گا۔ لیکن ایک بات سن لو "اشرف علی کی مخالفت کا انجام اچھا نہ ہوگا۔"

جلسہ کا دن آگیا۔ اللہ تعالیٰ کی عجیب شان دیکھی۔ طوفان بادِ باراں نے ان کے خیمے اور دیگر انتظامات درہم برہم کر دیئے۔ کئی اصحاب تو پہنچ ہی نہ سکے۔ ایک مولوی صاحب جالندھر سے آگئے۔ بارش لگاتار ہوتی رہی۔ بلا تقریر واپس ہوئے۔ لاہور کے ایک بڑے مولوی صاحب نے خرچ اتنا زیادہ طلب کیا کہ منتظمین دے نہ سکے۔

ایک پیر صاحب جو راگ ملتے تھے، جو میانی افغاناں کے ایک قری گاؤں غلڑیاں سے کچھ سال پہلے ذلیل و خوار ہو کر نکلے تھے، پہنچ گئے۔ ان کی ذلت کا قصہ یہ ہوا تھا کہ ان کے ایک مرید کی ہمشیرہ بہت حسین تھی۔ مرید کو کہا کہ اپنی بہن سے نکاح کرادو۔ وہ کسی بہانے سے ورغلا کر لے آیا۔ رات کو نکاح کیا۔ لڑکی کے گاؤں والوں کو اس فریب کا پتہ چل گیا، لالٹھیاں لے کر پہنچ گئے۔ صبح لالٹھیاں کے سایہ میں پیر صاحب نے طلاق دی اور کئی سال روپوش رہے۔ کسی کو اپنا منہ تک نہ دکھاسکے۔

خیر یہ میانی افغاناں پہنچ گئے۔ ان کے ساتھ ان کے دو بیٹے تھے جو پہلے مدرسہ خیر المدارس جالندھر میں پڑھتے تھے۔ پھر مدرسہ چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ بڑے لڑکے نے تقریر میں کوئی نامناسب بات نہیں کی۔ چھوٹا فارسی میں ایک فقرہ کہ گیا کہ ان (دیوبندیوں) کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ اب پیر صاحب کھڑے ہوئے تو صرف اتنا ارشاد فرما کر بیٹھ گئے کہ میں تقریر رات کو کروں گا اور نور کا مطلب سمجھاؤں گا۔ رات چار پائی پر بیٹھ کر تقریر فرمائی، عشاء کی نماز نہیں پڑھی اور تقریر میں ایک فقرہ یہ کہ گئے اگر یہ دونوں (احقر اور حاجی شیر محمد صاحب) تمہاری مجلسوں میں آئیں تو ان کو جوتے مار کر نکال دو۔ صبح منتظمین نے غالباً چھیاٹھ روپے پیش کئے تو یہ کہہ کر لے لیے کہ اتنے روپوں پر تو میں پیشاب بھی نہیں کرتا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ اتنے روپے ملیں گے تو ہم نہ آتے۔

قصبہ میں ان باتوں کا چرچا ہوا۔ ان کے معتقدین ہی باتیں کرتے پھرتے تھے اور گھر گھر پیر صاحب اور حضرت "کے مریدین کے اخلاق اور دینداری کا موازنہ ہو رہا تھا۔ کچھ روز بعد اسی جامع مسجد میں حضرت مولانا خیر محمد صاحب "تقریر فرما رہے تھے۔ مولانا نے فرمایا، جتنی گالیاں فلاں پیر صاحب اور ان کے بیٹوں نے ہمارے حضرات کو یا ہمیں آج تک دیں یا آجکل دے رہے ہیں یا اپنی زندگی تک آئندہ دیں گے سب معاف اور فرمایا اے اللہ ہماری وجہ سے ان پر مواخذہ نہ کیجیو۔ اگر کسی کو ہماری وجہ سے سزا بھی ہوگئی تو ہمیں کیا ملا۔۔۔؟ لیکن حضرات اتنی بات تو آپ مجھے بتادیں کیا غلڑیاں والا واقعہ وہ بھول گئے؟ پیر صاحب نے سالہا سال منہ کیوں چھپائے رکھا کیا ہمیں گالیاں دینے کی وجہ سے وہ آپ کے محبوب اور بزرگ بن گئے۔ دوستو! عقلموں کو کیا ہو گیا۔ اس کا بھی تو کچھ جواب دیجئے۔۔۔۔ مسجد میں سنا تھا۔۔۔۔۔

مولانا کی روانگی کے وقت غالباً پچیس روپے مولانا مرحوم کی خدمت میں پیش کئے گئے۔
مولانا مرحوم نے فرمایا "آٹھ آنے آتے ہوئے ریل کا کرایہ لگا آٹھ آنے والی پر لگے گا" ایک روپیہ اٹھایا
اور فرمایا "میں نے اپنا حق لے لیا" پیر صاحب اور مولانا موصوف کے اخلاق اور دینداری کا جگہ جگہ
موازنہ اور تقابلی ہو رہا تھا۔

(واقعہ نمبر ۴)۔ ہمارے حضرات اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ علیم اجمعین پر کفر کے فتوؤں کے سلسلہ میں ابھی
کشیدگی پائی جاتی تھی۔ ہمارے حامیوں کی تعداد بھی کافی تھی اور مخالفین بھی کافی تھے۔ ایک روز مجھے
بازار جانا ہوا مستری محمد ابراہیم صاحب کی دکان میں ایک صاحب احمد بخش کو دیکھا جو مستری صاحب سے
اسی سلسلہ میں باتیں کر رہا تھا۔ میں بھی اندر چلا گیا، کہہ رہا تھا: گذشتہ شب فلاں مسجد میں میٹنگ ہوئی
ڈاکٹر عبد الرحمن خاں نے فرمایا کہ ان دونوں (احقر اور حاجی شیر محمد صاحب مرحوم) کو قتل کر دو میں معاملہ
سنبھال لوں گا۔

اس پر ہمارے حامیوں نے زور دکھانے کی اجازت چاہی میں نے کہا: بالکل نہیں۔ زری اور
محبت سے کامیابی ہوگی البتہ میرا پیغام سب کو پہنچا دو کہ مجھے اپنے گھر میں بلا کر محبت سے بات سمجھو اور
سمجھا دو پھر بھی قتل ہی کرنے کو دل چاہے تو قتل کر دو۔

جذباتِ کلیہ عالم تھا کہ ان دنوں میں جدھر جاتا تھا، ہوا میں تقریر کرتا پھر رہا تھا۔ ان ہی حالات میں
عید آگئی حاجی شیر محمد صاحب مرحوم تو گھر گئے ہوئے تھے۔ نماز عید ہمیشہ اکٹھے عید گاہ میں پڑھی جاتی
تھی۔ جامع مسجد کے امام مولوی محمد صدیق صاحب جو مجھ سے بیعت تھے نماز عید پڑھایا کرتے تھے اس
دفعہ اہل بدعت نے یہ سازش کی کہ مولوی محمد صدیق صاحب کو نماز پڑھانے کی اجازت نہ دی جائے۔ وہ
عید گاہ پہنچ گئے اور امام کے مسئلے پر ان کے امام نے قبضہ جمایا۔ اس دفعہ میاں محمد کرار خاں صاحب
خلافت معمول ایک ہم خضیر کے ساتھ بڑی شان و شوکت سے آئے۔ پھولوں کے ہار لگے میں اور مکہ کے
ورد میں عید گاہ میں پہنچے۔ لوگوں نے جگہ چھوڑ دی وہ پہلی صف میں آگئے بدعتی امام کو مصلیٰ پر قابض
دیکھا تو فرمایا محمد صدیق کہاں ہے سامنے آئے۔ مولوی محمد صدیق صاحب سامنے آگئے فرمایا: صدیق تم
مقلد ہو یا غیر مقلد؟ صدیق نے عرض کیا میاں صاحب میں مقلد ہوں۔ آپ کس کی تقلید کرتے ہو؟ میاں
، ابوحنیفہؒ کی۔ تم کہلاتا تقسیم کر کے ایصالِ ثواب جائز سمجھتے ہو یا نہیں۔ میاں ، میں جائز سمجھتا ہوں۔ تم
قرآن مجید پڑھ کر ایصالِ ثواب کرتے ہو یا نہیں۔ میں ہر روز کرتا ہوں۔ فرمایا اہل السنۃ و الجماعت
اور کس کو کہتے ہیں چلو نماز پڑھاؤ۔ کوئی نہیں بولا۔ بدعتی امام نے مصلیٰ چھوڑ دیا۔ مولوی محمد صدیق نے
نماز پڑھائی نماز کے بعد۔ میں اختلاف رکھنے والوں کے درمیان تھا۔ بڑی محبت سے گلے لگا رہے تھے۔ ڈاکٹر
عبد الرحمن خاں نے بہت ہی محبت کا اظہار کیا۔ میں نے کہا ڈاکٹر صاحب ایک صاحب نے یوں مشہور کیا
کہ آپ نے فرمایا تھا کہ "ان دونوں کو قتل کر دو" فرمایا قطعاً غلط۔ مجھ پر ہتھان باندھا گیا ہے۔ سب موجود

ہیں ان سے پوچھئے میں نے تو یہ کہا تھا کہ ان کا نام شریف ہے وہ واقعی شریف ہیں۔" میں اپنے والد محترم سے زیادہ آپ کو قابل احترام سمجھتا ہوں، مجھے اس آدمی کا نام بتائیے۔ میں نے کہا میں کسی کو آپ کی نظروں سے گرانا نہیں چاہتا لیکن انہوں نے قاضا کیا میں نے نہیں بتایا۔ گھر پہنچا تو سکول کے چپڑاہی کو میرے پاس بھیجا کہ مجھے قرار نہیں آتا۔ مجھے آپ اس شخص کا نام بتادیں میں خود دیوان خانہ گیا اور پختہ وعدہ لے کر کہ اسے کچھ نہ کہا جائے گا، بتادیا کہ ان کا نام احمد بخش ہے اور وہ سامنے بیٹھے ہیں۔ فرمایا: "احمد بخش سامنے آؤ۔"

احمد بخش ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا اور کہا، "میاں مجھے معاف کردیں۔ میں نے بات بھائی تھی، حقیقت کچھ نہ تھی" فرمایا "میں وعدہ کر چکا ہوں کہ آپ کو سزا نہ دوں گا اس شرط پر درگزر کرتا ہوں کہ آئندہ اپنا منہ مجھے نہ دکھانا۔۔۔۔۔ خالص صاحب نے دیگر ضروری مسائل بھی پوچھے۔ میں نے تقریباً پندرہ بیس منٹ تقریر کی۔ فرمانے لگے "سب باتیں سچی ہیں ہمارے عقائد بھی یہی ہیں۔"

(واقعہ نمبر ۵)۔ ہمارے افسر نے اپنی ہمیشہ کو پرلھانے کے لئے مجھ سے کہا لیکن جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ وہ قریب البلوغ ہے۔ میں نے انکار کر دیا۔ اندیشہ تھا کہ وہ مجھے نکال ہی نہ دیں لیکن ایک روز مجھے کہنے لگے کہ آپ کی اسی بات نے مجھے آپ کا گرویدہ بنا دیا میں آپ کو انعام دینا چاہتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے تین مواقع پر سفارش فرمائی اور مجھے سپیشل گریڈ دلوائے۔ ایک دفعہ تو ان کی سفارش پر تنخواہ سے زائد پچیس روپے "پرسنل پے" ملی اور سالانہ ترقی بھی ملتی رہی۔ عرصہ بعد آڈیٹروں نے اعتراض کیا کہ ہر سال سالانہ ترقی ملنے پر پرسنل پے میں اتنی کمی ہوتی رہی چاہیئے تھی اور پچیس روپے ترقی ہو جانے پر "پرسنل پے" ختم ہو جانی چاہیئے تھی۔ زائد ادا کردہ رقم محکمہ میں واپس داخل کی جائے۔ مجھے حکم کیا۔ تقریباً دو ہزار روپیہ واپس دینا پڑتا تھا۔ بہت پریشان ہوا اتفاق سے ہمارے ڈپٹی ڈائریکٹر کنٹونمنٹ بورڈ معائنہ پر آگئے۔ میں ان سے ملا۔ میری اچھی کارکردگی اور عمدہ ریکارڈ سے بہت خوش ہوئے اور یہ معلوم ہو جانے پر کہ حضرت تھانویؒ سے بیعت ہوں، از حد محبت نے پیش آئے اور منظوری کے روز سے پرسنل پے کو تنخواہ میں شامل کر گئے۔ اب تنخواہ اتنی ہو گئی کہ سالانہ ترقی اس پر مزید بنتی تھی اور کئی سو روپے مجھے بتایا وصول ہوا اور جاتے ہوئے وہ ایگزیکٹو آفیسر کو یہ کہ گئے کہ ان کی کارکردگی کی وجہ سے سپیشل گریڈ کی سفارش کر کے میرے پاس بھیج چنانچہ سفارش ہوئی اور مجھے سپیشل گریڈ بھی ملا۔۔۔۔۔

آئندہ کسی موقع پر یہی ڈپٹی ڈائریکٹر دیگر حکام کے ہمراہ میرے غریب خانہ پر حضرت تھانویؒ کے مکتوبات مبارک دیکھنے آئے، بہت ذوق و شوق سے دیر تک دیکھتے رہے۔ بہت ہی متاثر اور محفوظ ہوئے ڈائریکٹر تعلیمات اور انسپکٹروں نے میری سفارش کی کہ انکی پینشنٹ برس کی عمر تک ملازمت میں توسیع کی جائے۔ چنانچہ مجھے پینشنٹ برس کی عمر تک توسیع ملی۔ یہ ساری عزت اور سب ذہنی منافع حضرت والا کے تعلق کی وجہ سے تو تھے ورنہ میں تو اس لائق نہ تھا۔

(واقعہ نمبر ۶) - میرا ایک بھتیجا سرکاری ملازم تھا۔ انہیں ملازمت سے برطرف کر دیا گیا اپیل کی وہ بھی مسترد ہو گئی۔ ظاہر میں اب کوئی صورت باقی نہ تھی۔ انتہائی پریشانی کے عالم میں میرے پاس آئے۔ میں نے حضرت والا کی خدمت میں دعاء کے لیے لکھا تو ----- تحریر فرمایا: "دل سے دعاء ہے۔"

بالکل خلاف توقع ڈیڑھ دو ماہ بعد حکم آیا، تمہاری دائر کردہ اپیل پر دوبارہ غور کیا گیا، ملازمت بحال واپس ڈیوٹی پر آجاؤ۔

(واقعہ نمبر ۷) - میرے ایک عزیز ہمارے ہی اسکول میں ٹیچر تھے۔ میری بھتیجی ان کے نکاح میں تھی۔ انہوں نے ہیڈ ماسٹر سکول کے خلاف، خلاف واقعہ جھوٹی درخواستیں دیں۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نیک دل نیک سیرت آدمی تھے اور حضرت کے انتہائی دلدادہ بہت ہی معتقد اور سچے عاشق تھے۔ تحقیقات ہوئیں تو میرے اس عزیز کا جھوٹ کھل گیا۔ ملازمت سے درخواست کر دینے کی رپورٹ ہو گئی۔ گو یہ ان کے اپنے کئے کا نتیجہ تھا لیکن بھتیجی کی پریشانی مجھ سے دیکھی نہ گئی۔ میں نے حضرت کی خدمت میں لکھا کہ حضرت والا دعاء فرمائیں تنزل وغیرہ کی کوئی سزا تنبیہ کے لئے ہو جائے بالکل یہ معزول ہونے سے بچ جائیں۔

حضرت والا نے تحریر فرمایا: اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق دیں اور نجات ہی کی صورت کر دیں۔

حکم آیا ایک سال کی ترقی بند کی جاتی ہے اور سال بعد بلا درخواست حکم آیا کہ سابقہ بند ترقی کی بحالی کی جاتی ہے۔ چنانچہ بتایا گیا۔

(واقعہ نمبر ۸) - مکتوبات اشرفیہ میں پہلے گزر چکا ہے کہ میری اہلیہ بعارضہ سرسام و نمونیہ شدید بیمار ہوئیں اور ڈیڑھ ماہ سے زیادہ بیہوش رہیں۔ ڈاکٹر، لیڈی ڈاکٹر سب ہی یہ کہتے تھے کہ یہ بچ نہیں سکتیں۔ سہیلیوں کو یہ کہتے سنا گیا کہ ہائے بن گئی ہائے بن گئی اور خود میری یہ کیفیت تھی کہ گھر سے نکلتا تھا تو خیال یہی ہوتا تھا کہ اندر سے ابھی رونے کی آواز سنائی دے گی۔ الغرض ہر طرح سے مایوسی تھی لیکن حضرت والا نے نہایت الحاح اور دلجمعی سے دعائیں دیں۔ چنانچہ ایک خط میں تحریر فرمایا: بہت دل دکھا، میرا بھی، گھر میں کا بھی، دل سے دعائے صحت کرتا ہوں۔

چنانچہ حضرت والا کی دعائیں بارگاہ رب العزت میں قبول ہوئیں۔ جو سہیلیاں یہ کہتی تھیں "ہائے بن گئی" ان کو اس نے اپنے ہاتھ سے کفن پہنائے۔

(واقعہ نمبر ۹) - میانی افغاناں سکول میں ساڑھے انیس برس میں نے پڑھایا، جب کبھی تبادلہ کی افواہ سنا حضرت والا کو دعاء کے لئے لکھ دیتا۔ حضرت والا دعاء فرماتے۔ الپیکٹر سکھ اور ہندو ہوتے۔ ہندو سکھ ماسٹروں کی رسائی بھی زیادہ ہوتی لیکن انہیں میں سے کسی کا تبادلہ ہو جاتا۔ تاہم اتنی بات ضرور تھی کہ میرا کام ہمیشہ بہت اچھا رہا۔ گو یہ بھی حضرت ہی کی برکت تھی۔ حقوق العباد کو اچھی طرح ادا کرنے کی اہمیت حضرت ہی نے بتلائی تھی۔ میرے ہوتے ہوئے دو سکھ اور ایک ہندو اور ایک مسلمان کا تبادلہ باہر ہوا۔ لیکن میں محفوظ رہا۔

اور یاد آیا کہ حاجی شیر محمد صاحب مرحوم نے ایک دفعہ مفتی محمد حسن صاحبؒ کو خط لکھا کہ حسن اتفاق سے ہم یہاں دونوں اکٹھے ہیں۔ تو مفتی صاحب نے جواباً تحریر فرمایا: ”بلکہ اللہ کے فضل سے۔“ (واقعہ نمبر ۱۰)۔ انعامات الہیہ کے سلسلہ میں جب واقعات تحریر کئے تو کافی طویل ہو گئے۔ مجھے فکر لاحق ہوئی کہ اشاعت کیلئے تو بھیج رہے ہیں اخراجات کا کیا انتظام ہوگا؟ میں نے سوچا کہ اس قصہ کو جانے ہی دو تو بہتر ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا بھی اپنے خزانہ غیب سے انتظام فرمادیا۔ عین وقت پر چند احباب کی طرف سے پیش کش ہوئی کہ ہم حق اللہ کے مصارف ادا کریں گے۔ اب مجھے اطمینان ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کو ان کی اشاعت ہی منظور ہے اور عین وقت پر اس اطلاع کا پہنچنا یقیناً انعام الہی اور تائید الہی بھی ہے۔ حقیقت میں حق تعالیٰ حضرت کی کراماتِ معنویہ کا مشاہدہ ہمیں آج تک کر رہے ہیں۔ افسوس صد افسوس ہم نے حضرت والا کی قدر نہ پہچانی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر سے دل بربز بھی ہے کہ اتنی بڑی نعمت جو بلا استحقاق باوجود نااہل ہونے کے بن مانگے ہمیں عطا فرمائی مگر معاً دل کانپنے بھی لگتا ہے کہ اگر یہ سوال ہو گیا کہ تم نے اس نعمت کی قدر کیا پہچانی تو گردن جھک جاتی ہے، ندامت میں ڈوب جاتا ہوں اور کوئی جواب نہیں بن پاتا۔



باب چہارم

اہلیہ کی حضرت حکیم الامتؒ سے مکاتبت

ساری خط و کتابت کے دوران بارہا میں نے مشاہدہ کیا کہ جس خط کے بھی لکھنے کے بعد میں ڈرتا کھپتا رہتا اس پر تو بشارتیں ملیں۔ اظہار مسرت فرمایا گیا اور جس خط پر داد کی امیدیں باندھیں، تباہ آئی، حضرت والانہض شاس تھے۔ اس سلسلہ میں بھی ایک واقعہ عرض کرتا ہوں: اہلیہ نے حضرت والا کی خدمت میں لکھا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ عام عورتوں کے نزدیک میری عزت ہو۔

جواب حضرت: "یہ تو برا ہے۔"

اس سے آگے لکھا: یہ بھی دل چاہتا ہے کہ وہ مجھے برانہ جانیں۔

جواب حضرت: عزت ہونے میں اور برانہ جانتے میں کچھ فرق ہے یا نہیں۔

آگے لکھا کہ اگر عزت چاہنا مرض ہو تو علاج ارشاد فرماویں۔

جواب حضرت: اپنے عیوب سوچا کرو تو یہ مرض جاتا رہے گا۔

اس سے اگلے خط میں پوچھا کہ میرا ذہن کام نہیں کرتا۔ حضرت بتلا دیں اپنے عیوب کس

طرح سوچا کروں۔

جواب حضرت: تبلیغ دین میں عیوب کی فہرست ہے اسکو سن کر سوچو!

میں نے تبلیغ دین اہلیہ کو سنائی اور حماقت یہ کہ ایک بہت ہی طویل مضمون لکھا جو کہ کچھ تبلیغ دین میں سے تھا اور کچھ از خود میں نے لکھا کہ اس طرح اپنے عیوب کو سوچا کروں گی۔ خط روانہ کر دیا اور میں خوش خوش منظر داد تھا۔ حضرت والا میرا مرض پہچان گئے اور تحریر فرمایا: اتنا طویل مضمون پڑھنے کی کس کو فرصت ہے اور یہ تو اظہار مرض نہیں وعظ ہے یا لیکچر ہے جس میں کاتب صاحب نے اپنی لیاقت جھٹائی ہے افسوس عقل ہی نہیں آئی۔

پھر وہ خط حضرت والا نے خواجہ صاحب کو دیا کہ پڑھ کر بتلا میں اس کا کیا مطلب ہے خواجہ صاحبؒ

نے حضرت کی تنبیہ کے نیچے ہی باجائز حضرت والا خط پر ہی تحریر فرمایا۔

احقر عزیز الحسن نے اس طویل مضمون کا مقصد حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کیا کہ اپنے عیوب کا مراقبہ اس طرح کیا کروں گا اس پر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اتنی فرصت کہاں ہے کہ یہ دیکھوں کہ یہ طویل مضمون مراقبہ کا ہے۔

احقر عرض کرتا ہے کہ اول تو حضرت کے ارشاد کا یہ مطلب نہیں تھا کہ اتنا طویل مراقبہ

تجویز کیا جائے کیونکہ حضرت نے صرف سہولت استحضار عیوب کے لئے تبلیغ دین کا مطالعہ تجویز فرمایا تھا۔ دوسرے اگر آپ کو اپنا مضمون مراقبہ اپنی اہلیہ صاحبہ کے لئے بغرض مشورہ حضرت کی خدمت میں پیش

کرتا ہی تھا تو اس کو جدا پرچہ پر لکھتے اور جلی قلم سے شروع میں بطور عنوان کے "مضمون مراقبہ برائے اہلیہ خود" یا مثل اس کے الفاظ لکھتے تاکہ حضرت بیک نظر معلوم فرمائیے اور سمجھنے میں دقت نہ ہوتی دوسرے حضرت نے اس مضمون کو سن کر یہ بھی فرمایا کہ مجھے مضمون مراقبہ کی تفصیلات سے مطلع کرنا فضول تھا۔ اجمالاً لکھ دیتے کہ دنیا کے فانی ہونے کا استحضار رکھوں گی۔ حضرت کی فرصت کا حال آپ کو خود معلوم ہے اس لئے طویل خطوط اور غیر ضروری مضامین سے آئندہ احتراز چاہیئے۔

اب حضرت والا نے ایک علیحدہ پرچہ لیا اور اس پر تنبیہ فرمائی اور غلطی سمجھائی اس پرچہ میں حضرت نے اصل نام سلطان بی بی کی بجائے برکت بی بی لکھا ہے۔ اصل نام لکھنے سے بھی احتیاط فرمائی۔ پرچہ میں عبارت کی نقل یہ ہے: برکت بی بی نے جو اوپر کی سطرس لکھی ہیں ان کا جو مقصود ہے کہ میں نے تبلیغ دین کے اس مضمون کا مراقبہ تجویز کیا ہے۔ یہ مقصود اس عبارت سے وہ شخص سمجھ سکتا ہے جس کو ایک ایک لفظ کے مطالعہ کی فرصت ہو۔ مجھ کو اتنی فرصت کہاں؟ میرے خطاب میں تو عبارت نہایت واضح ہونا چاہیئے۔ چنانچہ واضح نہ ہونے کے سبب میں اس کے مقصود کو سرسری نظر سے نہ سمجھ سکا اور خلاف مقصود سمجھ کر اس پر تنبیہ لکھ دی خواجہ صاحب سے مقصود کا پتہ لگا تو ان سے دوسرا مضمون لکھوایا۔ اس تمام تر پریشانی کا سبب مجمل عبارت ہوئی مگر وہ تو عورت ناقص العقل ہے مگر تم پر کیا آفت نازل ہوئی؟ اتنی تمیز نہ ہوئی کہ ایک کثیر المشاغل شخص کو عبارت صاف لکھنا چاہیئے۔ اسکا طریقہ یہ تھا کہ تبلیغ دین کی اس عبارت کی ایک پیشانی لکھتے۔ مثلاً یہ پیشانی ہوتی کہ "عبارت تبلیغ دین جس کا مراقبہ تجویز کیا ہے"۔ تو مغالطہ نہ ہوتا کہ یہ عبارت تمہاری ہے۔ اس لیے کہ برکت بی بی کی عبارت میں ایک جگہ یہ ہے کہ تبلیغ دین سے تمام عیوب کا حال سمجھ کر سنا ہے۔ ایک جگہ یہ ہے کہ حسب ارشاد ہر روز اپنے عیوب کو اسی طرح سوچا کروں گی۔ الخ اس میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ یہ مضمون تبلیغ دین کا ہے۔ کیا تبلیغ دین کوئی قرآن ہے کہ وہ مجھ کو حفظ یاد ہوتا۔ مجھ کو اس غلطی کے سمجھانے میں صحت تکلیف ہوئی اور سوچ سوچ کر آسان عبارت میں سمجھانے کی کوشش کی۔ خدا جانے "کوڑھ مغز صاحب" نے اب بھی سمجھا ہے یا نہیں۔ آئندہ کو دل تو چاہتا ہے کہ خط بھیجنے کی بالکل ممانعت کر دوں، بد تمیزی سے بہت تکلیف دیتے ہو۔

میری حماقت کچھ کم نہ تھی بہت ہی بھاری تھی۔ غلطی شدید ترین تھی حضرت والا کے جواب سے واضح ہے کہ حضرت کو کس قدر تکلیف ہوئی۔ حضرت کا کس قدر قیمتی وقت میں نے برباد کیا۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ حضرت نے دیا کیا ہے؟ کتنی مشقت برداشت کر کے غلطی سمجھائی ہے۔ اتنی دوسری اتنی فکر اصلاح اور کہاں ملے گی؟ اپنی کم عقلی و بیوقوفی سے جس مضمون کے لکھنے پر میں نے ایک ماہ لگایا تھا وہ حضرت کے ایک ہی فقرہ میں سارا سا گیا کہ اجمالاً اتنا لکھ دیتے کہ "دنیا کے فانی ہونے کا استحضار رکھوں گی"۔ اتنی بڑی اور سنگین غلطی لیکن معافی اگلے ہی خط میں مل گئی۔

میں نے لکھا: "حضرت کا ناراضگی کا پڑھ کر واللہ ہوش ہی ٹھکانے نہ رہے۔"

جواب حضرت: "پہلے ہی ٹھکانے نہ تھے۔"

نیچے میں نے لکھا: حضرت، آئندہ ایسی حماقت و بد تمیزی اور بے فکری و لاپرواہی پھر کبھی نہ کروں گا۔ سوچ سوچ کر مختصر اور واضح عبارت لکھا کروں گا۔

جواب حضرت: خدا تعالیٰ توفیق دے۔

میں نے لکھا: بہت ہی ندامت سے توبہ کرتا ہوں، حضرت معاف فرمادیں آئندہ کبھی ایسی حرکت سرزد نہیں ہوگی جس میں حضرت کو تکلیف ہو۔

جواب حضرت: بہت اچھا۔

جوابات بھی حضرت والا سے سن لی دل میں اتر گئی۔ ایسی اتری کہ اب وہ کسی کے کالنے سے نکل نہیں سکتی۔ عمل میں کوتاہی ہو جانا امر دیگر ہے۔

جب کبھی مجھ پر خطاب ہوا۔ میرے دل میں کبھی وسوسہ تک نہیں گذرا کہ حضرت نے سختی فرمائی ہے۔ سکول ماسٹر ہونے کا مجھے از حد نفع ہوا۔ میں سوچ لیتا تھا، میں انگریزی ماسٹر ہوں، طلباء کو ڈانٹتا بیٹھا ہوں (گو حضرت والا کی تعلیم کی برکت سے میں نے کبھی کسی بچے کے چہرے پر نہیں مارا) جب میں خود استاد ہونے کی حیثیت سے بچوں کو سخت ستکتا ہوں تو کیا حضرت والا کو اتنا حق بھی نہیں کہ ہماری حماقتوں پر زور دار الفاظ میں تنبیہ فرمائیں! خصوصاً جب کہ ہماری بھدی طبائع نرمی کی خوگر ہی نہیں۔ تو اگر ڈاکٹر کرڈی دوا تجویز کرے تو کیا اسے سخت کہنا چاہیئے؟

ترہیت اولاد کے متعلق سنہری اصول

حضرت کے بالا خانہ میں قیام کے دوران ایک دن اہلیہ اپنی بیٹی کو تنہا کمرے میں سوتا چھوڑ کر حضرت جعونی میرانی صاحبہ کے ساتھ کسی قریب کے مکان میں چلی گئی۔ حضرت گھر تشریف لائے اور دریافت فرمایا: ”بچی کو کہاں چھوڑ گئیں۔“ میرانی صاحبہ نے بتایا، ”کمرے میں سوتا چھوڑ گئیں تھیں۔“ ناراضگی سے بلند آواز میں فرمایا: تجب کی بات ہے اتنی موٹی غلطی! اہلیہ نے سن لیا، گھبرا گئی۔

دوسرے دن حضرت کو خط لکھا کہ حضرت کی ناراضگی کی فکر سے بے چین ہوں۔ حضرت نے تحریر فرمایا: ناراضگی کی بات ہی تھی اور تجب اس لیے ہوا کہ اتنی موٹی بات میں ایسی بڑی غلطی، کیا اولاد کے لئے یہ گوارا ہو سکتا ہے کہ اس کو اس طرح تنہا چھوڑا جاوے۔ خواہ دفعتاً کوئی کتا بلی آکرائیت پہنچا جاوے خواہ وہ خواب میں ڈر جاوے تو اس کا کوئی تسلی دینے والا نہ ہو۔ خواہ اتفاقاً آنکھ کھل جاوے اور تھیلی سے خوش ہو ایسے ہی اندیشہ ہوتا ہے کہ قلب و دماغ میں کوئی خلل ہو جاوے اور صدمہ اندیشے ہیں۔

آگے اہلیہ نے لکھا کہ آئندہ ایسی غلطی کبھی نہیں کروں گی۔ جواب حضرت: بس تو پھر شکایت بھی نہ ہوگی۔

آگے اہلیہ نے لکھا کہ ”اس دفعہ معاف فرماویں حضرت کی ناراضگی کی برداشت نہیں۔ جواب حضرت: میں کیا چیز ہوں، اولاد کے ایسے حقوق اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں ان کی ناراضگی کی برداشت نہ ہونا چاہیئے۔

آگے لکھا: حضرت! میری غلطیاں مجھے بتادیا کریں۔

جواب حضرت: مجھ کو خبر ہی کیا ہو سکتی ہے۔

آگے اہلیہ نے لکھا: حضرت مجھ میں خود رانی کا مرض ہے۔ حضرت علاج ارشاد فرماویں۔

جواب حضرت: صرف خود رانی ہی نہیں، نفاقیت اندیشی بھی، بے رحمی اور سنگدلی بھی، ان سب کا علاج کرو۔ ایک ایک کر کے۔ جو نہ معلوم ہو پوچھو۔

مضمون: حضرت اقدس، میں آئندہ ایسی حماقت کبھی نہ کروں گی۔ کسی بچہ کو اکیلا سوتا چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی۔ اللہ تعالیٰ کے سب حکم بجالاؤں گی ان کی ناراضگی کی برداشت نہ کروں گی۔ لیکن حضرت کی ناراضگی کے خیال سے دل بے چین ہے۔ کسی پہلو قرار نہیں۔ حضرت معاف فرمادیں۔

جواب حضرت: دل خوش ہوا کہ تم کو دین کا خیال ہے۔ میں بالکل ناراض نہیں۔ دل سے دعاء کرتا ہوں۔

آگے اہلیہ نے لکھا: اب میں حسب ارشاد ایک ایک کر کے اپنے عینوں مرضوں کا علاج کراؤں گی۔ حضرت اقدس! مجھ میں خوددائی کا مرض ہے۔ اپنی مرضی کے مطابق چلنا چاہتی ہوں، حضرت اس کا علاج ارشاد فرمائیں۔

جواب حضرت: چند روز تک ایسی عادت اختیار کرو کہ جو کام کرنا چاہو فوراً مت کرو کم از کم ماسٹر صاحب ہی سے مشورہ کر لیا کرو۔ مگر جو بالکل معمولی کام ہوں یا فوری کرنے کے ہوں وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ مضمون: اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ نکر ہے کہ حضرت مجھ سے خوش ہو گئے۔ آئندہ حسب ارشاد سوچ سمجھ کر کام کیا کروں گی اور جس طرح میرے شوہر کما کریں گے اسی طرح کیا کروں گی۔ صرف اپنی ہی رائے سے نہ کروں گی۔

جواب حضرت: جزاک اللہ تعالیٰ۔

بقیہ مضمون: حضرت اقدس، ایک مرض مجھ میں ”علاقبت اندیشی“ ہے۔ کام کرتے وقت سوچتی نہیں کہ اسکا انجام کیا ہوگا۔ بعض اوقات کام خراب ہو جاتے ہیں۔ حضرت اقدس! اس مرض کا علاج ارشاد فرمائیں۔

جواب حضرت: جب ایسی غلطی ہو جاوے ۲ رکعت نفل فوراً وضو کر کے پڑھو۔ ان شاء اللہ نفس ٹھیک ہو جائے گا۔

بقیہ مضمون: کل میں نے اپنے شوہر صاحب کی معرفت چھوٹی پیرانی صاحبہ کے ساتھ کیرانہ جانے کی اجازت لی تھی۔ پیرانی صاحبہ فرماتی ہیں کہ تمہارے شوہر کو تکلیف ہوگی اور بڑی لڑکی جس کو گھر میں چھوڑ جانے کا ارادہ ہے، اداس ہوگی، میں سمجھ گئی ہوں کہ پیرانی صاحبہ کا فرمانا ٹھیک ہے۔ اس لیے اب دوبارہ حضرت کو اطلاع کرتی ہوں کہ میں حضرت پیرانی صاحبہ کے ساتھ کیرانہ نہیں جاؤں گی۔ جواب حضرت: الحمد للہ! عاقبت اندیشی کے آثار شروع ہو گئے۔ مجھ کو یہ معطوم نہ تھا کہ بڑی لڑکی یہاں رہے گی ورنہ میں اس کو گوارا نہ کرتا۔ اب جو کچھ رائے قائم کی ہے، ٹھیک ہے۔

مضمون: حضرت اقدس، میرا ہمیرا مرض ”بے رحمی“ ابھی باقی ہے اس کا علاج ارشاد فرمادیں۔

جواب حضرت: سب بچوں کے ساتھ قصداً برتاؤ رحمدلی کا کیا کرو۔ گودل میں رحم نہ ہو۔ اس برتاؤ سے خود بخود مادہ رحم کا پیدا ہو جاوے گا۔

بقیہ مضمون: حضرت اقدس دل چاہتا ہے کہ کبھی کبھی حضرات پیرانی صاحبہ کو خط لکھ کر خیریت کا پتہ منگوایا کروں۔ حضرت مناسب خیال فرمادیں تو اجازت فرمادیں۔

جواب حضرت: کچھ حرج نہیں۔

بقیہ مضمون: اگر اجازت ہو جاوے تو میں جو بھی خط پیرانی صاحبہ لکھوں گی اپنے شوہر کی اجازت سے لکھوں گی لیکن اس پر میرے شوہر کے دستخط نہ ہوں گے البتہ واپس آنے والے نفاذ پر پتہ میرے شوہر کا ہوگا۔

حضرت ارشاد فرمادیں کہ آیا یہ دونوں باتیں مناسب ہیں؟

جواب حضرت: بالکل مناسب - میں تمہاری تہذیب سے بہت خوش ہوا ہوں -

بقیہ مضمون: تھلہ بھون جانے والے لعافہ پر پتہ "بھومت چھوٹی پیرانی صاحبہ معرفت حضرت اقدس ہوگا۔"

جواب حضرت: "یہی صورت ہو۔"

مضمون: حضرت اقدس! میں اور میرے شوہر اپنے گھر میں بہت خوش رہتے ہیں - شاید ہی کبھی غمی

آئے - حضرت اقدس ارشاد فرمادیں کہ زیادہ خوش رہنا مرض تو نہیں؟

جواب حضرت: نہیں - بلکہ ٹھک رہے مگر اس شرط سے کہ اپنے کو اس نعت کا مستحق نہ سمجھیں۔

مضمون: حضرت اقدس! مجھے آج تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت نہیں ہوئی - حضرت

کی جوتیوں کے صدقہ سے اتنی بات سمجھتی ہوں کہ یہ غیر اختیاری بات ہے اس پر رنج نہ چاہیئے مگر دل میں

رہ رہ کر یہ خیال آتا ہے جس چیز کی محبت غالب ہوتی ہے خواب میں کبھی نہ کبھی وہ چیز نظر آتی جلتی

ہے۔

جواب حضرت: اس دعوے کی کیا دلیل ہے۔

بقیہ مضمون: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ ہونے سے اپنی محبت کی کمی کا بہت شہہ رہتا ہے۔

جواب حضرت: اس کی کیا دلیل؟

بقیہ مضمون: اس لئے دل پر بہت بوجھ رہتا ہے کہ زیارت سے محروم کیوں ہے؟

جواب حضرت والا: اس کا کون ذمہ دار ہو سکتا ہے اور کیا اس سے کوئی مصیبت لازم آئی؟ اس کا بھی وہی

جواب جو پہلی حالت کے متعلق لکھا گیا ہے۔ آئندہ اگر ایسی جمالت کا خط آیا، جواب نہ ملے گا۔

خط اہلیہ: مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضرت بڑی پیرانی صاحبہ کے بھتیجے کا نکاح ہے دل چاہتا ہے کہ حضرت

پیرانی صاحبہ کو کچھ حدیہ دوں تاکہ اپنے بھتیجے کو کوئی چیز رومال وغیرہ لے دیں۔

جواب حضرت: میری طرف سے ممانعت نہیں لیکن انہوں نے دینی تعلق سے کسی سے نہیں لیا۔ اس لئے

میں دخل نہیں دیتا۔ اگر تمہارا دل چاہے تو خود ان کے نام خط بھیج کر پوچھ لو۔ میں ہر طرح راضی ہوں۔

اس کے بعد اہلیہ نے حضرت بڑی پیرانی صاحبہ کی خدمت میں حدیہ بھیجنے کی اجازت کا خط لکھا۔

جواب حضرت بڑی پیرانی صاحبہ بیٹی! ایسے موقع پر میں لیا نہیں کرتی، دیا کرتی ہوں۔

خط اہلیہ: ذکر آہستہ آواز سے کروں یا اتنی آواز سے کر لیا کروں کہ میرے شوہر سن لیں۔

جواب حضرت: اتنے کا مضائقہ نہیں مگر شوق میں آواز نہ بڑھ جائے۔

مضمون: چاہیئے تو یہ تھا کہ بیماری کے بعد عبرت ہوئی مگر میں تو بھول بھول جاتی ہوں۔

جواب حضرت: یہ غفلت مذموم نہیں۔

مضمون: ارشاد فرمادیں کہ مجھے کس طرح یاد رہا کرے تاکہ اشرف وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزرے۔

جواب حضرت: یاد کی تمنا اور کسی پر حسرت یہ بھی یاد کی ایک قسم ہے۔

مضمون: مصحف کی حالت میں جب تک ذکر باقعدہ شروع نہ ہو اس وقت تک میں اپنا وقت کس طرح صرف کروں کہ میری توجہ اللہ کی طرف رہے۔

جواب حضرت: دل میں لا الہ الا اللہ یا استغفر پر ڈھتی رہو۔

مضمون: اگر کوئی بڑے گھر کی عورت یا اپنے ماں باپ کے گاہن کی مجھ سے ملنے کے لئے آوے یا مجھے بلاوے اور میرے کپڑے زیادہ میلے ہوں تو نفس اس بات کو برداشت نہیں کرتا کہ اس پر اگندہ حالت میں ملوں۔ زیادہ بن ٹھن کر تو نہیں ملتی البتہ صاف کپڑے پہن لیتی ہوں۔ نفس بلند بناتا ہے کہ ذلت سے بچنا تو مشروع ہے اور نیت بھی ذلت سے بچنے ہی کی کرتی ہوں۔ لیکن نیت میں کھوٹ کی آمیزش نظر آتی ہے۔ عام حالات میں یہی معلوم ہوتا ہے کہ عزت کی خواہش نہیں لیکن جب کوئی ایسا موقع ملنے کا آتا ہے تو نفس ذلت سے بچنے کی مکاری کر کے دھلے ہوئے کپڑے پہنا دیتا ہے۔ کچھ پتہ نہیں لگتا کہ یہ ذلت سے بچنا ہے یا عزت کی خواہش ہے۔ حضرت اقدس! اگر میری یہ حالت بری ہو تو علاج ارشاد فرمادیں۔ حضرت کے ارشاد پر دل و جان سے عمل کروں گی۔

جواب حضرت: اگر زیادہ زینت کے کپڑے موجود ہوں جو مثلاً عیدین میں پہنے جاتے۔ اور باوجود اس کے پھر معمولی مگر صاف کپڑے پہنے جاویں تو یہ مکاری نہیں اور سوال اسی حالت کا ہے۔

اہلیہ کے کچھ اور خطوط پر حضرت کے ارشادات نافعہ

مضمون: حضرت اقدس کئی عورتیں گھر میں ایسی آجاتی ہیں جو اپنے آپ ہی دوسروں کی غیبت اور چغلی کرنا شروع کر دیتی ہیں۔ میں غیبت سے بچتی ہوں مگر ان کو روکنے کا حوصلہ نہیں ہوتا کہ یہ ناراض ہو جائیں گی۔ حضرت اقدس ارشاد فرمائیں کہ اس گناہ سے کس طرح بچوں؟

جواب حضرت والا! کسی بلند سے اٹھ جایا کرو اور اگر کبھی اس کا بھی موقع نہ ہو تو دل سے برا سمجھا کرو۔ مضمون: فی الحال میں نے قصد السہیل سے مشغول عالی کا دستور العمل شروع کر دیا ہے اطلاعاً عرض ہے۔ جواب: یہ تو وظائف ہیں تھوڑے بھی کفنی ہیں بڑی چیز احکام کا اتباع اور اعمال کی اصلاح ہے۔

مضمون: حضرت اقدس مجھ میں غصہ زیادہ ہے بچوں کو غصہ میں ملاتی ہوں۔ حضرت اقدس علاج ارشاد فرمائیں؟

جواب: غصہ حق پر آتا ہے یا ناحق اور شق اول پر بقدر حق آتا ہے یا زیادہ اور صرف غصہ ہی آتا ہے یا غصہ پر عمل بھی ہوتا ہے اس عمل کی مثال بھی لکھو؟

مضمون: حضرت اقدس اللہ کے فضل سے ناحق غصہ تو نہیں آتا حق پر آتا ہے مثلاً چھوٹی لڑکی نے مٹی کھلی یا کسی بچہ نے جھوٹ بولا یا کسی کی چیز اٹھالی یا کوئی لڑکی ٹکے سر باہر چلی گئی یا کوئی لڑکی شرارت

کرے یا سبق یاد نہ کرے تب مارتی ہوں۔ مارتے وقت کمر پر تین چار تھپڑ کبھی پانچ مارتی ہوں۔ مارتے وقت غصہ بہت ہوتا ہے بعد میں رنج ہوتا ہے کہ زیادہ مارا گیا۔

جواب: دو سے زیادہ مت مارو، باقی سب ٹھیک ہے اور صرف کمر پر مارو اور گھونرہ اور لکڑی مت مارو۔

مضمون: حضرت اقدس نماز میں اور قرآن شریف پڑھتے وقت کئی طرح کے خیالات دل میں آجاتے ہیں۔ ان کو دور کرنے کی کوشش پر بھی آتے رہتے ہیں۔ حضرت اقدس یہ خیالات کس طرح دور ہوں؟

جواب: جو خیال بلا ارادہ آوے وہ مضر نہیں۔ کچھ پرواہ نہ کرو۔

مضمون: یہ بھی ارشاد فرماویں کہ یہ گنہگار کیا کرے۔ جس سے نماز اور قرآن پڑھتے وقت خوب دل لگے۔۔۔؟

جواب: اپنی طرف سے لگاؤ۔ پھر خواہ لگے یا نہ لگے ثواب میں کمی نہ ہوگی۔

مضمون: حضرت اقدس میری حالت بڑی ردى ہے۔ اندھیرے کرے یا کوٹھڑی میں جانے سے بھی بہت ڈر لگتا ہے۔ شوہر گھر میں نہ ہوں تو اکیلی رسنے میں سخت ڈر لگتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ تقدیر پر پورا ایمان اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہیں ہے۔ حضرت اقدس ارشاد فرمائیں کہ یہ دونوں باتیں کس طرح حاصل ہوں؟

جواب: تہب ہے ایسی موٹی بات میں غلطی۔۔۔۔ کیا طبعی خوف دلیل ہے تقدیر پر ایمان ضعیف ہونے کی؟ اپنے شوہر سے سمجھ لیتا۔

مضمون: حضرت اقدس مجھے دین کا شوق بہت کم ہے۔ عورتوں کا دل تو بہت نرم ہوتا ہے مگر مجھے رونا بھی نہیں آتا۔ وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ میں جاہل ہوں۔ جائز ناجائز تو دیکھ لیتی ہوں مگر جوش اور زیادہ شوق نہیں ہے۔ حضرت اقدس مجھے دین کا شوق کس طرح زیادہ ہو؟

جواب: شوق عقلی مقصود ہے شوق طبعی مقصود ہی نہیں اور جوش تو بعض اوقات صحت کو یا عمل کو مضر ہو جاتا ہے خاص کر عورتوں میں یوجہ ضعیف قلب کے۔ بس یہ دعا کیا کرو کہ اتنا شوق عطا ہو جائے جس سے عمل دین ہوتا رہے۔

مضمون: حضرت اقدس اب میں ذکر بارہ تسبیح اور عامی مشغول کا دستور العمل کر رہی ہوں۔

جواب: مگر ضرب نہ لگاتا۔

مضمون: حضرت اقدس کیا اتنی آواز سے ذکر کر لوں کہ میرے شوہر سن لیں۔

جواب: اتنے کا مضائقہ نہیں لیکن شوق میں آواز بڑھ نہ جائے۔

مضمون: حضرت اقدس! میں ذکر بارہ تسبیح کیا کرتی ہوں۔ آجکل تھانہ بھون کے قیام میں فرصت کچھ زیادہ ہے۔ اگر حضرت اقدس مناسب خیال فرمائیں تو کوئی وظیفہ مدت قیام کے لئے برمھا دیں۔

جواب: بارہ تسبیح کے اجزاء میں سے جس جزو سے زیادہ دلچسپی ہو اس کی مقدار بوقت فرصت برمھالیں۔ سب سے زیادہ نافع ہوتا ہے۔

مضمون: حضرت مدت سے دل چاہتا ہے کہ حضور میں کچھ ہدیہ پیش کروں مگر ڈرتی تھی کہ حضرت عذر نہ

فرماویں۔ ان دنوں قضاہ بہت ہے۔ میں نے اپنے جہیز کی کڑاہی ڈیڑھ روپے کو بچی ہے۔ مقصود صرف یہ ہے کہ حضرت کا دل خوش ہو اور کوئی غرض نہیں ہے۔ اگر حضرت اقدس مناسب خیال فرمائیں تو اجازت فرماویں تاکہ میں ڈیڑھ روپیہ اپنے شوہر کے ہاتھ حضرت اقدس کو بھیج دوں۔
جواب: خوشی سے لے لوں گا۔ تمہارے خلوص پر قلب شادت دیتا ہے۔ ہدیہ میں اصل انتظار اسی کا ہوتا ہے۔ سب قواعد اس انتظار کی تحقیق کے لئے ہیں۔

مضمون: ایک مرض یہ ہے کہ جب کوئی مجھے بغیر میرے قصور کے برا کہتی ہے تو وہ مجھے اچھی نہیں لگتی۔ نقصان تو کوئی نہیں پہنچتی اور کچھ دن بعد بلا بھی لیتی ہوں لیکن دل رکھتا رہتا ہے کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔
جواب: یہ مرض نہیں اقتضائے طبع ہے لیکن اس کی بھی ایک حد ہے سو وہ حدود تم خود ادا کر دیتی ہو اتنا اور خیال رکھو کہ یہ مدت ناراضگی کی عین دن سنے بڑھنے نہ پائے۔

مضمون: حضرت نے دریافت فرمایا ہے کہ اپنی عبادات یا کسی خوبی کے کسی پر ظاہر ہونے کے وقت جو دل پھولتا ہے اس کا اثر کسی اعتقاد یا عمل میں ہوتا ہے یا نہیں۔

حضرت اقدس اور تو کوئی اثر معلوم نہیں ہوتا البتہ ایک ہوتا ہے وہ یہ کہ جب کوئی عورت مجھ سے کوئی مسئلہ پوچھے اگر بالکل نہ آتا ہو تو کہہ دیتی ہوں کہ اپنے شوہر سے پوچھ کر بتلاؤ گی مگر اس وقت اپنی لاعلمی ظاہر کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔

جواب: مگر اس شرم پر عمل تو نہیں ہوتا یعنی یہ تو نہیں ہوتا کہ شرم کے مارے اپنے جمل کو پوشیدہ کر لیں یا مسئلہ غلط بتلا دیں۔

مضمون: اگر آتا ہو تو بتاتی ہوں اور بتانے کے وقت دل میں شیخی سی ہوتی ہے کہ میں جانتی ہوں اور اسے بتا رہی ہوں۔

جواب: جب دل میں شیخی پیدا ہو اپنے محبوب کو مستحضر کر لو اور یہ بھی ہمیشہ نظر رکھو کہ اگر اللہ تعالیٰ سلب کر لے تو میں کیا کر سکتی ہوں۔ لیکن یہ علم میرا کمال نہیں محض عطائے حق ہے۔

مضمون: حضرت کسی کے مسئلہ پوچھنے پر شرم کے مارے اپنے جمل کو پوشیدہ نہیں کرتی۔ اور مسئلہ غلط نہیں بتاتی۔ کہہ دیتی ہوں کہ اپنے شوہر سے پوچھ کر بتلاؤ گی۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ مسئلہ آجانے پر دل میں بہت خوشی ہوتی ہے اور نہ آنے کی صورت میں شرمساری ہوتی ہے۔

جواب: یہ مرض نہیں تغیر طبعی ہے جس پر ملامت نہیں۔

مضمون: حضرت اقدس عام حالتوں میں تو میں اپنے آپ میں دین کا شوق اور بہت جوش نہیں پاتی مگر جب کسی سے باتیں کرتی ہوں تو زیادہ جوش معلوم ہوتا ہے اس سے شبہ ریا کا ہوتا ہے اور اگر نماز میں یہ معلوم ہو جاوے کہ حضرت اقدس مجھے دیکھ رہے ہیں تو ایسے وقت یقیناً ہمیشہ کی نسبت زیادہ بن ٹھن کے نماز پڑھوں کہ حضرت مجھ سے خوش ہوں کیونکہ حضرت کی خوشی بڑی نعمت ہے۔ اس سے بھی شبہ ریا کا ہوتا

ہے۔ حضرت اقدس اگر یہ صورتیں ریا ہوں تو علاج ارشاد فرماویں۔ حضرت آج وطن جانے کا ارادہ بھی ہے۔ ہمارے لئے دعاء بھی فرماویں۔

جواب: ریا ایسی سستی نہیں ریا موقوف ہے قصد پر اور یہ حال اور خیال بلا قصد ہے اس لئے ریا نہیں البتہ دوسری صورت میں فوراً یہ خیال کر لیا جاوے کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں پھر اگر پہلا خیال بھی آوے تو مضر نہیں۔ باقی دعاء کرتا ہوں۔

مضمون: حضرت اقدس نماز میں اچھی طرح دل نہیں لگتا یہی جی چاہتا ہے کہ جلد فارغ ہو جاؤں اسی طرح دعائیں بھی ہوتا ہے جلدی سے دعا ختم کر دیتی ہوں۔ دیر تک دعاء مانگنے میں طبیعت گھبراتی ہے۔ حضرت ارشاد فرمائیں کہ نماز اور دعا میں دل کس طرح لگاؤں۔

جواب: بتکلف لگاؤ خواہ لگے یا نہ لگے۔ بتکرار ایسا کرنے سے لگنے لگے گا۔

مضمون: میری ہمسایہ نیک بیبیاں ہیں۔ حضرت نے ان کے گھر جانے کی مجھے اجازت فرمائی تھی چنانچہ جاتی رہی۔ اب ایک بات یہ پیش آئی کہ جب ان گھروں میں کوئی نئی عورت مکان آتی ہے تو دل میں بہت تقاضا ہوتا ہے کہ اس کو دیکھوں اور جب پتہ لگ جائے کہ گھر میں کوئی مرد نہیں تو کوٹھے پر چڑھ کر یا کسی اور طریقہ سے اسے دیکھ ہی لیتی ہوں۔ اس طرح دس بیس منٹ بائیں کرنے بھی لگ جاتے ہیں۔ اگر حضرت اقدس اجازت فرماویں تو دیکھ لیا کروں ورنہ چھوڑ دوں۔

جواب: ایک بار نفس کی موافقت کرو، ایک بار مخالفت اور بائیں گناہ کی یا فضول مت کرو اور ملنے کے وقت اچھے کپڑے مت پہنو۔

مضمون: میں نے حضرت والا کو لکھا تھا کہ بعض دفعہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دل میں ایمان ہی نہیں دل میں کئی شک معلوم ہوتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا تھا۔ "اس شک کو برا سمجھتی ہو یا نہیں۔"

مضمون: حضرت برا تو سمجھتی ہوں لیکن پھر بھی یہ خیالات دور نہیں ہوتے اور دل کرکھتا رہتا ہے۔ حضرت اقدس ان دوسووں کا علاج ارشاد فرمائیں۔

جواب: یہی علاج ہے کہ اسکی پرواہ نہ کرو نہ ادھر توجہ کرو نہ جلباً نہ سلباً۔

مضمون: حضرت اقدس اس قصبہ میں دروازوں پر سوالی بہت آتے ہیں کئی دھول بجاتے آتے ہیں کوئی ریچھ نچاتے آتے ہیں اور مانگتے پھرتے ہیں اکثر ان میں طاقتور نوجوان ہوتے ہیں اور بعض کمزور اور معذور بھی ہوتے ہیں۔ پھر بعض تھوڑی چیز لیتے نہیں اصرار کرتے ہیں زیادہ چاہتے ہیں۔ میں بچوں کے ہاتھ خیرات بھیجتی ہوں لیکن بعض کو دیتے ہوئے طبیعت رکتی ہے اور انکار کرنے سے بھی رکتی ہے۔ حضرت ارشاد فرمائیں میں کس کو خیرات دوں اور کس کو نہ دوں؟ اور اگر عذر کرتا ہو تو کیا کروں ان کو انکار کی اطلاع کروں یا خاموش بیٹھی رہوں کہ مایوس ہو کر چلے جائیں۔

جواب: جو قرآن سے سنے کئے معلوم ہوں اور پیشہ کے طور پر سوال کرتے ہوں انکو مت دو مگر جواب بھی

سخت مت دوزی سے کہہ دو کہ میں چیزوں کی مالک نہیں میں نہیں دے سکتی ---

مضمون: حضرت اقدس میری ایک سوتیلی لڑکی ہے۔ کو تاہوں پر بعض دفعہ اسے مارتی ہوں۔ ایک دو دفعہ اسے چوٹ آگئی۔ میں نے لکڑی سے مارا۔ پھر ندامت ہوئی۔ توبہ کر لی۔ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی دل پر تقاضا تھا کہ لڑکی سے بھی معافی مانگوں لیکن یہ خیال آیا کہ اس سے وہ اور زیادہ بگڑے گی۔ اثر اچھا نہ ہوگا حضرت ارشاد فرمائیں کہ اس کا تدارک کس طرح کروں ---؟

جواب: اس کے ساتھ ایسا برتاؤ کرو کہ وہ خوش ہو جائے۔

مضمون: حضرت اقدس تھانہ بھون میں بیہیاں تنگ پانچے کا پاجامہ پہنتی ہیں۔ مگر پنجاب میں بڑے پانچے کا پاجامہ پہننے کا عام رواج ہے۔ کوئی اسکو برا نہیں سمجھتا۔ حضرت ارشاد فرمائیں کیا بڑے پانچے کا پاجامہ پہن لیا کروں؟

جواب: جب عام عادت ہو گئی ہو کہ دیکھنے والوں کو کھٹک نہ ہوتی ہو کہ یہ بددین لوگوں کی وضع ہے ایسی حالت میں جائز ہے۔

مضمون: حضرت اقدس ارشاد فرمادیں کہ دل پر بوجھ ڈال کر اور طبیعت کو مجبور کر کے کسی ایسی عورت کی خدمت کرنا جس کی بدتمیزیوں کی وجہ سے تکلیفیں پہنچی ہوں۔ خلافِ خلوص تو نہیں؟

جواب: نہیں بلکہ مجاہدہ ہے جس میں زیادہ اجر ہے۔

مضمون: حضرت اقدس ہمارے قصبہ میں طاعون کا زور ہے۔ ڈاکٹر، سپاہی، چوکیدار نہ قصبہ کے لوگوں کو کسی اور گاؤں میں جانے دیتے ہیں نہ باہر سے لوگوں کو قصبہ میں آنے دیتے ہیں البتہ قصبہ کے لوگ باہر کھیتوں اور باغوں میں جا جا کر رہنے لگے ہیں۔ ہم سب اپنے گھر ہی میں ہیں اور اللہ کے فضل سے دل میں ہر طرح قرار ہے لیکن پھر بھی کسی وقت طبیعت گھبرا جاتی ہے۔ حضرت اقدس دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ قصبہ سے بیماری کو دور فرمادیں۔ اور ہمارے گھر کے سب آدمیوں کو بھی طاعون سے محفوظ رکھیں۔

جواب: دل سے دعا کرتا ہوں مگر دعا کے لئے اس طویل قصہ کے لکھنے کی کیا ضرورت تھی خواہ مخواہ اپنا اور میرا وقت برباد کیا۔

مضمون: حضرت اقدس میں نے بلا ضرورت دعا کے لئے طویل قصہ لکھا اور حضرت کا وقت برباد کیا میں بہت ہی بے وقوف ہوں۔

جواب: واقعی،

حضرت دعا فرمائیں میرا خاتمہ ایمان پر ہو جائے۔

جواب: دعا کرتا ہوں۔

مضمون: حضرت اقدس میرے ابا جان کا اچانک انتقال ہو گیا۔ صدمہ کی شدت کی وجہ سے میرے ہوش ٹھکانے نہ رہے۔ میں آواز سے روئی، نماز میں کچھ دیر ہو گئی، اونچی آواز سے روئی عجیب بے صبری تھی

بعد میں اپنی حرکت پر ندامت ہوئی، حضرت والا دعا فرمادیں اللہ تعالیٰ مجھے صبر کی توفیق دیں۔

جواب: اللہ تعالیٰ صبر دے۔ لیکن بلا اختیار آواز نکل جانا خلاف صبر نہیں۔

مضمون: حضرت والا میرے والد صاحب کے لئے مغفرت کی دعا فرمادیں۔

جواب: اللھم اغفر لہ اللھم ارحمہ

مضمون: حضرت دعا فرمائیں پوری طرح دین پر چلنے کی اللہ تعالیٰ ہمت دیں۔

جواب: آمین۔

مضمون: اور میرے گناہوں کو معاف فرمادیں۔

جواب: آمین۔

مضمون: میں اللہ کے فضل سے تہجد پڑھتی ہوں۔ لیکن چھوٹا بچہ اس وقت جاگ پڑتا ہے اور روتا ہے۔

ایک خط میں حضرت نے بچے کو روتا ہوا چھوڑ کر تہجد پڑھنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ بچے کے رونے کی

وجہ سے کثرت سے ناغہ ہونے لگے ہیں۔ جب بچہ نہیں روتا پڑھ لیتی ہوں۔ لیکن موقع کم ملتا ہے۔

حضرت ارشاد فرمائیں کہ اسی طرح کرتی رہوں یا عشاء کے ساتھ تہجد کے نفل پڑھ لیا کروں۔

جواب: ضرور ایسا ہی کیا جاوے اور اگر کسی روز موقع مل جاوے آخر رات میں بھی پڑھ لیں۔

حضرت بڑی پیرانی صاحبہ کی نوازش

ایک دفعہ میری اہلیہ حضرت بڑی پیرانی صاحبہ کے ہاں مہمان ہوئیں۔ پیرانی صاحبہ نے اپنے

خادم نیاز کو بھیج کر خانقاہ میں مجھے کلا بھجوا کہ آپ بھی ہمارے مہمان ہوں گے۔ چنانچہ ایک ہفتہ ہم بڑی

پیرانی صاحبہ کے مہمان رہے۔ خوب کھانے کھائے۔ عجیب پیرکت کھانے تھے۔ واہی کے وقت حضرت

پیرانی صاحبہ نے دست مبارک سے خود روٹیاں پکا کر ہمارا نقش کیرے بحر دیا۔ دوسرے خانہ میں سالن اور

حمیرے خانہ میں پیڑے بھر دیئے۔ ہم مسلسل کئی روز کھاتے رہے۔

تھانہ بھون سے وطن واہی سے قبل اہلیہ نے خط کے ذریعے حضرت والا سے بڑی پیرانی

صاحبہ کو دو روپے دینے کی اجازت لی اور دو روپے پیرانی صاحبہ کی خدمت میں پیش کئے۔ حضرت پیرانی

صاحبہ نے روپے قبول فرما کر فرمایا: میں نے روپے لے لئے، اب اپنی طرف سے میں نے تمہاری بیٹی کو

دے دیئے۔ ایک دفعہ پیرانی صاحبہ کے بھتیجے کی شادی پر ہدیہ دینا چاہا تو فرمایا: بیٹی میں دیا کرتی ہوں یا نہیں

کرتی۔



باب پنجم

حضرتؑ کے کچھ ملفوظات وارشادات

فرمایا میں سڑک کے کنارے چلتا تھا۔ درمیان میں نہ چلتا تھا، اگر پیچھے سے کوئی بھنگی بھی آگیا تو بہتر رستہ میں نے اس کے لئے چھوڑا کہ اس کا حق میری نسبت زیادہ ہے حتیٰ کہ ٹانگوں کی کمزوری کے باعث ایک دفعہ میں ہالی میں گر گیا۔ پھر میں نے اپنے آپ کو معذور جانا اور سڑک کے بیچ میں چلنے لگا۔ حضرت بیمار اور کمزور تھے۔ خادم حضرت کو گاڑی میں بٹھا کر خانقاہ کی طرف لا رہا تھا۔ راستے میں ایک بھنگی سڑک صاف کر رہا تھا، گرد بہت اڑ رہی تھی۔ خادم نے بھنگی سے کہا۔ ذرا ٹھہر جائیے، حضرت گزر جائیں۔ حضرت نے سن لیا، فرمایا وہ شخص اپنا فرض منصبی ادا کر رہا ہے۔ اس کو فرض منصبی ادا کرنے سے روکتے ہو۔ مجھے فرعون بنانا چاہتے ہو۔

ایک دفعہ بعد نماز ظہر مجلس میں میں ایسے وقت پہنچا کہ پنکھا کھینچنے والے صاحب ابھی آئے نہ تھے۔ میں حضرت کے پاؤں کے قریب بیٹھا تھا۔ میرے پاس تولیہ تھا۔ حضرت کے پاؤں مبارک پر کوئی مکھی بیٹھتی تو میں تولیہ سے اڑا دیتا۔ دو تین بار ایسا کرنے پر حضرت نے تحمل فرمایا۔ پھر میں نے ایسا کیا تو فرمایا۔۔۔ مکھی مکھی تو کوئی ایسی لڑتی نہیں البتہ صورت ہے محدودیت کی سی کہ ایک شخص خدمت لے رہا ہے اور دوسرا خدمت کر رہا ہے مناسب نہیں، تولیہ میرے ہاتھ سے جھوٹ گیا۔

جن حضرات کو حاضری کے وقت مکاتبت کی اجازت ہوتی تھی ان کے خطوط کا جواب حضرت نماز فجر کے بعد تحریر فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن خطوط کو پہنچانے والا خادم موجود نہ تھا۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا حضرت اگر اجازت ہو خط میں پہنچا دوں۔ فرمایا سب خطوط میسر پر کے ہیں انکو مسجد کے میسر پر رکھ دیجئے لیکن نیچے اوپر نہ رکھئے۔ جدا جدا رکھئے اس طرح کہ ہر خط کا پتہ اوپر ہوتا کہ دیکھتے ہی پہچان جائیں کہ فلاں خط میرا ہے ان کو دھونڈنے کی تکلیف نہ ہو۔ غور فرمائیے حضرت کو کسی کی اتنی تکلیف بھی گوارا نہ تھی۔ قدر حضرت کی اس وقت معلوم ہوتی ہے جب دوسروں سے معاملات پڑتے ہیں اور گھنٹوں انتظار کی تکلیف ہوتی ہے۔

دسمبر کا مہینہ تھا سردی شدید تھی۔ تراویح کی جماعت ہونے لگی۔ مفتی محمد حسن صاحبؒ مسجد کے اندر پہلی صف میں تھے حضرتؑ مسجد کے باہر پچھلی صف میں تھے۔ مفتی صاحب نے آواز بلند عرض کیا حضرت باہر سردی بہت ہے میں اپنی جگہ خوشی سے آپ کو دینا چاہتا ہوں، اندر تشریف لے آئیں فرمایا نہیں اس سے میرے جسم کو تو راحت ملے گی روح کو تکلیف ہوگی۔

میں اور میری اہلیہ حضرت کے چھوٹے گھر کے بالا خانے میں رہتے تھے۔ تھانہ بھون میں مسلم خواتین ایک گھر سے دوسرے گھر میں ڈولیوں میں جاتی تھیں۔ میری اہلیہ کو بھی بڑی پیرانی صاحبہ کو

ملنے کے لئے بڑے گھر جانا ہوتا تھا۔ ایک دن میں نے حضرت سے عرض کیا۔ حضرت بعض دفعہ ڈھل کے انتظار میں بہت تکلیف ہوتی ہے۔ بڑی پیرانی صاحب کا گھر دور تو ہے نہیں اگر حضرت اجازت فرمائیں تو اہلیہ برقع پہن کر پیدل بڑے گھر چلی جایا کریں۔

فرمایا: کچھ حرج نہیں لیکن برقع میلا پہن کر جایا کریں۔

فرمایا: نیند مجھے کم آتی ہے۔ رات کو بھی کفنڈ پنسل میرے سرہانے رستے میں اللہ تعالیٰ کوئی نیا علم عطا فرماتے ہیں تو اسی وقت لکھ لیتا ہوں دل کے بوجھ کو کفنڈ پر اتار دیتا ہوں پھر سوتا ہوں۔۔۔۔۔ تھانہ بھون کے ریلوے سٹیشن کا نام تھانہ بھون ٹاؤن تھا۔۔۔۔۔ فرمایا، ٹاؤن پر پون گھنٹہ پہلے چلے جانا چاہیئے۔

سجدہ کے وقت کھجور کی چٹائی سے انگلی مبارک پر کلٹا چھہ جانے سے ذرہ سا خون نکلا اپنی کچھ پر عمل نہیں فرمایا۔ مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی اور مفتی عبدالکریم صاحب کو دکھایا کہ خون بہا تو نہیں جب دونوں نے تسلی فرمائی کہ خون بہا نہیں اور وضو نہیں ٹوٹا تو نماز نہیں لوٹائی۔۔۔۔۔

ایک اجازت یافتہ کا خط حضرت کی خدمت میں آیا، لکھا تھا حضرت میری دو بیویاں ہیں آپس میں لڑتی ہیں بہت تکلیف ہوتی ہے۔ حضرت میں کیا کروں؟
تحریر فرمایا:۔۔۔۔۔ خود عدل اور ان کی بے عدلی پر صبر،

ایک اور اجازت یافتہ کا خط حضرت کی خدمت میں آیا، لکھا تھا۔ حضرت میری اہلیہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ میری اہلیہ مجھے اس قدر محبوب تھی کہ مجھے اس کی جدائی کا تحمل نہیں۔ مجھے کسی پہلو قرار نہیں اب میرے لئے دنیا اندھیر ہے حضرت کوئی علاج ارشاد فرمائیں جس سے میرے دل کو قرار ہو، مجھے آرام نہیں آتا۔

حضرت نے تحریر فرمایا: دنیا آرام کا گھر ہی نہیں۔ ہمارا اصل گھر آخرت ہے اصل آرام وہیں ملے گا۔ یہاں ہر تکلیف کے لئے تیار رہنا چاہیئے اور جس تکلیف سے آخرت بنتی ہو اس کا تحمل کرنا چاہیئے۔

جب یہ خط ان صاحب کو پہنچا تو حضرت کی خدمت میں لکھا کہ خط حضرت کا مل گیا۔ حضرت کے تجویز فرمودہ علاج کو پڑھا ایک جادو اور شومترا تھ گیا۔ غم کے سب بادل چھٹ گئے دل کو قرار آ گیا۔۔۔۔۔ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ خط پڑھا تو فرمایا حکیم صاحب کے اس خط سے مجھے بے حد خوشی ہوئی ہے۔

حضرت کے یہ خلیفہ حکیم عبدالخالق صاحب میرے ہم وطن بے تکلف دوست تھے حضرت کا وصال ہو گیا اور حکیم صاحب کو ایک شدید مرض لاحق ہوا۔ پیشاب بند اور پیشاب کرنے کا بار بار تھانا۔ فرماتے تھے جب پیشاب کرنے بیٹھتا ہوں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ جسم پر دیکھا انگارہ رکھا ہوا ہے۔ آپریشن ناکام ہوا۔ زخم بند کیا وہی انگارہ کی کیفیت عود کر آئی۔ زخم کھول دیا گیا۔ ڈاکٹروں نے جواب دے

ایک دن میں حکیم صاحب کی عیادت کو گیا تکلیف بہت تھی میں نے عرض کیا حکیم صاحب حضرت کا وہ خط یاد کیجئے جس کے جواب میں آپ نے لکھا کہ جادو اور شومطر مل گیا ہے کیا اس ارشاد سے تسلی نہیں ہوتی ---؟ اس پر حکیم صاحب روئے اور فرمایا ہائے افسوس حضرت بھی چلے گئے۔ اگر زندہ ہوتے میں اپنی تکلیف کی اطلاع کرتا حضرت تسلی دیتے وءاء فرماتے میرے دل کو سکون ملتا، اب وہ بات بھی نہ رہی۔

ایک معابد اور مخالف کا حضرت کی خدمت میں خط آیا لکھا تھا ---- حضرت میں نے گستاخیاں کیں ، حضرت کو برا بھلا کہا اب وبال دیکھ رہا ہوں دل کا چین رخصت ہو گیا، میں تباہ ہو گیا۔ حضرت میں توبہ کرتا ہوں ۔ اللہ مجھے معاف فرمادیو بس اور مجھے بیعت فرمالیں ۔ حضرت نے مجلس میں جواب سنایا ----
تحریر فرمایا تھا ۔

جب کوئی شخص مجھے برا بھلا کہتا ہے میں اسی وقت معاف کر دیتا ہوں اور یہ دعا کرتا ہوں ----
اے اللہ میری وجہ سے کسی کو سزا نہ دیجو ، میں نے سب معاف کر دیا اور اگر معاف بھی نہ کروں تو
حاصل کیا ہے مان لو کہ اسے سزا ہوگئی تو مجھے کیا ملا اور معاف کر دینے میں اجر کی امید ہے اپنی کوتاہیوں
کی معافی ملنے کی امید ہے اور کیا میں کسی دشمن کو بھی آگ میں جلتا ہوا دیکھ سکوں گا اور تعلق خاص سے
انکار کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس شخص کو مجھ سے نفع نہیں ہو سکتا جب بھی توجہ کروں گا اس کی گالیاں یاد آکر
قلب میں تکدر پیدا ہوگا اور تکدر کی صورت میں مرید کو نفع نہیں ہوتا میں چاہتا ہوں کہ یہ تعلق بیعت
ایسے مصلح سے ہو جن کا قلب ان کے بارے میں صاف ہو تاکہ ان کو نفع ہو اس قطع تعلق میں بھی ان
ہی کا نفع مقصود ہے ۔

ایک صاحب نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا حضرت مجھ پر مصائب اور حوادث آتے آتے ہیں کہ اگر خود کشی جائز ہوتی تو میں یقیناً گریختا۔ فرمایا اگر مصائب اور حوادث کوئی بری چیز ہوتے تو حق تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کے لئے پسند نہ فرماتے۔ لگتا تو عافیت ہی جائیے لیکن اگر کوئی مصیبت

آجائے تو رضا بالقضا چاہیئے اللہ تعالیٰ کے حاکم اور حکیم ہونے کا یقین رکھے اور ان ہی پر نظر رکھے۔
 ایک مرتبہ فرمایا اگر مسلمانوں کی کوئی مصیبت کھانا کھانے سے پہلے یاد آجاتی ہے تو میری
 بھوک اڑجاتی ہے اگر نیند سے پہلے یاد آجاتی ہے۔ نیند اڑجاتی ہے۔ ترکوں پر ایک دفعہ مصیبت آئی تھی
 فرمایا میں لقمہ منہ میں رکھتا ہوں مجھ سے لگتا نہیں جاتا۔ یہ بھی فرمایا کہ یہ طریق بہت نازک ہے اس بات
 سے بھی ڈر لگتا ہے اگر اللہ تعالیٰ یہ فرماوے کہ ہر بات مرضی کے مطابق ہو رہی تھی رضا بالقضا کیوں نہ تھی
 اتنا صدمہ کیوں کھینچا تھا اس سے بھی ڈر لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ فرماوے کہ مسلمانوں پر مصیبت آئی تھی
 صدمہ کیوں نہیں ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہی حفظ حدود پر قائم رکھیں تو آدمی قائم رہ سکتا ہے۔

ایک مرتبہ فرمایا۔۔۔۔۔ جب میں باہر سفر پر جاتا ہوں اور اپنے بھائیوں کی بڑی بڑی عمارت دیکھتا
 ہوں تو دل خوش ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ذہنی نعمتوں سے بھی محروم نہیں فرمایا ہے۔
 ایک مرتبہ فرمایا۔۔۔۔۔ کہ میں روزہ سے ہوں اور میں بقیہ کتا ہوں کہ دنیا میں مجھے اپنے آپ
 سے زیادہ ذلیل کوئی شخص نظر نہیں آتا۔ ایک مرتبہ یہ بھی فرمایا کہ میں اپنے آپ کو ہر مسلمان سے فی
 الحال اور ہر کافر سے فی الحال کتر جانتا ہوں۔
 ایک مرتبہ فرمایا۔۔۔۔۔

اس بات سے ڈر لگتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ فرمائیں کہ تم لوگوں کی چھوٹی چھوٹی غلطیاں پکڑا
 کرتے تھے آج ہم تمہیں تمہاری غلطیاں بتائیں تو نامعلوم ٹھکانا کہاں ہو؟
 فرمایا۔۔۔۔۔ گنہگار ایمان کی مثال گدے پانی کی سی ہے۔ گدلا پانی پینے کے لائق تو نہیں ہوتا
 لیکن پیاس سے مرتے ہوئے آدمی کی جان کو تو بچا ہی لیتا ہے۔ اور کفر کی مثال پیشاب کی سی ہے خواہ
 کیسا خوشنارنگ ہو لیکن وہ پانی کا کام نہیں دے سکتا۔ پیاس سے مرتے ہوئے آدمی کی جان نہیں بچا سکتا۔۔۔۔۔
 فرمایا میں پہلے خود اصول کی پابندی کرتا ہوں پھر دوسروں کو اصول کا پابند ہونے کو کہتا ہوں۔

حضرت کا پابندی اصول کا ایک واقعہ: میری آخری حاضری کے دنوں میں حضرت بہت بیمار تھے۔
 ہر روز ظہر کی نماز کے بعد حضرت کا خادم اعلان کرتا تھا کہ ممانوں کو ملاقات کی اجازت ہوگی یا نہیں میری
 حاضری کے پہلے دو دن اعلان ہوا کہ حضرت کو تکلیف زیادہ ہے ملاقات نہ ہو سکے گی۔ پھر ایک دن اعلان
 ہوا کہ آج حضرت خانقاہ تشریف لائیں گے۔ ہماری خوشی کی کوئی حد نہ تھی، تھوڑی دیر بعد حضرت خانقاہ
 کے دروازے پر گاڑی سے اترے اور خادم عبدالستار کا بازو پکڑے پہلے مولانا شبیر علی صاحب کے پاس کتب
 خانہ میں تشریف لے گئے میں بھیجیں منٹ بعد عبدالستار کا ہاتھ تھامے۔ درمی میں تشریف لائے
 حضرت ہانپ رہے تھے سانس اکھڑا ہوا تھا۔ جب سانس کچھ ٹھکانے ہوا تو فرمایا۔ میری زیادہ راحت کی
 جگہ یہی خانقاہ اور۔۔۔ درمی ہے لیکن کیا کروں اب معذور ہو گیا ہوں۔ پھر فرمایا زندگی بھر جب بھی مجھے
 کسی سے کوئی ذاتی کام پڑا میں خود اس کے پاس گیا اس کو بلایا نہیں، شبیر علی مجھے تھے ہیں۔ بیٹوں کی طرح

میں نے ان کو پایا ہے جلتار ہیں ان سے بھی جب مجھے کوئی ذاتی کام پڑا میں خود ان کے پاس گیا ہوں اگر وہ میرے پاس کسی اپنے کام کے لئے آئے ہوئے ہوتے اور مجھے اپنا کام ان سے متعلق ہوتا میں نے کبھی انکو اپنا کام نہیں بتلایا جب وہ اپنی جگہ پر چلے جاتے خود ان کے پاس جاتا۔ ایک دفعہ بھی اسکے خلاف نہیں کیا۔ یہ بھی دل میں خیال آتا تھا کہ ان کے آنے پر اگر ان کو اپنا کام بتلایا تو شاید ان کے دل میں خیال آئے کہ جب بھی پاس جاتے ہیں کوئی کام ذمہ لگاوا جاتا ہے۔ آج بھی مجھے ان سے اپنا ذاتی کام تھا۔ اپنے اصول کے خلاف ہمت نہ ہوئی خود ان کے پاس آیا ہوں۔

اندازہ فرمائیں حضرت کو کتنی تکلیف ہے معاملہ بھی جاں نثار بیٹے سے ہے۔ لیکن اپنے اصول کے خلاف ان کو پاس آنے کی تکلیف نہیں دیتے خود تکلیف برداشت فرماتے ہیں۔

گھنٹہ پون گھنٹہ بعد حضرت دولت خانہ تشریف لے گئے۔ طبیعت مبارک بہت ہی نازک تھی۔ جب حضرت گاڑی سے اترے عبدالستار نے اپنا ہاتھ حضرت کی طرف بڑھایا۔ بازو پر کا کپڑا اوپر چڑھا ہوا تھا۔ حضرت کا ہاتھ نگے بازو پر آیا، فرمایا کپڑا جلدی نیچے کرو تمہارے بازو کی گرمی کا مجھے تحمل نہیں

مولانا شبیر علی صاحب حضرت کے مزاج شناس تھے استقبال کے لئے اٹھے نہیں۔ حضرت خود پاس جا کر بیٹھ گئے۔ جب حضرت سردی میں تشریف لائے سب خدام پہلے ہی وہاں بیٹھے ہوئے تھے اور چشم براہ تھے وہ بھی کھڑے نہیں ہوئے سب کو معلوم تھا کہ حضرت کو ان تکلفات سے تکلیف ہوتی ہے۔ حضرت سے ابتدائی تعلق کا ایک واقعہ: تقسیم ملک سے پہلے اسکول میانی ضلع ہوشیار پور کے اپنے طلباء کو میں نے کہہ رکھا تھا کہ مجھ میں کوئی عیب یا غلطی دیکھو تو مجھے بتا دیا کرو، میں خوش ہوں گا۔ ایک دن آٹھویں جماعت کا ایک لڑکا رام پرکاش اٹھا اور کہنے لگا آپ میں ایک عیب ہے میں نے پوچھا کیا۔؟ کہنے لگا آپ میں غلٹ کا مرض ہے۔ بعض اوقات بغیر سوچے جلدی میں آپ ایسا کام کر جاتے ہیں جس کا انجام اچھا نہیں ہوتا پھر پچھتاتے ہیں۔ میں نے اس سے پیار کیا، شکریہ ادا کیا اقرار کیا کہ واقعی مجھ میں یہ مرض ہے اور اصلاح کا وعدہ کیا۔ اسی جماعت کے ایک طالب علم کا نام نثار احمد تھا۔ میں نے ایک دن اسے اچانک پوچھا تو کس پر نثار ہے فوراً بولا، احمد پر۔۔۔۔۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔۔۔ رام پرکاش اور نثار احمد مجھے اب تک یاد ہیں۔۔۔۔۔ باقی سب بھول گئے۔

اسی طرح کٹونمنٹ بورڈ سکول ملتان چھائی کے طلباء کو میں نے کہا ہوا تھا کہ کوئی عیب مجھ میں دیکھو تو مجھے بتا دیا کریں۔ میں نے ہمیشہ جماعت میں کھڑے ہو کر پڑھایا ہے ایک دن پڑھاتے پڑھاتے میں ایک ڈیسک پر بیٹھ گیا۔ ایک لڑکا فوراً اٹھا اور کہنے لگا ڈیسک کے اوپر نہ بیٹھئے اس کے اندر قرآن مجید کے سپارے ہیں اوپر بیٹھنا خلافِ ادب ہے۔ میں فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور بچے کو پیار کیا۔ ایک اور عجیب واقعہ: ایک دن حضرت نے فرمایا، محبت بھی عجیب چیز ہے ایک صاحب یہاں آئے تھے

کہتے تھے یہاں کے بیت الخلاء اور پیشاب خانہ سے خوشبو آتی ہے فرمایا محبت نے بدلو کو خوشبو کر دیا۔ محبت عجیب چیز ہے۔ عجیب بات ہے کہ اس دن سے مجھے بھی خانقاہ کے بیت الخلاء اور پیشاب خانہ سے خوشبو محسوس ہونے لگی۔

اسی طرح امرود مجھے پسند نہ تھا ایک دن حضرت نے فرمایا، امرود اچھا پھل ہے، اسی دن سے امرود مجھے مرغوب ہو گیا۔ پھر سہارن پور اور تھانہ بھون کے امرود خوب کھائے آج تک امرود مرغوب ہے۔

فرمایا، لوگ صاف بات نہیں کہتے مجھے تغیر ہوتا ہے اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ گو ذکر اللہ کی توفیق نہ ہو لیکن دل یہ چاہتا ہے کہ اگر آدمی ذکر کرنا چاہے تو موانع تو نہ رہیں، فوراً فارغ ہونے کو دل چاہتا ہے۔

فرمایا، جو کچھ میں رات کو زیر ناف پہنتا ہوں اس کو اس طاق سے جس میں قرآن مجید رکھے ہوتے ہیں اونچا نہیں لٹکاتا۔

ایک صاحب کا حضرت کی خدمت میں خط آیا، لکھا تھا میں حضرت سے بیعت ہوں۔ میری بیوی ایک اور پیر سے بیعت ہے وہ میر صاحب بے محلہ گھر میں آتے ہیں۔ میری بیوی ان سے پردہ نہیں کرتی۔ بہت سمجھایا نہیں ناپتی۔ حضرت ایسی بیوی کے متعلق کیا حکم ہے؟ فرمایا: کتیا ہے۔

آگے پوچھا تھا کہ ایسے پیر کے متعلق کیا حکم ہے؟

تحریر فرمایا: ہرگز جائز نہیں کہ ایسے پیر سے بیعت کی جائے۔

فرمایا: جب گھر کے لوگ نہیں ہوتے اور صبح کو ملازم کے ساتھ گھر سے باہر جانا ضروری ہوتا ہے تو ملازم کے بیدار ہونے کے بعد میں قصداً کسی کام میں مشغول ہو جاتا ہوں تاکہ وہ اطمینان سے اپنی ضروریات سے فارغ ہو لے اور میرا ارادہ اور انتظار دیکھ کر اس کو عجلت اور گھبراہٹ نہ ہو۔۔۔۔

میں اپنے ضروری کام خود کر لیتا ہوں نہ گھر والوں کو اور نہ ملازم کو کسی طرح کی تکلیف دیتا ہوں اور نہ اپنا ایسا کام کسی پر منحصر کرتا ہوں کہ اس کے پورا ہونے کے لئے مجھے انتظار کرنا پڑے۔ مجبوری اور معذوری کی اور بات ہے مجھے خود اپنی اور دوسروں کی فراغتِ قلب بہت عزیز ہے۔ ملازموں کو بھی تنخواہ توقیر کے ساتھ دیتا ہوں۔ ان کے سامنے رکھ دیتا ہوں۔ پھینک کر نہیں دیتا جیسا کہ متکبرین کا شعار ہے۔

فرمایا: میں عذر کی حالت میں عزیمت کے بجائے رخصت پر عمل کرنا زیادہ پسند کرتا ہوں۔

اس میں اپنے عجز کا احساس ہوتا ہے اور ایسا نہ کرنے سے عجب پیدا ہو جانے کا اندیشہ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی ناقدری معلوم ہوتی ہے۔ فرماتے تھے کہ میں رویہ کو کبھی بائیں ہاتھ میں نہیں لیتا اور کبھی

جوتا وغیرہ واسنے ہاتھ میں نہیں لیتا۔

فرمایا: کہ جب راستہ پر چلتا ہوں تو اچھا راستہ دوسروں کے لئے چھوڑ دیتا ہوں اس معاملہ میں مولیشیوں تک کی رعایت کرتا ہوں۔

فرمایا: کہ نوکروں کو دو کام ایک ساتھ نہیں بتاتا پہلے ایک بتاتا ہوں جب اس سے فراغت ہو جاتی ہے پھر دوسرا بتاتا ہوں تاکہ ایکدم بار نہ پڑے اور یاد رکھنے کی زحمت نہ ہو یاد رکھنے کی زحمت کو خود برداشت کرتا ہوں ان پر بوجھ نہیں ڈالتا اگر کوئی کام الجھن کا ہوتا ہے تو اس میں خود بھی شریک ہو جاتا ہوں۔ تاکہ انہیں کچھ سہولت ہو جائے۔۔۔۔

ایک صاحب اپنا مکان فروخت کرنا چاہتے تھے۔ حضرت بھی اس مکان کو خریدنا چاہتے تھے اور خریدنے کا انتظام فرما رہے تھے۔ اتفاق سے وہ صاحب حضرت ہی کی خدمت میں مشورہ کے لئے پہنچ گئے کہ مکان فروخت کروں یا نہ کروں فرمایا جائیداد فروخت کرنا اچھا نہیں بعض دفعہ ایسی تکلیفیں پیش آتی ہیں جن کا تحمل نہیں ہو سکتا میرا مشورہ یہی ہے کہ مکان فروخت نہ کرو اپنے نفع کی حضرت نے پرواہ نہ کی مشورہ وہی دیا جس میں دوسرے کا نفع تھا۔

تحریکات کے زمانہ میں بعض مفتریوں نے حجت اثبات آپ پر بلندے۔ مولانا عبدالجبار دریا آبادی نے حضرت کو لکھا کہ میں اپنے پرچہ "حج" میں ان بے بنیاد اثبات کی رد کر رہا ہوں حضرت بھی کوئی تحریر لکھ دیں تو لوگ سوء ظن کے گناہ سے بچ جائیں۔

جواب حضرت والا: یہ آپ کی محبت ہے مگر مجھ کو طبعاً اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ اس اتمام میں نہ ان کا ضرر نہ میرا۔ بلکہ جواب دینے میں ان کا یہ ضرر ہے کہ اب تو وہ اتمام میں معذور ہیں اور جب وہ جواب پر مطلع ہو کر قبول نہ کریں گے تو عامی ہونگے تو ایک مسلمان کو عامی بنانا کیا فائدہ (سیرت اشرف ص ۲۷۳) فرمایا: کہ جو لوگ خلاف حق کسی کام میں مبتلا ہوں انکا خلاف کرنا چاہیئے لیکن بدگمانی اور بدزبانی سے احتراز لازم ہے کہ اس میں اپنا ضرر ہے۔

فرمایا: کہ ذلت در حقیقت عرض حاجت ہے۔ پھٹے کپڑے ٹوٹے جوتے پہننا پوش ہونا ذلت نہیں۔ ارشاد فرمایا: کہ ہر کام میں آسان اور مختصر راستہ اختیار کرنا چاہیئے بے وجہ تطویل و مشقت میں پرہیز عقل کے بھی خلاف ہے اور سنت کے بھی۔ آنحضرتؐ کو حق تعالیٰ نے وہ قوت و ہمت عطا فرمائی تھی کہ آپ اپنی ذات پر جس قدر چاہتے مشقت فرما سکتے تھے اور بالکل عزیمت پر عمل فرما سکتے تھے مگر اس کے باوجود عادت شریعہ یہ تھی کہ جب آپ کو دو کاموں میں اختیار دیا گیا ہمیشہ وہ کام اختیار فرمایا جو سہل و آسان ہو۔ اس کی حکمت یہ تھی کہ امت متبع سنت ہو سکے اور فضلاء امت سنت سے محروم نہ رہیں اور انکو یہ غم نہ ہو کہ ہم صوم رو گئے۔ ظاہر ہے کہ توکل و زہد و قناعت آنحضرتؐ سے زیادہ کس کو حاصل ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود پیروں کے لئے سال بھر کا غلہ جمع فرما دیتے تھے تاکہ امت کو تنگی نہ ہو۔

ایک صاحب کا تذکرہ تھا فرمایا کہ دیندار آدمی تھے مگر ایک کمی تھی کہ اپنے آپ کو دیندار سمجھتے تھے۔ ضرورت اس کی تھی کہ اپنے کو متاویز۔

فرمایا: علامہ سلیمان ندوی تشریف لائے فرمایا مجھے کچھ نصیحت کیجئے، میں حیران تھا کہ اتنے بڑے علامہ کو کیا نصیحت کروں۔ مگر ذہن میں یہی آیا۔ میں نے کہا مولانا اس طریق کا حاصل یہ ہے کہ اپنے آپ کو مثلاً چاہیئے۔ سلیمان ندوی رُونے لگے۔

فرمایا: میں الحمد للہ کبھی طبیعت کو عقل پر غالب آنے نہیں دیتا اور کبھی عقل کو شریعت پر غالب آنے نہیں دیتا۔

فرمایا: اللہ تعالیٰ کی چھوٹی چھوٹی نعمتوں کی بھی میرے دل میں بڑی قدر رہتی ہے کفن کے ٹکڑے سی تاکا وغیرہ معمولی چیزیں اٹھا کر محفوظ کر لیتا ہوں۔ وقت پر ان کا کام میں آجاتا بڑی راحت کا سبب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی جس نعمت کے اجزائے کثیرہ اپنی ضرورت اور لذت پوری ہوتی ہو اس کے اجزائے قلیلہ کو تلف کرتے ہوئے میرا دل لرزتا ہے۔

فرمایا: جب کوئی شخص دینی یا دنیاوی غرض سے میرے پاس آتا ہے تو بفضلہ تعالیٰ میں جلد از جلد اس کو فارغ اور مطمئن کر دیتا ہوں۔ میں خود کسی امر میں دھت انتظار برداشت نہیں کر سکتا اور نہ دوسرے کو اپنی طرف سے منظر رکھنا گوارا کرتا ہوں۔

خطوط کے جواب روز کے روز تحریر کر دیتا ہوں تاکہ مکتوب الیہ کو زحمت انتظار نہ ہو۔ فرمایا: میں یہ تو نہیں کہتا کہ ہر وقت ذکر اللہ میں مشغول رہتا ہوں مگر قلب کو اسکے لئے فراغ ضرور رکھنا چاہتا ہوں۔

فرمایا: پر تکلف اور قیمتی لباس مجھے کبھی پسند نہیں رہا ہمیشہ سادہ لباس پہنا مگر صاف ستھرا رہنے کا ہمیشہ طبعاً اہتمام رہا۔

یہ ناچیز اور حاجی شیر محمد صاحب خانقاہ میں موجود تھے حضرت خواجہ صاحب تشریف لائے اور فرمایا، حضرت فرما رہے ہیں کہ ایک مضمون نقل کروانا ہے اگر تم نقل کر دو تم دونوں میں سے ہر ایک کو چھ آنے فی گھنٹہ اجرت ملے گی۔ ہم نے عرض کیا کہ ہم بلا اجرت ہی خوشی سے نقل کر دیں گے۔ خواجہ صاحب نے ہمارا جواب حضرت کو پہنچایا اور واپس تشریف لا کر فرمایا کہ حضرت نے فرمایا ہے کہ ہم بلا اجرت نقل نہیں کروائیں گے کسی اور سے اجرت دے کر نقل کروائیں گے۔ ہم نے عرض کیا کہ اگر حضرت کی خوشی اجرت دینے ہی میں ہے ہم اجرت لے لیں گے۔ پھر ہم نے مضمون نقل کیا۔ جتنا وقت صرف ہوا اور جتنی اجرت بنی ہم نے لکھ کر بھیج دیا۔ اتنی رقم حضرت نے بھیج دی ہم نے لے لی۔ یاد پڑتا ہے کہ خواجہ صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت نے فرمایا ہے ان دونوں کا خط اچھا ہے۔

دو ماہ قیام کی اجازت کے سلسلہ میں حضرتؒ کی عجیب و غریب تعلیمات

میرا مضمون خط نمبر: ۷۰ حضرت والا----- تین چار ماہ تک دو ماہ قیام کی نیت سے معہ اہلیہ حاضر خدمت اقدس ہونا چاہتا ہوں۔ اجازت فرمادیں تاکہ حصول رخصت اور دیگر انتظامات کی کوشش شروع کروں۔

جواب حضرت والا: مہینہ کا نام لکھنا چاہیئے تھا اور اس مدت کی آغاز کی تاریخ۔ تیسرے چوتھے مہینے کا میں کہاں حساب کرتا پھر وہ اور نام اور تاریخ بھی اسلامی ماہ کے مطابق اور ایک یہ لکھنا ضروری ہے کہ کوئی بچہ بھی ہمراہ ہوگا یا نہیں اور کتنا بڑا۔

مضمون: حضرت اقدس یہ ناچیز انشاء اللہ تعالیٰ ایک ماہ کی رخصت لے کر شروع شروع ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ میں مع اہلیہ حاضر خدمت ہوگا۔ دو بچیاں ایک ساڑھے سات سالہ اور ایک صرف ایک سالہ ہمراہ ہوگی اور ذیقعدہ کا مہینہ تھا۔ بھون رہ کر شروع ڈی الحجہ میں ایک ہفتہ کے لئے تنہا سکول واپس آجائے گا اور اہلیہ تھانہ بھون ہی رہیں گی۔ پھر ایک ماہ کی سرکاری تعطیلات میں واپس حاضر خدمت ہو جائے گا۔ اگر حضرت والا اہلیہ اور بچوں کو اکیلا چھوڑنا پسند نہ فرمائیے تو انکو ساتھ ہی وطن لیتا آؤں گا اور ساتھ ہی دوبارہ تھانہ بھون لے آؤں گا حضرت اقدس اجازت فرمادیں تاکہ رخصت حاصل کرنے کی کوشش کروں۔

جواب حضرت والا: اب ہوا مکمل مضمون۔ اس وقت تو سب اجزاء منظور ہیں۔ ایک ہفتہ کے لئے وہ بچاری کہاں جائے گی اگر انکو پسند ہوں ہمارے گھر رہیں۔ باقی بہتر یہ ہے کہ نصف شوال پر پھر مع اس خط کے دوبارہ بھی تھنق کر لیا جاوے۔

مضمون: حسب اجازت حضرت اقدس یہ ناچیز مع اہلیہ اور دو بچیوں ساڑھے سات سالہ دوسری ایک سالہ کے انشاء اللہ ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ کو پونے گیارہ بجے تھانہ بھون اترے گا۔ دو ماہ قیام ہوگا۔ ایک ماہ بعد ایک ہفتہ کے لئے وطن واپس آئے گا اور بچے وہیں رہیں گے کرایہ کے مکان کا حضرت انتظام فرمادیں۔

جواب حضرت والا: بہتر، یہاں اگر اول ہمارے چھوٹے مکان میں زنانہ سواری اتاریں پھر اطمینان سے مکان کرایہ کا تجویز کر لیا جائے گا اور جب آپ ایک ہفتہ کے لئے وطن جاویں گے اس ہفتہ میں اگر آپ دونوں آدمی کی مرضی ہوگی وہ ہمارے گھر میں مقیم رہیں گی۔

مضمون: حضرت اقدس اگر مناسب خیال فرمادیں۔ دوران قیام مکاتبت اور مخاطبت کی اجازت فرمادیں۔

جواب حضرت والا: اجازت ہے یہ پرچہ دکھلا دیا جائے۔

مضمون: حضرت اقدس! اہلیہ بھی مکاتبت کی اجازت چاہتی ہے۔

جواب حضرت والا: اجازت ہے مگر دونوں آدمی ایک پرچہ میں نہ لکھیں۔

مضمون: اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آج وہ دن نصیب ہوا جس کے لئے دل ترس رہا تھا۔ آج ہم اپنے آپ کو حضور کے دولت خانہ میں پاتے ہیں حضور کی جوتیوں میں پڑے رہنا بہت ہی بڑی سعادت ہے اور یہ اتنی بڑی دولت مل گئی۔ اللہ تعالیٰ حضور کو جزائے خیر دیں۔

جواب حضرت والا: یہ آپ کی محبت ہے یہ رقعہ جس وقت لے اسی وقت دس منٹ کے لئے مجھے ملیں۔ مکان کے متعلق ضروری مشورہ دوں گا۔

میں حاضر خدمت اقدس ہو گیا۔

حضرت اقدس نے فرمایا: آزادی اس میں رہے گی کہ آپ کرایہ کا مکان لے لیں اور کرایہ کا مکان آسانی سے مل سکتا ہے لیکن ہمارے چھوٹے گھر کی بیٹھک کے اوپر کا بالا خانہ اتفاق سے ان دنوں خالی ہے اگر دل چاہے وہ مل سکتا ہے۔ میں نے عرض کیا دل یہ چاہتا ہے کہ اہلیہ حضرت پیرانی صاحبہ کے قریب رہیں۔ فرمایا۔ بخوشی اجازت ہے ہمارے بالا خانہ میں رہیں۔

یہ بھی فرمایا کہ: بیٹھک کے اندر ہی سے سیڑھیاں بالا خانہ میں پہنچ جاتی ہیں۔

یہ بھی فرمایا کہ: ہمارے گھر کی بھنگن ہی آپ کا بیت الخلاء صاف کر دیا کریں گی۔ پھر دریافت فرمایا۔۔۔۔۔ آپ ہمارے ممان ہو گئے یا خورد و نوش کا خود انتظام کریں گے۔ میں نے عرض کیا ہم سب سامان اپنے ساتھ لائے ہیں ہم خود انتظام کریں گے فرمایا، بہت اچھا، پھر فرمایا، اوپر پانی کا انتظام نہیں ہے صرف بڑے بڑے دو مٹکے پانی ڈالنے کے لئے ہیں اگر تمہاری بیوی خود نیچے سے اوپر پانی لے جاتا چاہے لے جایا کرے ورنہ کسی خادمہ کا انتظام کر دیا جائے۔ میں نے عرض کیا حضرت میری اہلیہ کام کی عادی ہے۔ وہ خود پانی لے جایا کریں گی فرمایا، بہت اچھا، پھر فرمایا، اپنی اہلیہ کو کہہ دینا کہ جب بھی دروازہ پر آتا ہوں۔ ہمیشہ ایک ہی انداز سے دروازہ کھٹکھٹاتا ہوں۔ ممکن ہے کہ جب میں دروازہ پر آؤں میری اہلیہ گھر میں موجود نہ ہوں اور تمہاری اہلیہ پانی لینے اتری ہوئی ہوں تو وہ بالکل جلدی نہ کریں اطمینان سے پانی بھریں اور اطمینان سے سیڑھیاں چڑھیں جلدی بالکل نہ کریں ایسا نہ ہو کہ گر گرا جائیں۔ بولیں نہیں۔ جب اوپر پہنچ جائیں تو سیڑھیوں کے خاتمہ پر ٹین کا ایک دروازہ لگا ہوا ہے اس کو زور سے کھٹکھٹائیں یہ علامت ہوگی اس بات کی کہ مجھ کو اندر آنے کی اجازت مل گئی ہے۔ مجھے دروازہ پر خواہ کتنی ہی دیر کھڑا ہونا پڑے بالکل بار نہیں ہوگا۔

ہمیں رہنے کے لئے حضرت کا بالا خانہ سب سہولتوں سمیت مفت مل گیا۔ بھنگن کی اجرت وغیرہ بھی پیرانی صاحبہ نے ادا فرمائی۔

ایک دن میں اہلیہ کو بیٹھک کے اندر وئی دروازہ پر بلا کر اس سے بات کر رہا تھا کہ حضرت والا

تشریف لائے۔ مجھے مشغول گفتگو دیکھ کر حضرت بیرونی دروازہ پر کھڑے ہو گئے۔ میں سمجھ گیا کہ حضرت تشریف لائے ہیں اور اہلیہ کو کہا کہ اندر چلی جاؤ حضرت تشریف لائے ہیں۔ اہلیہ اندر چلی گئیں۔ میں واپس ٹرا۔ حضرت نے ناراضگی کے لہجہ میں فرمایا، بیٹھک کا بیرونی دروازہ بند کر کے اندر سے کنڈی لگا کر اپنے گھر والوں سے بات کرنا چاہیے تھا۔ موٹی باتوں پر غلطیاں کرتے ہو۔۔۔۔۔ میں اپنی حماقت پر ندامت میں ڈوبا ہوا خانقاہ کو جا رہا تھا۔

حرف آخر

آج ۹ ذی قعدہ ۱۴۰۲ھ ہے۔ یہ قصہ ختم کر دینے کا ارادہ کیا۔ قلب پر شدید تقاضا ہوا کہ لکھوں جو شخص حضرتؐ سے ناراض ہو کر بھی چلا گیا اس کی سیری کہیں اور ہوئی نہیں آیا پھر بھی وہ حضرت ہی کے پاس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت کے دل میں مسلمانوں کے لئے دلسوزی بھردی تھی۔ مسلمانوں کی دینی دنیوی کامیابی اور آرام کے حریص تھے کسی مسلمان کو تکلیف میں نہ دیکھ سکتے تھے ہر ایک کو راحت میں دیکھنا چاہتے تھے۔ حضرت کی ہر سختی میں شفقت تھی۔ حضرت کے ہر عتاب پر اصلاح کی فکر زیادہ ہوتی تھی۔ لکالے جاتے تھے پھر واپس آتے تھے۔ حضرت کی دلسوزی کھینچ لاتی تھی اور پھر دامن مراد بھر کر جاتے تھے۔

میٹھے کا محروم بھی محروم نہیں ہے۔ لیکن جس نے کسی چیز کو دیکھا نہیں، چکھا نہیں وہ اس چیز کی لذت نہیں جان سکتا۔

یہ مضمون ذہن میں تھا۔ آج ختم کرنے کا ارادہ تھا جب میرے ایک غرض دوست حاجی فضل الرحمن خان صاحب ملنے آگئے۔ آتے ہی انہوں نے کہا۔ ہمیں تو بڑی امیدیں ہیں کہ جس لے خانقاہ کے کنوئیں کا پانی بھی پی لیا وہ محروم نہیں رہے گا۔ یہ فقرہ خوشی اور ندامت کی ایک کاسات لے کر آیا خوشی تو اس بات کی کہ پھر حضرت کا دامن مبارک کتنی بڑی نعمت ہوگی۔ ندامت اس بات کی کہ ہم نے اس نعمت کی قدر نہ پہچانی۔ موتی قیمتی تھا اس کی قدر کوئی جوہری جانتا۔ اس میدان کا نادان کودک کیا جانے۔ ہم نے تو دیکھا ہے کہ حضرت سے تعلق رکھنے والوں کو دنیا میں جنت کی بہاریں ملی ہیں۔ آخرت میں بھی بڑی امیدیں ہیں۔ کاش یہ دامن تادم آخر طالب گور ہاتھ میں رہے ہماری ناقدری کی وجہ سے نسبت نہ جائے۔ دامن چھوٹ نہ جائے چاہیئے یہ تھا کہ ہم اس تعلق کی لالچ رکھتے۔ کوئی دیکھتا تو دیکھتا کہ یہ حضرت کا آدمی ہے۔ حضرت تھانوی کا اس میں رنگ نظر آتا ہے لیکن ہم کو دیکھ کر کوئی حضرت کی شان کو کیا پہچانتے گا۔ خانقاہ کے کنوئیں کا ذکر آیا۔ دل چاہتا ہے لکھ دوں کہ اس کنوئیں کا پانی کھارا تھا حضرت نے دھامیں مانگیں۔

۳ نماز عصر کے بعد ختم خواجگان میں ہر روز دعاء ہوتی تھی اے اللہ اس کوئیں کا پانی شیریں کر دے۔ دھامیں قبول ہوئیں پانی بہت لذیذ شیریں ہو گیا اور ہم برسوں اس حبرک پانی سے سیراب ہوئے اللہ تعالیٰ نے تو ہمیں دینی دنیوی نعمتوں سے مالا مال کر دیا۔ دیکھنا یہ باقی ہے کہ ہم ان نعمتوں کا حق کس قدر ادا کرتے ہیں۔ اے اللہ یہ نعمتیں تو نے عطا فرمائیں۔ انکی قدر کی بھی توفیق عطا فرما۔

فرمایا: حضورؐ نے صحابہؓ کو بالکل بے تکلف کر رکھا تھا ہر شخص شرعی حدود کے اندر رستے ہوئے اپنے معاملہ اور رائے میں آزاد تھا کوئی شخص دب کر معاملہ نہیں کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک انصاری صحابیؓ جن کے مزاج میں کسی قدر خوش طبعی تھی۔ ایک مجمع میں بات چیت کر کے لوگوں کو ہنسا رہے تھے حضورؐ نے مزاحاً ان کے پہلو میں ایک چھوٹی سی لکڑی جو آپ کے دست مبارک میں تھی چھبوا دی۔ انہوں نے کہا میں انتقام لوں گا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ لو انتقام لے لو۔ انہوں نے عرض کیا آپ تو پیراہن پہنے ہوئے ہیں اور میرے بدن میں پیراہن نہیں اور میں برہنہ ہوں (یعنی آپ بھی پیراہن اٹھائیے) حضورؐ نے یہ سنکر اپنا پیراہن اوپر کواٹھایا۔ یہ دیکھ کر وہ انصاری حضورؐ سے لپٹ گئے اور پہلوئے مبارک کو بوسہ دینے لگے اور عرض کیا میرا تو یہ مقصود تھا (یعنی میری کیا مجال تھی کہ میں حضورؐ سے انتقام لینے کا وسوسہ بھی دل میں لاتا۔ میرا مقصود تو یہ تھا کہ اس طور پر حضورؐ کے پہلوئے اقدس کے چومنے کی سعادت حاصل کر لوں) دیکھئے اگر معاملات میں صحابہؓ کو آزادی نہ ہوتی تو وہ یہ لفظ کہ انتقام لوں گا کیسے زبان پر لاسکتے تھے۔۔۔۔ گو انہوں نے اس کو پہلو بوسی ہی کا حیلہ بنایا۔ اور حضورؐ کا کمال تو محتاج بیان ہی نہیں کہ کس طرح بے تکلف ان کے مطالبہ پر انتقام دینے کو تیار ہو گئے۔ (سبحان اللہ)۔ (از حکیم الامت حضرت تھانویؒ)

(اسعد الابرار)

فرمایا: جن کاموں کا وقت آگیا ہو انکو استقلال اور پابندی سے ادا کیا جائے اور جکا وقت نہیں آیا ان کے لئے تیار اور مستعد رہے۔ کسی وقت بے فکر ہو کر نہ بیٹھے۔ بس دین یہ ہے کہ آدمی کو ہر دم ایک دھن لگی رہے یا تو کسی کام میں لگا ہوا ہو یا کسی کام کی تیاری میں مشغول ہو۔

خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ ڈھٹی کلکٹر کے امتحان کی مصیبت میں تھے چونکہ دلچسپی نہ تھی اس لئے کامیابی نہایت دشوار تھی۔ ایک عریضہ میں پریشانی کا اظہار کیا تو تحریر فرمایا: ہمت نہ ہاریئے دلجمعی کیساتھ گونا گوار ہو کوشش کیجئے۔

حیف باشد دل دانا کہ مشوش باشد

امتحان کو ضرور پاس کر لینا چاہیئے، تارک الدنیا ہونا چاہیئے نہ کہ متروک الدنیا۔

فرمایا: بے کار باتوں میں کیا رکھا ہے کام میں لگو اور اپنے وقت کو خدا کی نعمت سمجھ کر اسکی قدر کرو۔۔۔ آنکھ بند کرتے ہی وقت ضائع کرنے کا پتہ چل جائے گا۔ تمام تحقیقات تدقیقات دھری رہ جائیں گی۔ فرمایا: جو شخص فضولیات میں مبتلا ہوگا وہ کبھی ضروریات کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔ یہ تجربہ کی بات ہے۔ فرمایا: جس کو مقصود حضرت حقؐ ہوں اسکو فضول خرافات اور قصوں جھگڑوں کی کہاں فرصت یہ تو انہی کا کام ہے جو آخرت سے بے فکر ہیں۔

فرمایا: جس بات میں کوئی فائدہ نہ ہو اس کو ترک کر دینا چاہیئے جس کا عمل اس پر ہوگا اسکی زندگی بڑی حلاوت کی ہوگی خیر حقیقی خیر دنیا دونوں اس کو حاصل ہوں گی۔ لایعنی باتوں میں بڑا وقت ضائع ہوتا ہے۔

کسی نے بذریعہ خط معلوم کیا تھا کہ جو لوگ حرام مال کھاتے ہیں ان کا کیا حشر ہوگا؟
فرمایا کہ مجھ کو فضول سوال سے سخت گرانی ہوتی ہے جو باٹ دوسروں کے متعلق دریافت کی ہے اس کا جواب یہ ہے۔۔۔

تھکو پرانی کیا بنی اپنی نیلر تو
فرمایا: اگر کسی کو یہ ڈر ہو کہ ہم متقی بن جائیں گے تو دنیا کے مزے جاتے رہیں گے، تو میں یہ کہتا ہوں کہ تم یہ نیت کر لو کہ متقی نہ بنیں گے۔ مگر خدا کے لئے علماء اور مشائخ کی صحبت میں رہ کر ایک دفعہ دین کو سمجھ تو لو۔ اس کا یہ اثر ہوگا کہ تمہیں متقی بننے کے لئے کوئی دقت پیش نہ آئے گی بلکہ تم خود بخود عمل کے مشتاق ہو جاؤ گے اور تم کو اس وقت اعمال دینیہ میں وہ حظ اور لذت آئے گی کہ دنیا کی تمام لذتوں کو بھول جاؤ گے۔

فرمایا: بہت سے لوگ اپنی درجہ کے کام کے لئے تمام عمر برباد کرتے ہیں اور ذرا بھی دل برداشتہ نہیں ہوتے اور تمام عمر اسی دھن اور طلب میں مبتلا رہتے ہیں اور افسوس ہے کہ ہم مطلوب اعلیٰ اور شرف کی طلب میں چند ہی روز میں گھبرا جاتے ہیں۔

فرمایا: جس نے سب غموں کا ایک غم بھالیا اور وہ ہے غم آخرت تو اللہ تعالیٰ اس کے ذیوی غموں کے لئے بھی کافی ہو جاتے ہیں اور جس نے سب غموں کو اپنے اوپر سوار کر لیا تو تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں کہ کس وادی میں ہلاک ہوتا ہے۔

فرمایا: ایسی خدمت جس میں اپنے دین کا ضرر ہو مذموم ہے اپنے ذاتی احتیاج پر دوسروں کے نفع کو مقدم کرنا اسی وقت ہے جبکہ اپنے دین کا ضرر نہ ہو۔

فرمایا: اگر دین کو سنبھالنا چاہتے ہو تو ہر شخص کو اسکی ضرورت ہے کہ کسی عالم متقی کا اتباع کرے۔

فرمایا: دوسروں پر ہنسنا نہ چاہئے اکثر دیکھا ہے جو جس پر ہنسنا خود اسی عیب یا مصیبت میں مبتلا ہوا۔

فرمایا: جب خدا کا قبر ہوتا ہے مصیبت پر افسوس بھی نہیں ہوتا۔ یہ بھی قبر کی علامت ہے۔ چنانچہ ابلیس کو افسوس بھی اپنی مردودیت پر نہیں ہوتا۔

فرمایا: جب میں کسی کام کو شروع کر دیتا ہوں تو قلب کو فارغ کرنے کا تقاضا ہوتا ہے جب تک ختم نہیں کر لیتا چین نہیں آتا اور ختم کے قریب تو رات بھر بیٹھا لکھتا رہتا ہوں ایک منٹ آرام نہیں کرتا۔ ختم کر کے ہی دم لیتا ہوں۔

فرمایا: میں یہ نہیں کہتا کہ میں ہر وقت ذکر کرتا ہوں مگر دل یہ چاہتا ہے کہ قلب فارغ ہو اگر ذکر کرنے کو دل چاہے تو موانع تو نہ ہوں لوگ صاف بات نہیں کرتے۔ گول غیر واضح باتوں میں الجھاتے ہیں وقت ضائع ہوتا ہے مجھے ایک منٹ کا ضائع جانا ناگوار ہوتا ہے۔

فرمایا: اگر کوئی سیری برائی کرتا ہے تو یقیناً جانے مجھے کبھی دوسرے بھی نہیں ہوتا کہ میں برائی کا مستحق

نہیں بلکہ اگر کوئی تعریف کرتا ہے تو واللہ تعجب ہوتا ہے کہ مجھ میں بھلا کوئی تعریف کی بات ہے اسکو دھوکہ ہوا ہے حق تعالیٰ کی ستاری ہے کہ میرے عیوب کو پوشیدہ کر رکھا ہے۔ اسلئے مجھے کسی کا برا کہنا بالکل ناگوار نہیں ہوتا۔

فرمایا: عام لوگوں میں تو ننانوے عیب ہوں اور ایک بھلائی تو میری نظر انکی بھلائی پر جاتی ہے اور جس نے تربیت کے لئے اپنے آپ کو میرے سپرد کر رکھا ہو اس میں اگر ننانوے بھلائیاں ہو اور ایک عیب تو میری نظر عیب پر جاتی ہے۔ نوٹ: سحان اللہ عوام کے ساتھ حسن ظن اور اپنوں کے ساتھ حضرت کا حسن تربیت ملاحظہ ہو۔

فرمایا: میں شریعت کے مقابلہ میں اپنے تقویٰ کی اپنی حیثیت نہیں سمجھتا اہل علم سے مشورہ کر کے عمل کرتا ہوں۔

فرمایا: میں الحمد للہ کبھی طبیعت کو عقل پر غالب آنے نہیں دیتا اور عقل کو شریعت پر غالب آنے نہیں دیتا۔ فرمایا: یہ قاعدہ کلیہ عمر بھر کے لئے یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو امور اختیار میں ہوں اور فضول نہ ہوں انکا تو قصد کرے اور جو اختیاری نہ ہوں ان کا ہرگز قصد نہ کرے۔ اسی طرح اگر زندگی بسر کرے تو اس کا دین اور دنیا دونوں درست ہو جائیں پریشانی تو ایسے شخص کے پاس بھی نہیں پھٹکتی۔ خدا تعالیٰ سے اپنا دل لگائے اور جس کو پریشانی نہ ہوگی دل بھی اسی کا خدا تعالیٰ کی طرف لگ سکتا ہے۔ جمعیت قلب بڑی دولت ہے مگر پریشانی بھی وہی مضر ہے جو اپنے اختیار سے لائی جائے اور جس پریشانی میں اپنے اختیار کو دخل نہ ہو وہ ذرا بھی مضر نہیں بلکہ مفید ہے۔

فرمایا: کہ حضرت ایمان پر خاتمہ ہو جائے چاہے اپنی درجہ کا ایمان سہی بڑی دولت ہے۔ پھر خوف کے لہجہ میں فرمایا۔ اللہ کے سپرد ہے بدوں ان کے فضل کے کچھ نہیں ہو سکتا۔ فرمایا: نالائق اولاد کی مثال ایسی ہے جیسے زائد انگلی نکل آتی ہے اگر رکھا جائے تو عیب اور کاٹا جائے تو تکلیف۔

فرمایا: ہائے وہ لوگ کہاں گئے جن کو باوجود کمال کے اپنے نقص کے اقرار میں ذرا پس و پیش نہ تھا اب تو وہ زمانہ آگیا کہ ناقصوں کو بھی اقرار سے عار ہے بلکہ وہ اپنے لئے کمال کے مدعی ہیں۔ فرمایا: دین کی حفاظت کے لئے آجکل یہ ضروری ہے کہ مسلمان اپنے پاس کچھ رقم جمع رکھے۔ فرمایا: پردہ کی وجہ سے جو نقائص رہ جاتے ہیں انکی اصلاح آسان ہے اور پردہ داری میں جو نقصان ہیں انکی اصلاح بہت دشوار ہے۔

فرمایا: میں جس پر خفا ہوتا ہوں اپنے سامنے سے ہٹا دیتا ہوں تاکہ قلب جلدی صاف ہو جائے کیونکہ میری طبیعت ضعیف ہے۔ جلدی متاثر ہو جاتی ہے اور یہ فطری چیز ہے۔ چنانچہ بعض اکابر کو نماز میں پنکھا جھلا جاتا تھا۔ مگر میں نے ضعف کی وجہ سے منع کر رکھا ہے۔ ان اکابر سے پوچھا کہ دل تو نہیں بتا۔ فرمایا

ہمارا تو اور بھی دل لگتا ہے مگر میری طبیعت اس قدر کمزور ہے کہ اگر نماز کے وقت کوئی پاس بھی بیٹھ جاتا ہے اور مجھے معلوم ہو جائے کہ میرا منظر ہے تو نماز بھی آئی گئی ہو جاتی ہے۔

فرمایا: جدید تعلیم جس کو نئی روشنی سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس نے بڑی گمراہی کا دروازہ کھول دیا ہے ایک صاحب نے حضورؐ کی سیرت لکھی ہے۔ اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی کامیابی کا بڑا راز یہ ہے کہ ان میں استقلال تھا اور اسکی نظیر گاندھی موجود ہے (استغفر اللہ نعوذ باللہ) سیرت نبویؐ پر کتاب اور نبیؐ کو ایک مکذب نبوت سے تشبیہ کیا آفت ہے۔ نہ معلوم کتنے مسلمانوں نے یہ مضمون دیکھا ہوگا اور گمراہی میں پھنسنے ہوں گے اور اکثر بد عقل مسلمان ایسوں ہی کا اتباع کرتے ہیں اور انکو اپنا رہبر اور پیشوا مانتے ہیں۔ میرے پاس بھی وہ کتاب بھیجی گئی۔ میں نے یہ لکھ کر واپس کر دی کہ میں ایسی کتاب کو اپنی ملک میں رکھنا نہیں چاہتا جس میں نبوت کے مکذب کی مدح ہو۔

فرمایا: نیند بھی خدا کی بہت بڑی نعمت ہے۔ بعض اوقات تمام شب نیند نہیں آتی مکان ہوتا ہے سونے کو دل چاہتا ہے مگر احیاناً ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ صبح کو بیٹھ گیا۔ دفعۃً آنکھیں بند ہو گئیں پھر جو آنکھ کھلی تو معلوم ہوتا ہے کہ غبارِ دماغ سے نکل گیا مکان ختم ہو گیا۔

فرمایا: اکثر لوگ حزبِ البحر اس لئے پڑھتے ہیں کہ غنا حاصل ہو۔ ایک صاحب نے مجھے لکھا کہ اس نے تو مجھے مفلس بنا دیا۔ میں چھوڑ رہا ہوں۔ میں نے انکو لکھا کہ اس سے افلاس تو نہیں ہوتا لیکن اس نیت سے پڑھنے سے اخلاص بھی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا نام اخلاص سے لیتا چاہیئے۔

فرمایا: دشمن سے مقابلہ کے وقت مشروع تدبیر کی شرط یہ ہے کہ مسلمانوں کا ایک امام ہو۔ بدوں اس کے تنظیم اور حفاظت حدود کی کوئی صورت نہیں۔ یکسوئی تبھی ہو سکتی ہے جب ان کے سر پر کوئی بڑا ہو، اگر یہ نہیں تو یکسوئی بھی نہیں، یعنی ایک سوئی بھی نہیں۔

فرمایا: کس طرح دل میں ڈال دوں گی چاہتا ہے کہ سب اس طرح راہ پر آجائیں کہ ان کی ہر ادا سے اسلام کی شان ظاہر ہو جیسے صحابہ کرام کو لوگ دیکھ کر اسلام قبول کرتے تھے۔ انکا نمونہ بن جائیں۔ دنیا و دین کی بہبود اسی میں مضمحل ہے۔

فرمایا: ذکر میں لطف اور لذت کا حاصل ہونا ایک نعمت ہے اور نہ ہونا دوسری نعمت ہے یہ اول سے انفع ہے گوالذ نہ ہو۔

فرمایا: دین کے جتنے کام حق تعالیٰ ہم سے لے رہے ہیں خود انعام ہیں۔ انعام پر اور انعام مانگا گیا معنی لیکن اللہ تعالیٰ کی عجیب شان ہے کہ انعام لے لینے پر مزید انعام دیتے ہیں۔

ایک صاحب کا خط آیا لکھا تھا کہ معمولات سب جاری ہیں لیکن حالت بدستور ہے ترقی کچھ

نہیں۔

جواب حضرت والا: اگر دونوں وقت کھانا لے اور صحت بحال رہے گو ترقی نہ ہو تو کیا یہ نعمت نہیں؟

ایک صاحب کا خط آیا لکھا تھا کہ میں صرف عادت کے طور پر عبادت کرتا ہوں حاصل کچھ نہیں۔
جواب حضرت والا: کیا اچھی چیز کی عادت اچھی بات نہیں؟
فرمایا: میں نے اپنے معمولات میں راحت کی تدابیر اختیار کر رکھی ہیں میرا مذاق یہی ہے اور اپنے بھائیوں
کے لئے بھی میں یہی پسند کرتا ہوں دل چاہتا ہے کہ وہ دنیا میں بھی آرام سے رہیں اور آخرت بھی اچھی
ہو۔

فرمایا: نعمت پر فخر کرنا کبر ہے اور اسکو عطائے حق سمجھنا اور اپنی نااہلی کو مستحضر رکھنا شکر ہے۔
فرمایا: اس وقت جو مسلمان کمزور نظر آتے ہیں اس کا ایک قوی سبب افلاس بھی ہے جس نے سب کے
سامنے جھکا دیا اور پہلے بزرگوں پر قیاس نہ کرنا چاہیئے۔ ان میں قوت ایمانیہ تھی۔ وہ افلاس سے پریشان نہ
ہوتے تھے اور اسوقت دین کی قوت تو مسلمانوں میں ہے نہیں اگر مال بھی نہ ہو تو سوائے ذلت کے
اور کیا ہوگا۔

فرمایا: حافظ صاحب کہتے تھے کہ حضرت حاجی صاحب شاید تھوڑی ہی دیر آرام فرماتے ہوں کیونکہ جب
آٹھ کھلی حضرت کو مسجد میں بیٹھے ہوئے ذکر میں مشغول ہی پاتا اور کوئی دن ناغہ نہ جاتا تھا کہ روتے نہ
ہوں اور بڑے درد سے بار بار یہ شعر نہ پڑھتے ہوں۔

اے خدا ایسے بندہ را رسوا مکن
گودم سر من پیدا مکن

تو حضرت جس کو منزل پر پہنچنا ہوگا وہ رات ہو یا دن جب وقت ملیگا چل پڑے گا۔

ملفوظ: دینا اور چیز ہے رعایت اور چیز ہے۔ استاد ہو کر شاگرد سے دے۔ خاوند ہو کر بیوی سے دے، بے
غیرت ہے۔ ہاں رعایت اور چیز ہے اسکو محبت اور شفقت کہتے ہیں۔ سکون کا بہترین اور سہل طریقہ
تسلیم و تقویض اور افتقار و انکسار ہے۔

ملفوظ: آدمی کو چاہیئے کہ خدا سے صحیح تعلق پیدا کرے پھر اللہ تعالیٰ بڑے بڑے متکبروں اور فرعونوں کی
گردنیں اس کے سامنے جھکا دیتے ہیں۔

ملفوظ: آدمی تدبیر کرے۔ دوا کرے اور پھر خدا پر بھروسہ رکھے یہ ہے اصل توکل۔

فرمایا: دنیا کے فانی ہونے اور آخرت کے باقی ہونے کا جیسا اعتقاد ہونا چاہیئے اسکا دھیان کرو تاکہ یہ اعتقاد
حال بن جائے۔

فرمایا: اعمال میں کوتاہی کا سبب حب دنیا اور عدم اعتماد آخرت ہے۔

فرمایا: آدمی کو چاہیئے کہ حق تعالیٰ سے دعاء کرے اپنے مقاصد میں کامیابی کی یا رفع پریشانی کی اس طرح کہ
حق اللہ کا حضور قلب اور عاجزی کے ساتھ مانگے کہ یا اللہ میرا یہ کام کر دے اور ایک ایک مضمون کو
تین تین بار کہے کام ہو یا نہ ہو دعاء کو سکونِ قلب میں عجیب تاثیر ہے۔

فرمایا: علم بھی بلا صحبت کے بیکار ہے۔ صاحب صحبت بلا علم کی اصلاح زیادہ ہوتی ہے صاحب علم بلا صحبت کے صحابہ سب کے سب عالم نہ تھے صرف صحبت سے پایا جو کچھ پایا اور ہمیشہ اہل اللہ نے صحبت ہی کا التزام رکھا۔ اتنی توجہ علم کی طرف نہیں کی جتنی صحبت کی طرف۔

فرمایا: حدیث میں ہے، المسلم من سلمہ المسلمون من لسانہ ویدہ

(ترجمہ)۔ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دیگر مسلمان محفوظ رہیں۔ جس فعل سے مسلمان کو ایذا ہو وہ دین نہیں بلکہ ترک دین ہے۔ بعض موقعوں پر نماز کا قطع کرنا اور توڑ دینا واجب ہے مثلاً تھمارے سامنے کوئی کنوئیں میں گرا جاتا ہو اور تم نماز میں ہو تو واجب ہے کہ نماز توڑ کر اسکو بچاؤ اور نہ کرو گے تو نماز کا ثواب نہیں بلکہ گناہ ہوگا۔

فرمایا: بعض مہمان زائد ازکار بائیں سنانے لگتے ہیں۔ میں جو ایسی باتوں میں لوگوں کے ساتھ ہو جاتا ہوں تو اسکی وجہ مدارات مخاطب ہے۔ کوئی میرے پاس آکربات کرے اور میں منہ موڑلوں تو اسکو صدمہ ہوگا۔ بالخصوص مہمان جو دور سے آتے ہیں انکی دلگھنی بہت زیادہ بری معلوم ہوتی ہے۔ زائد ازکار باتوں کی برائی میرے نزدیک دل گھنی سے کم ہے ورنہ میرا دل ان باتوں سے بہت الجھتا ہے۔ مگر کیا کروں اس ضرورت سے صبر کرتا ہوں۔

حضرت والا کی یہ ملاحظت صرف مباح کاموں میں تھی۔ گناہ کی باتوں سے حضرت والا منع فرمادیتے۔ چنانچہ حضرت والا کو کبھی اخباری قصوں اور غیر ضروری باتوں کی ابتداء کرتے ہوئے نہیں دیکھا (جامع حضرت والا) یہ بھی فرمایا میں اپنے نفس پر اور اپنے خاص لوگوں پر شدید ہوں اور غیروں پر نہایت درجہ نرم ہوں۔

فرمایا: کہ اگر مقیم مقتدی ہو اور مسافر امام تو امام کی نماز ختم ہونے کے بعد مقتدی اپنی نماز میں قرأت نہ کرے صرف بقدر فاتحہ کھڑے ہو کر یا اس سے بھی کم صرف تین تسبیح کی مقدار کھڑا کر رکوع کرے اور اگر الحمد فقط یا سورت بھی پڑھ لی تو اگر سہواً ہے تو نہ گناہ ہوا نہ سجدہ سو۔ اور اگر عمداً پڑھا تو احتلاف کے نزدیک گناہ ہوا۔ سجدہ سو نہیں ہے۔

فرمایا: علی گڈھ جانا ہوا تو کالج والوں نے سانس کے کمرہ کی بھی سیر کرائی اور بجلی کے تصرفات دکھلانے تو قدرت کے کرشمے نظر آتے تھے۔ حق تعالیٰ نے کیا کیا چیزیں پیدا کی ہیں اور انسان کو سب پر غالب کیا ہے۔

ایک صاحب نے عرض کیا جناب نے مناجات مقبول کے دیباچہ میں تحریر فرمایا ہے کہ حق! اللہ مکان دعاء میں وہی الفاظ ہونا بہتر ہیں جو مطلب کو ادا کرنے والے ہوں۔ تضرع سے چپنا چپینے آپ اپنا مطلب عرض کیجئے خواہ اردو میں یا عربی میں۔

فرمایا: کہ ایک مرتبہ مولانا رشید احمد صاحب کو ایک صاحب سے ایذا پہنچی۔ مولانا تحلیل احمد صاحب نے

اس احتال سے کہ کہیں مولانا بدوعاء نہ کر دیں حضرت سے عرض کیا کہ حضرت بدوعاء نہ کیجئے مولانا بہت گھبرائے اور فرمایا کہ توبہ توبہ مسلمان کہیں بدوعاء بھی کیا کرتا ہے۔ (استغفر اللہ)

فرمایا: کہ نفس کی باگ چھوڑنا غضب ہے جب چھوڑ دی پھر نہیں رکتی بالکل کچھ نہ کہتا تو آسان ہے مگر کہتا اور موقعہ پر رک جانا سخت مشکل ہے اس لئے بس اسلم یہی ہے کہ اس نفس کو روکے ہی رکھے۔

فرمایا: کہ اہل بدعت کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا قلعی کھل جاتی ہے۔ ایک شخص مکہ معظمہ میں تھے ان کا میلان بدعت کی طرف تھا۔ مرتے وقت وہ ہندوستان کو بہت یاد کرتے تھے کہ مجھے ہندوستان لے چلو۔ دل میں ان کے ہندوستان کی محبت تھی حالانکہ زندگی میں انہوں نے کبھی ہندوستان کا خیال بھی نہیں کیا۔

فرمایا: حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے فرمایا سلیان ندویؒ ملنے آئے روانہ ہوتے وقت کہنے لگے کچھ نصیحت کیجئے۔ میں نے کہا مولانا اس طریق کا حاصل یہ ہے کہ اپنے آپ کو مثلاً چاہیئے اس پر سلیان ندویؒ رونے لگے۔

حق تعالیٰ کی عظمت کے سامنے بزرگانِ دن کے ملنے کے حالات عجیب و غریب ہیں۔ خود آنحضرتؐ کو یوحہ تواضع کے اپنے لئے لوگوں کا کھڑا ہونا گوارا نہ تھا مجلس میں کوئی امتیازی شان نہ تھی۔ فرماتے میں اسی طرح کھاتا ہوں جس طرح غلام کھایا کرتا ہے اور اس طرح بیٹھتا ہوں جس طرح غلام بیٹھتا ہے۔ ایک شخص آپ کی بیست اور رعب سے کانپنے لگا۔ آپؐ نے فرمایا گھبراؤ نہیں۔ میں کوئی بادشاہ نہیں میں تو ایک قریشی عورت کا بیٹا ہوں جو معمولی خوراک قدید یعنی سوکھا گوشت کھایا کرتی تھیں۔

ہمارے دیوبند اکبر کی شان کا تو کیا کہنا۔ مدرسہ کے نگہبان چونکدار تک اہل اللہ اہل نسبت تھے۔ دن کو یہ مدرسہ تھا رات کو خانقاہ تھا۔ ہر حجرہ سے آہ و بکا رونے گڑ گرانے کی آوازیں بلند ہوتی تھیں۔ مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندیؒ نے مدرسہ کی تاریخ بھی ”در مدرسہ خانقاہ دیدم“ میں نکالی۔ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر چار لفظوں کی تمثیل لگی ہوتی تو میں ایسا اپنے کو غائب کرتا کہ کوئی یہ بھی نہ جانتا کہ میں دنیا میں پیدا بھی ہوا ہوں۔ مگر اس غائب نہ کر سکنے پر بھی آپ کی یہ حالت تھی کہ ایسی وضع سے رستے تھے کہ کوئی نہ پہچانتا تھا کہ یہ کوئی عالم ہیں۔ بس ایک لنگی گاڑھے کی کندھے پر ڈالے ہوئے رہا کرتے تھے۔ غدر میں مولانا کے پیچھے پولیس پھرتی تھی مگر کسی نے بھی آپ کو نہ پہچانا۔ ایک بار ایسا اتفاق ہوا مولانا مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ پولیس آئی اور خود مولانا ہی سے پوچھا کہ کیا تم کو معلوم ہے کہ مولوی محمد قاسم کہاں ہیں؟ تو آپ ذرا سا اپنی جگہ سے کھسک کر فرماتے ہیں کہ ابھی تو یہاں تھے۔ پولیس چلی گئی۔ سفر میں جب کبھی جاتے تو ساتھیوں کو نام بتانے کے ممانعت تھی۔ آپ کا تاریخی نام خورشید حسن بتلایا جاتا۔ اگر وطن پوچھتا تو الہ آباد بتلایا جاتا۔ فرماتے نانوتو بھی تو اللہ ہی کا آباد کیا ہوا ہے۔ سمان اللہ کیا اخلائے حال تھا۔ لیکن سورج چھپ تھوڑا ہی سکتا ہے عشاق نے پہچان ہی لیا۔ عیسائیوں سے مناظرہ ہوا۔ ایسی عجیب تقریر فرمائی کہ تمام جلسہ محو حیرت تھا۔ تقریر میں

عجیب شوکت تھی۔ ایک ہندو کتا پھر تھا وہ نیلی لنگی والا مولوی جیت گیا۔ اور حضرت تھانویؒ بارہا قسم کھا کھا کر فرماتے ہیں کہ میں اپنے آپ کو کسی مسلمان سے حتیٰ کہ ان مسلمانوں سے بھی جن کو لوگ فساق فجار سمجھتے ہیں فی الحال اور کفار سے بھی احتیلاً فی المال افضل نہیں سمجھتا اور آخرت میں درجات حاصل ہونے کا کبھی مجھے وسوسہ بھی نہیں ہوتا کیونکہ درجات تو بڑے لوگوں کو حاصل ہوں گے مجھے تو جنتیوں کی جوتیوں میں بھی جگہ مل جائے تو اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہو۔ اس سے زیادہ کی ہوس ہی نہیں ہوتی اور اتنی ہوس بھی برباء استحقاق نہیں بلکہ اس لئے کہ دوزخ کے عذاب کا تحمل نہیں اور یہ جو میں بظہورت اصلاح زحرو توبیح کیا کرتا ہوں تو اسوقت یہ مثال پیش نظر رہتی ہے جیسے کہ شہزادے نے جرم کیا ہو اور بھنگی جلاد کو حکم ہوا ہو کہ اس شہزادے کو درے لگائے تو کیا اس بھنگی جلاد کے دل میں درے مارتے وقت کہیں یہ بھی وسوسہ ہو سکتا ہے کہ میں اس شہزادے سے افضل ہوں۔ غرض کوئی مومن کیسا ہی بد اعمال ہو میں اسکو حقیر نہیں سمجھتا بلکہ فوراً یہ مثال پیش نظر ہو جاتی ہے کہ اگر کوئی حسین اپنے منہ پر کالک مل لے تو اس کو جاننے والا کالک کو برا سمجھے گا لیکن اس حسین کو حسین سمجھے گا اور دل میں کہے گا کہ یہ جب کبھی بھی صابن سے منہ دھوئے گا پھر اس کا وہی چاند سامنے نکل آئے گا۔ غرض مجھ کو صرف فعل سے نفرت ہوتی ہے فاعل سے نفرت نہیں ہوتی۔ یہ اکثر فرماتے اللہ کی بارگاہ کے لائق کیا کوئی عمل پیش کیا جاسکتا ہے۔ حضرت والا عظمت و جلال خداوندی اور شوکت و ہیبت قدر الہی سے ہمیشہ ترساں اور لرزاں رہتے۔ وہاں مشیت کی شونیاں نہ تھیں۔ جذب کے دعوے نہ تھے۔ تقویٰ کامل و فناء تام حضرت کا شاعر زندگی بن گیا تھا۔ حضر کی اس عبدیت، بندگی، شکستگی و سرافکندگی پر سو جان قربان۔ اگر حضرت کی شان بیان بھی کی جائے تو کیا کیا اور کیونکر۔ ان اشعار پر ختم کرتا ہوں۔۔

دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بیدار
گل چیں بہار تو زدا ماں گدہ دارد
گر مصور صورت آں دلستاں خواہد کشید
لیک حیرانم کہ نازش راجتاں خواہد کشید

فرمایا: افسوس ہے جس شخص کو دوام فی الذکر اتباع شریعت۔ اتباع سنت نصیب ہو پھر وہ اور لذتوں کا طالب ہو۔

ایک صاحب نے کسی کام کے لئے دعاء کو لکھا تھا۔ اس پر فرمایا کہ اس کام کا سامان جمع کرلو پھر جی دعاء کو بھی چاہے گا۔ کوئی شخص تخم پاشی تو نہ کرے اور پیداوار کی برکت کی دعاء کروے یا شادی نہ کرے اور اولاد ہونے کے لئے دعاء کروے تو کس طرح اولاد ہوگی۔

فرمایا: دین نام ہے حفظ حدود شریعت کا۔ شرعی حدود کو نہ توڑو۔ فرض واجب سنت مستحب مباح ہر ایک کو اپنے درجہ پر رکھو۔ فرائض کو گھٹاؤ نہیں۔ مستحبات کو فرائض سے بڑھاؤ نہیں جیسا آجکل عام ہو رہا ہے۔

جہاں اللہ اور رسول اللہؐ نے رخصت دی ہے اس پر عمل کر لو۔ رخصتیں اللہ تعالیٰ کے انعامات ہیں خصوصاً۔ یوزھوں، باتوانوں، بیماروں کے لئے کسی میں طاقت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی رخصتوں کو بند کر سکے۔ رخصتوں پر عمل کرنے سے عجب نہیں ہوتا۔ ہمیشہ عزیمت پر عمل کرنے سے بڑے بڑے ثمرات کا منتظر رہتا ہے۔ نہ ملیں تو شکایت پیدا ہوتی ہے۔ ایسا خیال خلاف عہدیت ہے۔ تواضع اور فنا کی شان چاہیئے۔ فرمایا: مسلمانوں کو ہر حال میں احکام شرعیہ کو اپنا رہنماء بنانا چاہیئے خواہ دنیا ملے یا نہ ملے جاہ حاصل ہو یا نہ ہو۔ طعنے سننے پڑیں یا تعریف ہو کسی بات کی پرواہ نہ کرو۔ کسی کے برا کہنے سے آدمی برا نہیں ہو جاتا۔ کسی کے بھلا کہنے سے بھلا نہیں ہو جاتا اگر تم خدا کے نزدیک اچھے ہو ساری مخلوق تم کو فاسق فاجر اور زندیق کہے کچھ اندیشہ کی بات نہیں اور اگر تم خدا کے نزدیک مردود ہو تو چاہے ساری دنیا تم کو غوث اور قطب کہے اس سے کچھ بھی نفع نہیں۔

فرمایا: کسب دنیا حرام نہیں جب دنیا حرام ہے روپیہ کمانے کی ممانعت نہیں اس میں کھپ جانے کی ممانعت ہے۔ اگر گھی دودھ اغذیہ چھوڑ دیئے جائیں تو دماغ میں خشکی آئے گی اور کوئی کام اس سے نہ ہو سکے گا۔ اگر دماغ کی حفاظت کرو گے تو سب کام ہو سکیں گے نفس کو کھلا پلا کر اس سے سرکاری کام لو، نفس بطور مزدور کے ہے اور یہ دماغ سرکاری مشین ہے۔ اگر اسکو مزدوری ملتی رہے اور مرمت ہوتی رہے تو کام دیتا رہے گا۔ حضورؐ فرماتے ہیں۔ "ان لنفسک علیک حقا" اور فرماتے ہیں قوی مسلمان کمزور مسلمان سے بہتر ہے یعنی ظاہری بھی قوی ہو کہ دوسروں کی مدد کر سکے اور باطن میں بھی قوی ہو۔



پابندی اصول اور انضباط اصول

فرمایا: لوگ اصول کی پابندی سے گھبراتے ہیں۔ بے اصولی باتیں کرتے ہیں۔ میں مستبہ کرتا ہوں تو برا مانتے ہیں۔ میں پہلے خود اصول کا پابند ہوتا ہوں پھر پابند ہونے کا کہتا ہوں مجھے انضباط اوقات کا بچپن ہی سے بہت اہتمام ہے جو اس وقت سے لے کر اب تک بدستور موجود ہے اور یہ اسی کی برکت ہے۔

فرمایا: امراء کی اصلاح کا طریق یہ ہے کہ ان سے ذرا استغنا کرے اگر مصلح ان کو زیادہ لگے لپٹے گا تو وہ ذلیل اور خود غرض سمجھ کر نفرت کریں گے میں نے نواب دہاکہ سے اسی مصلحت سے صرف ایک شرط لگائی تھی کہ کچھ ہدیہ پیش نہ کرنا۔ صرف اتنی ہی بات سے اتنے معتقد ہوئے کہ باصراریعت کی درخواست کی مگر میں نے منظور نہیں کی کیونکہ جو غرض تھی۔ بیعت سے وہ حاصل تھی یعنی اتباع اور دیکھنے والوں سے سنا ہے کہ جب میرا ذکر آتا تھا تو ان کی آنکھوں سے آلسو نکل پڑتے اور کہتے تھے کہ صحابہ کا نمونہ اگر کسی کو دیکھتا ہو تو اس کو (یعنی حضرت تھانوی دامت برکاتہم کو) دیکھ لے یہ سب کچھ تھوڑے سے استغناء کی برکت تھی۔

فرمایا: بوڑھے سے زیادہ پردہ اور احتیاط کرنا چاہیئے کیونکہ اس میں جس طرح اور قوی کمزور ہیں ایسا ہی شہوت کی مقاومت بھی کمزور ہے اور تقاضا اور میلان اسکو بھی ہوتا ہے اور مقاومت کر نہیں سکتا۔ دوسرا یہ کہ اسکو عروض شہوت کا احساس کم ہوتا ہے اس واسطے وہ اس کو شہوت کا تقاضا سمجھتا ہی نہیں۔ تیسرے یہ کہ اس کو تجربہ کی وجہ سے واقف حسن کا ادراک بہت ہوتا ہے تھوڑے ہی خیال سے یہ مادہ متحرک ہو جاتا ہے چوتھا یہ کہ جوان تو فراغت کے بعد سرد ہو جاتا ہے اور بوڑھے کو چونکہ فراغت ہوتی نہیں اس واسطے اس میں میلان قوی رہتا ہے۔ جس کو سوچ سوچ کر مزے لیتا رہتا ہے جو قلب کا زنا ہے۔

فرمایا: میں جب نواب صاحب کے بلانے پر دہاکہ گیا تو وہاں بنگال کے اہل علم اطراف سے ملاقات کو آئے میں نے سب سے کہہ دیا کہ کھانا بازار سے کھانا چاہیئے۔ جب نواب صاحب کو پتہ چلا تو اپنے چچا سے کہ وہی منتظم تھے کھانے کے لئے فرمایا کہ ان سب کا کھانا ہمارے یہاں سے ہوگا انہوں نے مجھ سے کہا میں نے کہا وہ میرے احباب ہیں طفیلی نہیں ہیں۔ میں ان سے نہیں کہتا آپ خود انکی دعوت کیجئے وہ اگر منظور کر لیں انکی مرضی پھر ایک ایک کی تلاش کر کے دعوت کی تب وہ میرے ساتھ کھانے میں شریک ہوں اور میرے اس طرح نہ کہنے سے سے طفیلی بن کر کھاتے اور ان صاحبوں نے مجھ سے پوچھا میں نے اجازت دے دی پھر میں نے ان سے کہا کہ ملاحظہ فرمائیے۔ عزت اس میں ہے یا اس میں کہ طفیلی بنکر شامل دعوت ہوتے۔

فرمایا: مولانا ---- صاحب نے سوال کیا کہ دعا افضل ہے یا تقویٰ بمعنی ترک دعاء میں نے کہا کہ دعاء

کرنا سنت کے مطابق ہے اس لئے افضل ہے پھر انہوں نے کہا کہ حضرت پیران پیر عبدالقادر جیلانیؒ نے تو یہ لکھا ہے کہ ترک دعاء افضل ہے کیونکہ اسیں تقویض ہے اور یہ اعلیٰ مرتبہ ہے اور دعاء میں تقویض نہیں۔ میں نے کہا کہ دعاء ہی افضل ہے اور وہ تقویض کے معنی نہیں کیونکہ دعاء میں بھی اس طرح تقویض ہے کہ اس کے ساتھ ہی یہ عزم بھی ہے کہ اگر دعاء قبول نہ ہوئی اور اس کا خلاف ہوا تو اس پر بھی راضی رہیں گے اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ دعاء میں عزم و جزم و الحاح نہ کرے کیونکہ دعا تو عزم سے اور الحاح سے اور بدون تحقیق ہی کرنی چاہیئے لیکن باوجود اس کے اگر قبول نہ ہو تو خلاف ہونے کی صورت میں بھی رضا ہو اور شکایت نہ ہو بس یہی تقویض ہے۔

فرمایا: ایک سب اسپیکٹر صاحب جو مرید بھی ہیں انہوں نے لکھا ہے کہ شام اور عشاء اور صبح کی نمازیں تو جماعت کے ساتھ پڑھ لیتا ہوں اور ظہر و عصر کے وقت بازار سے گزرنا پڑتا ہے اس میں یہ خطرہ ہے کہ ایک تو لوگ ادب و تعظیم کے واسطے اٹھتے ہیں۔ دوسرے اس میں رعب نہیں رہتا۔ اور اس محکمہ کو رعب کی بعد ضرورت ہے اور یہ بھی لکھا کہ مجھ کو کچھ حیا بھی آتی ہے لوگوں کے ساتھ دن میں نماز پڑھنے سے میں نے لکھا کہ اگر کسی ایسی جگہ تبدیل ہو جاؤ جہاں مسلمان ہونے سے حیا اور عار آوے تو کیا ایسی جگہ میں اسلام کو چھوڑ دو گے اور بیعت کم ہونے کا جواب یہ ہے کہ اس سے بیعت کم نہیں ہوتی بلکہ محبت کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے البتہ نفرت کم ہو جاتی ہے جس کا نام تم نے بیعت رکھا ہے۔

فرمایا: میں قانع علماء کے متعلق جن پر لوگ الزام لگاتے ہیں کہ یہ ترقی نہیں کرتے و عظموں میں ایک مثال بیان کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ایک رئیس کے پاس ملا ایک باورچی نوکر ہے اور بہت جاں نثار ہے روٹی بھی پکاتا ہے پنکھا بھی ہلاتا ہے پاؤں بھی دباتا ہے اور غصہ اس کی دس روپے ہے۔ ملا اتفاق سے اسکے گھر کوئی مہمان گیا باورچی کی خدمات اور سلیقہ دیکھ کر اس سے اس نے تحقیق کیا کہ تمہاری غصہ کتنی ہے اس نے کہا دس روپے۔ اس پر اس سے مہمان کہتا ہے کہ ہمارے ساتھ چلو ہم تم کو پچیس روپے دیویں گے اور چار آدمی کا کھانا بھی دیویں گے۔ اب میں محض سے پوچھتا ہوں کہ تم مشورہ دو کہ وہ باورچی کیا کرے؟ بس جو تمہارا فیصلہ اس باورچی کے متعلق ہوگا وہی فیصلہ علماء کے لئے تجویز کرلو۔ ظاہر ہے کہ جاٹاری کا تقاضا تو یہی ہے اور تم بھی یہی کہو گے خصوصاً اگر وہ تمہارا نوکر ہو کہ نہ جاوے اور اپنے مالک کی خدمت میں کم غصہ پر ہی پڑا رہے۔ اور اگر وہ ایسا کرے تو اس کی مدح کرو گے پست خیال ہرگز نہ کہو گے۔ عین اسی طرح یہ علماء حق تعالیٰ کے ساتھ وہی معاملہ کرتے ہیں جو وفادار باورچی اپنے مالک کے ساتھ جاٹاری کرتا ہے پھر ان کو پست خیال کیوں کہا جاتا ہے۔

فرمایا: پانی پت کے قریب ایک جگہ ہے محمد پور وہاں کے ایک رستے والے نے جو مجھ سے بیعت بھی ہیں پندرہ روپیہ ہمارے مدرسہ کے لئے پیش کئے مجھے کچھ وہم ہوا (اور مجھے اکثر وہم بلا وجہ نہیں ہوتا یا قرآن سے ہوتا ہے یا بعض دفعہ دل میں کھٹک پیدا ہو جاتی ہے) میں نے ان سے کہا کہ پانی پت تم سے

قرب ہے اور وہاں بھی مدرسہ ہے اور قرب کا حق زیادہ ہوتا ہے تم نے یہ رویہ وہاں کیوں نہ دیا کیا یہ خیال ہوا کہ وہاں دینا ریا ہے میں نے کہا مجھ کو تو یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہاں دینے میں یہ مصلحت ہے کہ پیر بھی راضی ہوں گے کہ ہمارے مدرسہ میں دیا اور اللہ میاں بھی سو ہم ایسی شرک کی رقم مدرسہ میں نہیں لیتا چاہتے اور رقم واپس کر دی صبح کو انہوں نے آکر اقرار کیا کہ واقعی میری نیت خراب تھی اب میں اس نیت سے توبہ کر چکا ہوں اور توبہ کر کے پھر ہمیشہ کرتا ہوں میں نے کہا اب لاؤ۔

فرمایا: ایک رئیس ہندو وہاں آیا اس کے ساتھ اس کا گرو بھی تھا اس نے سوال کیا کہ قرآن شریف آپ کے نزدیک اللہ کا کلام ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا کیا اللہ تعالیٰ کے زبان ہے میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا پھر کلام کیسے صادر ہو سکتا ہے؟ میں نے یہ مقدمہ ہی غلط ہے کہ کلام کا صدور بلا زبان نہیں ہو سکتا۔ دیکھئے انسان تو بواسطہ لسان کے گفتگو کرتا ہے مگر لسان بالذات مستحکم ہے لسان کو حکم کے لئے کسی دوسری لسان کی حاجت نہیں اسی طرح انسان آنکھ سے دیکھتا ہے اور آنکھ خود بالذات دیکھنے والی ہے اس کو کسی دوسری آنکھ کی حاجت نہیں۔ اسی طرح انسان کان سے سنتا ہے ناک سے سونگھتا ہے مگر ان اعضاء کے لئے ان کے افعال میں دوسرے اعضاء کی حاجت نہیں یہ خود بلا واسطہ اور بالذات سنتے سونگھتے ہیں پس اگر اسی طرح اللہ تعالیٰ بالذات مستحکم ہوں اور ان کو لسان کی حاجت نہ ہو تو کیا استبعاداً ہے۔ اس کو سن کر بہت محظوظ ہوا اور اپنے گرو سے کہنے لگا کہ دیکھا علم اسکو کہتے ہیں۔

فرمایا: کرامات علامات قرب ہیں اسباب قرب نہیں کیونکہ غیر اختیاری سے قرب نہیں ہوتا اور فرمایا کہ مجھے اس مسئلہ کے متعلق غیر اختیاری سے قرب نہیں ہوتا ایک شبہ تھا اور وہ برسوں رہا اور میں نے کسی سے اس لئے دریافت بھی نہیں کیا کہ کسی سے حل ہونے کی امید نہ تھی اور وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ابھی دو چار دن سے حل ہوا ہے وہ شبہ یہ تھا کہ نبوت بھی غیر اختیاری ہے لیکن اس کو قرب میں فضل عظیم ہے چنانچہ نبی ہونے کے بعد تمام علماء کا اجماع ہے کہ قرب زیادہ ہو جاتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ غیر اختیاری چیز سے بھی قرب بڑھ جاتا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ قرب دو قسم کے ہے ایک وہ جس کی تحصیل نامور بہ یہ قسم اسباب غیر اختیاریہ سے حاصل نہیں ہوتی۔ دوسرا وہ کہ اس کی تحصیل نامور بہ نہیں۔ یہ قسم ثانی بدون اسباب غیر اختیاریہ کے حاصل ہو جاتی ہے نبوت کا قرب اس میں داخل ہے اور جب سے یہ جواب سمجھ میں آیا ہے بعد مسرت ہے۔

فرمایا: مرنے کے وقت ایمان سلب نہیں ہوتا جیسا عوام میں مشہور ہے پہلے ہی سلب ہو چکتا ہے اور کسی فعل اختیاری سے سلب ہوتا ہے البتہ اس کا ظہور مرنے کے وقت ہوتا ہے کیونکہ وہ انکشاف کا وقت ہوتا ہے تو یوں سمجھا جاتا ہے کہ اب مرنے کے وقت سلب ہوا ہے اور بعض لوگوں کے اس وقت بھی ہوش و حواس درست ہوتے ہیں اور اس حالت میں شیطان ان کو بہکاتا ہے اور وہ باختیار خود بہکانے میں آجاتے ہیں اسی واسطے دعا کی تعلیم فرمائی گئی ہے "اللهم لقنی حجة الايمان عند الممات" باقی

یہوشی میں اگر کوئی کفری قول یا فعل صادر ہو جاوے اس پر مواخذہ نہیں اور اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ اہلبیت کو اضلال کی اسی درجہ کی عقل ہے جیسی حضرات انبیاء علیہ السلام کو ہدایت کی عقل ہے۔
 احقر نے عرض کیا کہ موت کے وقت کبھی شیخ بھی حاضر ہوتا ہے فرمایا اسکی دو صورتیں ہیں کبھی واقعی شیخ ہوتا ہے اور یہ کرامت ہے اور اس کا وقوع شاذ و نادر ہوتا ہے اور کبھی حق تعالیٰ کسی لطیف غیبی کو بشکل شیخ متشکل فرما دیتے ہیں کیونکہ وہ اسی شکل سے مانوس ہے تو اس کے ذریعہ سے اس کو حق کی طرف متوجہ کر دیا جاتا ہے۔

فرمایا: خشوع کے لیے عمل کی ابتداء میں توجہ کافی ہے ہر ہر لفظ پر ضرور نہیں مثلاً قرآن شریف کی تلاوت سے پہلے یہ خیال کرے کہ محض اللہ تعالیٰ کے لئے تلاوت کرتا ہوں ہر حرف پر ایسی توجہ ضروری نہیں کیونکہ یہ تکلیف مالاطلاق ہے مگر اس میں یہ قید بھی ہے کہ جب تک اسکی مضاد توجہ متحقق نہ ہو اس وقت تک اسی پہلی توجہ کو حکماً باقی سمجھا جائے گا جیسا انسان چلنے سے پہلے یہ ارادہ دل میں کر لے کہ جامع مسجد کی طرف چلتا ہوں بس اتنا کافی ہے ہر ہر قدم یہ ارادہ ضروری نہیں ورنہ چلتا ہی دشوار ہو جائے گا۔ ہاں اگر کسی دوسری طرف ایسی توجہ جو اس پہلی توجہ کی مضاد ہو پائی جاوے تو پھر پہلی توجہ معدوم ہو جائے گی۔

فرمایا: ایک مولوی صاحب نے دریافت کیا کہ تعلیم کتب دینیہ پر گزارے کی ضرورت سے زیادہ اجرت لینی جائز ہے یا نہیں۔ اس پر فرمایا جائز ہے خصوصاً اُس زمانہ میں کیونکہ مباشرت اسباب طبعاً قناعت اور اطمینان کے حصول کا سبب ہے اور بوجہ مصحف طبائع آجکل یہ قناعت اور اطمینان بہت بڑی نعمت ہے۔ باقی یہ کہ ضرورت سے زیادہ کیسی اجازت ہوگی سو ضرورت دو قسم کی ہے ایک حالی دوسری مالی بس ممکن ہے کہ اب ضرورت نہ ہو اور آئندہ چل کر ضرورت ہو جائے۔۔۔۔ اس لئے زائد لینے کی بھی اجازت ہوگی کیونکہ روپیہ زائد پاس ہونے سے ایک قسم کا استغناء رہتا ہے کہ ہمارے پاس روپیہ ہے بلکہ بعض مصالح کے سبب تو بلا ضرورت بھی ایسے ایوان کا قبول کر لینا مستحسن قرار دیا گیا۔ چنانچہ صاحب ہدایہ نے رزق قاضی کے قبول کرنے میں خاص مصلحت بیان کی ہے اور اسی کی بناء پر میں نے جمعرات کی روٹیاں جو یہاں مسجد میں آتی تھیں جاری رکھنے کی رائے دی ہے جس کو بعض موذن بوجہ حاجت نہ ہونے کے رد کر دیتے تھے۔ میں نے کہا کہ رد نہ کی جائیں ممکن ہے کہ یہ حالت استغناء کی ہمیشہ نہ رہے اور پھر کسی دوسرے موذن کو ضرورت واقع ہو اور اگر لوگوں کی عادت نہ رہی تو دوسرا موذن تنگ آکر مسجد چھوڑے گا اور مسجد غیر آباد ہو جائے گی۔ یہی مصلحت مدرس کی تنخواہ لینے میں بھی ہے کہ سلسلہ جاری رہنے سے اہل اعانت کی عادت رہے گی نیز اس سے انکار کرنے میں درپردہ امام شافعیؒ پر اعتراض ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ باطل جائز ہے اور اگر اس میں طمع کا شبہ ہو تو اتنی طمع بھی جائز ہے۔۔۔

چون طمع خواہد زمن سلطان دین
 خاک برفرق قناعت بعد ازیں

تائید میں فرمایا: حضرت سفیان ثوریؒ اس درجہ کے زاہد تھے کہ ان کے پاس ہارون رشید کا خط آیا تو لکڑی سے کھول کر پڑھا تھا اور فرمایا تھا کہ اس خط کو عالم کا ہاتھ لگا ہے مگر باوجود اسکے وہ فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں کچھ مال جمع رکھنا مصلحت ہے کیونکہ اگر ناداری کی حالت میں ضرورت پڑے گی تو مضطر ہو کر پہلے دین ہی کو تباہ کرے گا اس واسطے تنخواہ ضرور لے اور کچھ بیچ جاوے تو اس کو جمع کرتا رہے۔

فرمایا: خواجہ عزیز الحسن صاحب نے سوال کیا تھا کہ عذاب ابدی اور رحمت حق کو جب موازنہ کر کے خیال کریں تو سمجھ میں نہیں آتا۔ اس وقت قلب میں یہ جواب پیدا ہوا کہ یہ استبعاد اپنے انفعال سے پیدا ہوتا ہے مثلاً انسان جب اپنے دشمن کو سزا دیتا ہے تو اسکی حالت زار کو دیکھ کر رحم کرتا ہے یہ انفعال ہے اور اللہ تعالیٰ انفعال سے پاک ہیں ان کا عذاب اور قہر ارادی ہے اور اختیاری ہے جو ان کے کفر پر تجویز کیا گیا ہے تو یہ لوگ خود اپنے ہاتھوں سے جہنم میں گرتے ہیں اور خلافت رحم تب ہوتا کہ جب پہلے سے پتہ نہ دیا ہوتا۔ باقی ایسے علوم میں زیادہ غور کرنا مناسب نہیں کیونکہ یہ علوم واجب کے ارادہ اور علم سے تعلق رکھتے ہیں اور ارادہ و علم صفات واجب میں سے ہے اور ان کا ادراک بالکنہ محال ہے اس لئے ایسے علوم کی حقیقت حاصل ہو نہیں سکتی اس واسطے حضور پر نورؐ نے ایسے مسائل کی تحقیق سے منع فرمادیا ہے اور نہ ان کے سمجھنے کو کوئی قرب حق میں دخل ہے بلکہ اس کے عدم فہم میں قرب حق ہے کہ ہمارے روکنے سے ہمارا بندہ رک گیا۔ اور جن جن مسائل کی تحقیق مزید سے منع فرمایا ہے جیسے مسئلہ قدر وغیرہ وہ سب ایسے ہی ہیں۔ گو ایسی تعلیمات حاکمانہ ہی ہے چنانچہ شیطان کے دلائل کے جواب میں فرمایا اخرج فرماتا اور اس کے مقدمات و دلائل کا جواب نہ دینا اسکی دلیل ہے اور تجرہ سے معلوم ہوا کہ حکیمانہ جواب سے یہ طریق حاکمانہ زیادہ مفید ہے۔

فرمایا: کہ مولوی صاحب نے ایک دفعہ اپنی ایک حالت باطنی کے متعلق تردد ظاہر کیا میں نے جواب میں اطمینان دلایا۔ انہوں نے فرمایا کہ جواب تو صحیح ہے مگر تسلی نہیں ہوئی۔ میں نے کہا مجھ کو مقصود اپنی تسلی ہے آپ کی تسلی مقصود ہی نہیں طبیب کو اپنی تسلی مقصود ہوتی ہے نہ کہ مریض کی تسلی کہ وہ اس کے اختیار میں نہیں اور نہ ہی مقصود ہے اور نہ اس کی عدم تسلی مضر ہے اس سے انکی تسلی ہوگئی۔

فرمایا: اس زمانہ میں تو معاش کے لئے مباشرت اسباب ہی مصلحت ہے کیونکہ ترک اسباب سے تقدس کا شبہ ہو جاتا ہے اور مباشرت اسباب کی صورت میں اس شبہ سے نجات ہے۔

فرمایا: کرامت کا درجہ بطریق اکابر مجرد ذکر لسانی سے بھی متاخر ہے چنانچہ ایک دفعہ سحان اللہ کہنا افضل ہے کرامت سے کیونکہ وہ سبب ہے قرب کا اور کرامت قرب کا سبب نہیں بلکہ قرب کا مسبب ہے۔

فرمایا: یو علی سینا ایک بزرگ کی ملاقات کے واسطے گیا اور ان بزرگ کے سامنے ایسی تقریریں بھگائیں جس میں اپنے علم کا اظہار تھا اور واپس آنے کے بعد حاضرین سے پوچھا کہ شیخ نے میری نسبت کیا رائے ظاہر کی کسی نے کہا انہوں نے یہ فرمایا "یو علی اخلاق ندارد" ابن سینا نے فوراً علم اخلاق میں ایک کتاب

تصنیف کر کے ان بزرگ صاحب کے پاس بھیج دی تاکہ معلوم ہو جاوے کہ ان کا فیصلہ غلط ہے انہوں نے کتاب کو دیکھ کر فرمایا "من گفتم کہ احلاق نداند بلکہ گفتم احلاق ندارد" - اور تصنیف کرنا مسترد داشتن کو نہیں۔

فرمایا: بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جو آوے اس کو بیعت کر لیا جاوے ورنہ کسی بدعتی پیر کے ہاتھ میں پھنس جاوے گا۔ میں کہتا ہوں کہ میں نے تو اپنے اس فعل سے اس کو بدعتی کے ہاتھ میں پھنسنے سے روکا ہے کیونکہ میرے اس در کا حاصل یہ ہے کہ یہ کام سوچ سمجھ کر کرنا چاہیئے۔ جلدی نہ کرے اور بالفرض اگر خاص وہ ایک شخص کسی بدعتی کے یہاں پھنس بھی گیا تو دوسرے پچاسوں آدمی سوچ سمجھ کر پیر تجویز کریں گے اور بدعتیوں سے بچیں گے انھیں گے کہ جلدی کرنا اچھا نہیں پس میرا یہ فعل تو بدعتیوں سے دور رہنے کا سبب ہے نہ کہ ان کے پاس جانے کا ذریعہ۔ غرض ہم اسکے پھنسنے کا سبب نہیں ہیں وہ خود اپنے فعل کا مباشر بالاختیار ہے۔

ہمارے حضرتؑ کی کچھ انوکھی شائیں بلکہ خاندان اشرف کی انوکھی شائیں

واللہ دوسروں پر اعتراض کے خیال سے نہیں۔ بدعتی اور باطل فرقوں کی تو بات چھوڑیئے اصل حق نے جو طریقے بھی اختیار فرمائے اور ٹھیک تھے۔ ہر کے راہبرے کارے ساختن۔ ہر ایک کی غرض دین اور احلاص تھا اور ہمارے حضرت میں تو اس درجہ احتیاط تھی کہ بیعت کے وقت چاروں سلسلوں چشتیہ، نقشبندیہ، قادریہ اور سہروردیہ میں بیعت فرماتے تھے تاکہ کسی سلسلہ پر اعتراض نہ رہے سب اہل حق تھے ان حضرات نے جو طریقہ بھی اصلاح امت کا اختیار فرمایا حق تھا مگر حق تعالیٰ نے چونکہ حضرتؑ کو مجدد طریق بنانا تھا اور حضرت سے اعیاء سنت اعلاء کلمۃ الحق اور اصلاح امت کا ایک عظیم الشان اور غیر فانی کام لیا منظور تھا اس لئے ابتدائی عمر ہی میں حضرت کے دل میں تبلیغ اور اشاعت دین کا ایک مجددانہ و مصلحانہ ذوق اور تقاضا و بیعت فرمایا تھا۔ اور جو مفاد پیدا ہونے والے تھے ان کے سمجھنے کا فہم عطا فرمایا تھا۔ حق تعالیٰ نے اپنے اس مخصوص بندے سے حفظ حدود شریعت کا انقلاب انگیز کام لیا۔ بعض جائز بلکہ مستحب کاموں میں جہاں اندیشہ فساد کا تھا۔ حضرت کی دوزمیں نظر نے ان کو دیکھ لیا اور انکی اصلاح فرمائی۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرتؑ نے وصیت فرمائی۔ میرے ایصالِ ثواب کے لئے کبھی جمع نہ ہوں نہ اہتمام سے نہ بلا اہتمام۔ اگر کسی دوسرے اتفاق سے بھی جمع ہو جاویں تو تلاوت وغیرہ کے وقت قصداً متفرق ہو جاویں اور ہر شخص منفرداً بطور خود جس کا دل چاہے دعا و صدقہ و عبادت نافلہ سے نفع پہنچاوے، نیز میری مستقل

چیزوں کے ساتھ متعارف طریق سے تبرکات کا سامعہ نہ کریں البتہ اگر کوئی محبت سے شرعی طریق سے اس کا مالک بن کر محض طور پر اپنے پاس رکھے مضائقہ نہیں اس کا اعلان اور دوسروں کو دکھانے کا اہتمام نہ کیا جاوے۔ (اشرف السوانح حصہ سوم صفحہ ۲۳۵)

حضرت تہی کا دوسرا ملحوظ ملاحظہ ہو: میں دیکھتا ہوں کہ آجکل کسی کے مرنے پر اس کا بڑا حق یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس کی یادگار مثالی شروع کر دی۔ جلوس نکالا۔ اس کا یوم وفات منایا۔ ریزولیشن پاس کر دیا۔ اخباروں میں چھاپ دیا کہ فلاں فلاں شریک ہوا، بھلا اس بیچارے کو کیا فائدہ پہنچا؟ میری چھوٹی ہمیشہ کا جب انتقال ہوا تو میں اس زمانہ میں جامع العلوم کانپور میں مدرس تھا۔ جس وقت اس خبر کی اطلاع کا خط آیا۔ میں درس دے رہا تھا۔ گو میں نے درس موقوف نہیں کیا۔ نہ طلباء کو اس کی خبر ہونے دی۔ لیکن پھر بھی آخر بہن تھیں۔ چہرے سے غم کے آثار سب پر ظہر ہو گئے۔ یہاں تک کہ طلباء نے پوچھا کہ کیا خط میں کوئی رنج کی بات لکھی ہے؟ اس وقت میں نے ظہر کر دیا کہ ہاں میری بہن کا انتقال ہو گیا۔ اس پر سب نے کہا کہ آج ہم سبق نہیں پڑھیں گے۔ میں نے کہا کہ میاں پڑھو بھی۔ اس کو ثواب ہوگا، فائدہ ہوگا۔ لیکن انہوں نے کہا کہ نہیں آج توجی نہیں چاہتا۔ پھر میں نے اصرار نہیں کیا۔ اس کے بعد انہوں نے کہا اب ہم اجازت چاہتے ہیں کہ ہم سب قرآن شریف پڑھ کر ایصال ثواب کریں۔ میں نے کہا بھائی تمہاری خوشی ہے۔ میں تو اپنے دوستوں کو اسکی بھی تکلیف دینا نہیں چاہتا۔ یوں بطور خود اپنی محبت سے ایصال ثواب کریں تو اختیار ہے۔ ایصال ثواب کی تفصیل بھی بہت ہے اس لئے میری طرف سے اجازت ہے، مگر ایک طریق سے وہ یہ کہ مجتمع ہونے کے نہیں بلکہ اپنے اپنے حجروں میں بیٹھ کر تاکہ جس کا جتنا جی چاہے پڑھے۔ پھر میں نے یہ بھی کہ دیا کہ مجھے اطلاع مت کرنا کہ کس نے کتنا بخشا، ورنہ اطلاع کی ضرورت سے ہر شخص یہ چاہے گا کہ کم از کم پانچ پارے تو پڑھوں۔ حالانکہ اگر میری اطلاع کے لئے پانچ پارے پڑھے تو ان کا ایک حرف بھی مقبول نہیں بخلاف اس کے اگر کسی نے خلوص سے صرف ایک بار قل ہو اللہ پڑھ کر بخشا تو یہ قل ہو اللہ مقبول ہے اور مرحومہ کے حق میں نافع اور وہ پانچ پارے مقبول اور نافع نہیں چنانچہ جس کو جتنی توفیق ہوئی اس سے بطور خود بلا مجھے اطلاع کئے ہوئے آزادی اور خوش دلی کے ساتھ پڑھ کر بخش دیا۔ تو کسی کے مرنے پر کرنے کے کام تو یہ ہیں۔

اب میں جلسہ کرتا، مرحومہ کی تعریفیں کرتا، اظہار غم کا ریزولیشن پاس کرتا، اخباروں میں شائع کرا دیتا۔ مدرسہ میں تعطیل کر دیتا تو اس سے مرحومہ کو کیا فائدہ ہوگا؟ بلکہ جو مدح سمجھی جاتی ہے اس کے بارے میں تو بصورت خلاف واقع ہونے کے حدیث میں آیا ہے کہ مردہ سے سوال ہوتا ہے، ”ہذا کنت“ کیا تو ایسا ہی تھا۔ لیجئے تعریفوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ باز پرس ہو رہی ہے اور ملامت کی جارہی ہے۔ لیجئے یہ انعام ملا۔

اکثر اہل حق شیوخ بھی جب کوئی بیعت کی درخواست کرے تو فوراً بیعت فرما لیتے ہیں۔

کس تشریف لے جائیں لوگ زیارت کے لئے آرہے ہیں۔ شام ہوئی تو اعلان ہوتا ہے کہ جو حضرات بیعت ہونا چاہتے ہیں آجائیں اور بعض اوقات بیعت ہونے والوں کی فہرست تیار ہوتی ہے اور پھر سب کو بیعت فرمایا جاتا ہے۔

مگر ہمارے حضرتؒ کی شان نزالی تھی۔ اگر کوئی کسی کو حضرت سے بیعت ہونے کی ترغیب دیتا۔ زیر عتاب آجاتا۔ اس سلسلہ میں اکبر تک کی سفارش قبول نہ فرماتے۔ جب تک مسابقت نہ ہو جاتی اور کام میں لگا ہوا نہ دیکھ لیتے بالکل بیعت نہیں فرماتے تھے خواہ کتنا عرصہ گزر جائے۔ جو آدمی تعلیم کی درخواست کرتا حضرت خوش ہوتے اور فوراً تعلیم شروع فرمادیتے اور جو بیعت پر اصرار کرتا خوش نہ ہوتے اور بیعت نہ فرماتے۔

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے اسکی ضرورت نہیں کہ بیعت ہو جاؤ۔ جی کس کی پیروی مریدی لئے پھرتے ہو یہ تو پکھنڈ ہے۔ بیعت کی صورت ضروری نہیں۔ اصل چیز بیعت کی روح یعنی اتباع ہے۔ پیر کے کہنے کے مطابق کام شروع کر دو وہی نفع ہوگا جو پیروی مریدی میں ہوتا ہے۔ لوگوں کا عجب حال ہے کام بتائیں تو نہ کریں بس بیعت کا نام چاہتے ہیں۔ بیعت کیا محض ایک رسم رہ گئی ہے جو پیر بیعت کر لیں کام نہ بتائیں ان سے خوش ہیں۔ میں مرید تو کرتا نہیں کام بتلاتا ہوں تو مجھ سے ناراض ہیں۔ یوں سمجھ رکھا ہے کہ جو بھید ہیں فقیری کے جو انجھ پریم کے وہ مریدوں ہی کو بتائے جاتے ہیں وہ بتا دے گا اللہ والے بن جائیں گے۔ دھرے تھے انجھ دھرے سے بھید، ڈلے پتھر، میاں خدا اور رسول کا نام لو بس یہی انجھ ہیں۔۔۔ اصلاح نفس کے طریقے پیر سے پوچھو یہی بھید ہیں۔ اگر کوئی کہے بس باطنی طریق بس یہی ہے تو ہم باآواز بلند کہیں گے کہ ہاں یہی ہے۔

ضوابط بیعت

بیعت کے وقت کسی سے نذرانہ قبول نہیں فرماتے۔ نہ مہرے نہ بتائے نہ کسی سے شیرینی وغیرہ کی اجازت دیتے ہیں۔ کیونکہ ایک تو یہ طرز سنت نبوی کے خلاف۔ دوسرے غریاء اور مفلس بیعت سے محروم رہتے ہیں نہ ان کو نذرانہ کی قدرت نہ تقسیم شیرینی کی وسعت۔ ہاں دوسرے وقت میں اگر کوئی بے تکلف ہو جاوے یا پرانے تعلقات والا ہو۔ قبول ہدیہ میں مضائقہ نہیں فرماتے۔ مگر وہ بھی ایسے طور پر نہیں جس سے لوگ یہ سمجھیں کہ یہ تو بغیر نذر کے توجہ ہی نہیں کرتے۔۔۔ پھر اس میں یہ بھی شبہ رہتا ہے کہ۔۔۔۔۔ حرام یا مشتبہ آمدنی سے نہ ہو۔ مگر اسی حد تک کہ جس کا علم ہو جائے یا وہ شخص مشتبہ یا حرام آمدنی کے پیش میں خود مشہور ہو۔ اس سے زیادہ تجسس نہیں فرماتے کیونکہ شریعت میں وہ بھی ممنوع ہے چنانچہ دو معزز عمدہ داران حیدر آباد نے آپکی دعوت کی آپ کو یہ علم ہو گیا کہ ان کی تنخواہ کے مدات قواعد شرعیہ پر منطبق نہیں ہیں۔ آپ نے رد دعوت تو نہیں فرمایا۔ البتہ ان سے مخلصانہ طور

پر کہہ دیا گیا کہ مہربانی کر کے فرض لے کر دعوت کا کھانا پکائیے۔ چنانچہ سنجیدہ اور ذی فہم لوگ تھے نہایت خوشی سے انہوں نے قبول کر لیا۔ بیعت بھی ہر شخص کو نہیں کرتے پہلے اس کو ذکر و شغل میں لگا دیتے ہیں اور وہ اپنے حالات کی اطلاع دیتا رہتا ہے اس کے بعد اگر اس نے درخواست کی اور اس میں رشد کے آثار ملاحظہ فرمائے تو بیعت فرما لیتے ہیں، ورنہ نہیں فرماتے ہیں مجھے اپنے جتھ کے بڑھانے کی ضرورت نہیں۔ کام کرنے والے چاہئیں۔ یہ تو حضرت کی حالت ہے۔ سفر میں تو سوائے مستورات اور مریضوں کے کسی کو بیعت نہیں فرماتے۔ اس زمانہ قیام حیدر آباد میں بیسیوں لوگوں نے بیعت کی درخواست کی۔۔۔۔۔ مگر آپ نے انکار فرمادیا۔ اور نہایت شفقت سے فرمایا کہ سفر میں بیعت نہیں کرتا کیونکہ سفر میں میں بھی مذہب بٹا رہتا ہوں۔ اور جو صاحب میرے پاس تشریف لاتے ہیں وہ بھی مذہب ہو کر ملتے ہیں۔ کسی کی اصلیت کا پتہ نہیں چلتا۔ البتہ آپ اگر میرے پاس تھانہ بھون میں رہیں۔ میرے اندر مونی بیرونی حالات آپ کو پوست کندہ معلوم ہو جائیں۔ میری عام معاشرت کا آپ کو علم ہو جائے۔ اور مجھے بھی آپ کے اخلاق، استعداد، عادات اور پورے حالات کا علم ہو جائے گا۔ اس حالت میں اگر فریقین کی رضامندی ہوئی تو بیعت بھی ہو جائے گی اور کچھ تصوف اور سلوک کا دار و مدار بیعت پر نہیں۔ وہ تو کام کرنے پر اور شیخ کی اطاعت پر ہے جیسا شیخ کے بلا چون و چرا اس کا حکم تسلیم کرے۔ ہاں اگر صاحب خبرت ہے اور شیخ کا حکم صریح شریعت کے خلاف ہے تو کبھی اطاعت نہ کرے۔ مگر گستاخی نہ کرے ادب سے عذر کر دے وہ بھی جب کہ شیخ صاحب کمال ہو ورنہ ایسے شیخ ہی کو خیر باد کہہ۔

ارشاد کی بے وقعتی

عزیزو! واقع میں حضرت حکیم الامت مجدد الملت کا فرمان عین شریعت کے مطابق ہے۔ یہ بھی کوئی دینداری اور دیانت ہے کہ اپنی شوکت اور عظمت بڑھانے کی غرض سے جو آیا اسے پھانس لیا جائے جو عمل کرے پیر صاحب ضامن ہیں۔ غلط بیعت کی اور ایک پرچہ نجات ہاتھ میں پکڑوا دیا جب کبھی پیر صاحب تشریف لائے تو جلو میں مریدوں کا ایک ہم خفیر ساتھ ساتھ ہے پیر صاحب ہیں کہ شہر بشر در بدر مریدوں کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے ہیں۔ جو ملا پیر صاحب نے اپنے جال میں پھانس لیا۔ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۴ھ کو میں حیدر آباد سے سکندر آباد آ رہا تھا ایک نوجوان شخص میرے درج میں سوار تھا۔ خدا جانے اس کو کیا سوچھی کہ اس نے میرے سامنے اپنی بیوی کی بے اعتدالی اور اپنے سسرال والوں کی روک رکھنے کی شکایت کی اور رونے لگا۔ اس نے اپنی بے تابی اور بیوی کے ساتھ عشق و محبت کے واقعات بھی بیان کئے۔ اور مجھ سے طالب دعا ہوا۔ مجھے بھی اس کے بیان سے بہت ہی دل میں رقت ہوئی۔ میں نے اس کو تسلی دلایا کہ خدا کی قدرت سے بعید نہیں ہے۔ پھر ملاپ ہو جاوے گا۔ اس اثناء میں اس نے بیان کیا کہ اسی غرض سے حضرت۔۔۔۔۔ شاہ صاحب جو آجکل حیدر آباد میں آئے ہوئے ہیں ان سے بیعت بھی ہو گیا کہ شاید کوئی عمل بتائیں اور میں اس درجدہائی سے نجات پاؤں۔ مجھے یہ واقعہ سن کر رحت تعجب ہوا کہ اللہ اللہ مشائخ کی یہ شان اور یہ ارشاد باقی رہ گیا ہے۔ اور اس نعت بیعت کو اس قدر بے وقعت کر دیا گیا ہے۔

مقاصد بیعت

پیر صاحب کا کام نہ ضامن ہونے کا ہے نہ جو رو دلانے کا ہے۔ اس کا کام صرف صحیح راستہ بتانا اور پر حذر مواقع سے مرید کو مستبہ کرنا ہے عمل کرنا مرید کا کام ہے۔ اور شرہ کا ترتب خدا کا کام ہے۔ اگر مرید کی غرض صحیح نہیں اور پیر کو بیعت کر کے دھوکہ دینا چاہتا ہے اور دھوکا ہو بھی گیا۔ اس میں صرف مرید ہی قابل اعتراض نہیں بلکہ پیر بھی قابل مواخذہ ہے۔ کیونکہ جرم و احتیاط پیر کا فرض تھا۔ ہاں جرم و احتیاط کے بعد بھی اس قسم کا دھوکا ہو جائے تو پیر ہر قسم کی تفسیح اور شہادت سے بری ہے اس لئے کہ وہ غیب دان نہیں اور نہ غیب دانی کا وہ شرعاً مکلف ہے اور نہ کشف و الہام اختیاری ہے۔ یہی سنت ہے انبیاء کی علیکم و علی نبیاء الصلوٰۃ والتسلیمات ہر نبی کے ساتھ ہمیشہ ایک گروہ منافقین کا ہوگا۔ اور ہر نبی پر ظہر کے اعتبارات کا لحاظ فرض تھا استطعام باطن کے وہ مکلف نہ تھے۔ بہت سے منافقین سے انکو ایک عرصہ تک علم نہ ہوتا تھا۔ وہ معذور تھے۔ رہی یہ بات کہ یہ عذر ہر شیخ پیش کر سکتا ہے کہ باوجود احتیاط کے بھی مریدوں کے ضمائر ان سے مخفی رہے مگر میں بھی کہتا ہوں کہ یہ جواب صحیح ہے اگر قرآن و آئمہ اسکی تصدیق کریں یہ نہیں کہ ادھر سے مرید نے شیخ کی صورت دیکھی ادھر شیخ نے مرید کی اور دس منٹ میں تیرا ضی طرفین عقد مرتب ہو گیا۔

بے نتیجہ بیعت

بعض اوقات تو اس کی بھی نوبت نہیں آتی۔ پیر نے چادر پھینکی اور ایک فوج نے اسے چھو لیا۔ پیر صاحب مرید کی صورت اور نام سے بھی آگاہ نہیں۔ ایسی بیعت سے کوئی نتیجہ نہیں۔ سلسلہ میں شریک ہونے سے برکت بھی اسی وقت حاصل ہوتی ہے کہ مرید بھی مقتضاء بیعت پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہو اگرچہ قصور و نقص واقع ہو جائے۔ نہ یہ کہ بیعت کو ذریعہ نجات سمجھ کر اعمال عادیہ بھی ترک کرے ایسی بیعت شرعاً بالکل ناجائز اور حرام ہے۔ کیونکہ وہ اھکال منعی حد ہے اس سے اجتناب فرض ہے ورنہ مرید تو ڈوبے ہی تھے پیر صاحب بھی پاتال پہنچ گئے اور مفسدین کی فہرست میں نام لکھا گیا۔ جس کی قرآن شریف میں صاف ممانعت ہے (ولا تعشوفی الارض مفسدین) اور یہ شرعی قاعدہ ہے کہ اگر کوئی امر مطلوب شرعی نہیں اور درجہ استحباب میں ہے اور اس کے استعمال سے مفسدہ پیدا ہوتا ہے۔ تو اس کا ترک کر دینا فرض ہے۔ اور اگر مطلوب شرعی ہے تو مفسدہ کی اصلاح فرض ہے۔ میں خود کچھ عرض نہیں کرنا چاہتا۔ ناظرین کرام خود اس قسم کی بیعت کو اس معیار پر جانچ لیں۔ میرے خیال میں مرید ہونے والوں میں سے جو بلا جانچ پڑتال جھٹ مگلتی پٹ کلاچ بیعت ہو جاتے ہیں اور پیر بھی جانچ

(۱)۔ پھر خود سے دیکھا جاوے تو یہ قیاد مع الفارق ہے تعلیم احکام فرض ہے اس کے لئے کاوش نہ چاہیئے

بیعت فرض کیا کسی درجہ میں بھی ضروری نہیں۔ اس میں کاوش ضروری ہے۔ -۱۲-

نہیں کرتے فی صدی دس بھی ایسے نہیں لکھیں گے جو بیعت کی غرض و غایت اپنی دینی اصلاح ترمود آخرت سمجھتے ہوں و نیز اس قسم کی بیعت کرنے والے پر فیصد ایک بھی اس غرض و غایت کا نہیں ملے گا۔ اسکی تو واحد غرض جب جاہ و مال ہے۔ اسی لئے جو سامنے آیا اسے پھانسا (اعاذنا اللہ منہم) بلکہ اکثر و بیشتر مریدوں کی یہ غرض ہوتی ہے۔ بیعت ہو کر بلا کسی عمل کے بلیات دنیا و دھن سے نجات پا جائیں جو مفسدہ فی الدین ہے اور سراسر احمال ممنوع ہے۔ (سفر نامہ حیدر آباد دکن صفحہ ۲۹ تا ۳۲)

حضرت والا کو دوسرے کے حفظ حقوق کا غایت درجہ اہتمام تھا اور یہ حضرت والا کی خصوصیات خاصہ سے تھا چنانچہ اگر کبھی تھوڑا سا بھی مسجد کا گرم پانی وضو سے بچ جاتا تو اس کو بھی ستا دیا ہی میں جا کر ڈال آتے تاکہ مسجد کا اتنا مال بھی ضائع نہ جائے۔ حضرت والا کو حفظ حقوق اور صفائی معاملات اور امانت کو خلط سے محفوظ رکھنے کا کس درجہ اہتمام تھا اور کیسی کیسی جزئیات دقیقہ پر نظر تھی جن کی طرف باوجود بدیدی ہونے کے جدجہ قلت اہتمام آج کل خواص کا بھی ذہن نہیں جاتا۔ الاماشاء اللہ۔ الحمد للہ حضرت والا بعون اللہ تعالیٰ بہ فوائے۔

شاید ہمیں نفس نفیس واپسین بود

ہر وقت اپنے سب معاملات کو صاف سترا مثل آمیز رکھتے تھے تاکہ عند اللہ خود بھی مواخذہ سے بری رہیں اور بعد میں دوسروں کو بھی حضرت والا کے کسی معاملہ کے متعلق کسی قسم کی الجھن نہ ہو۔ "ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء" حضرت والا کی شان فناء ملاحظہ ہو، فرمایا:۔۔۔۔ میں ہمیشہ طرک کے کنارے چلا۔ بہتر رستہ دوسروں کے لئے چھوڑا۔ اس معاملہ میں میں نے بھنگیوں بلکہ مواشی تک کو اپنے آپ پر ترجیح دی حتیٰ کہ میری ٹانگیں کمزور ہو گئیں اور میں نالی میں گر گیا پھر میں عذر کی وجہ سے طرک کے پیچ میں چلنے لگا۔

ملاحظہ فرمائیے بھنگیوں اور مواشی کو اپنے آپ پر ترجیح دے رہا ہے۔ بار بار قسم کھا کھا کر فرمایا کہ میں اپنے آپ کو کسی مسلمان حتیٰ کہ ان مسلمانوں سے بھی جن کو لوگ فساق فجار سمجھتے ہیں فی الحال اور کفار سے بھی احتیلاً فی المال افضل نہیں سمجھتا اور آخرت میں درجات حاصل ہونے کا کبھی وسوسہ بھی مجھے نہیں ہوتا کیوں کہ درجات تو بڑے لوگوں کو حاصل ہوں گے۔ مجھے تو جہنمیوں کی جوتیوں میں جگہ مل جائے تو اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہو اس سے زیادہ کی ہوس ہی نہیں ہوتی اور اتنی ہوس بھی برائے استحقاق نہیں بلکہ اس لئے کہ دوزخ کے عذاب کا تحمل نہیں۔ میں اپنے اندر کوئی کمال نہیں پاتا نہ علمی نہ عملی نہ حالی نہ قلبی مجھ میں تو سراسر عیوب ہی عیوب بھرے پڑے ہیں۔ میری اگر کوئی برائی کرتا ہے مجھے وسوسہ بھی نہیں ہوتا کہ میں برائی کا مستحق نہیں اگر کوئی تعریف کرتا ہے تو واللہ تعجب ہوتا ہے کہ مجھ میں بھلا کون سی بات تعریف کے قابل ہے اسے دھوکہ ہوا ہے حق تعالیٰ کی ستاری ہے کہ میرے عیوب کو پوشیدہ کر رکھا ہے۔

ایک صاحب کا خط آیا پوچھا تھا حضرت کیا میں محروم ہی رہ جاؤں گا؟

تحریر فرمایا: کیا مجھ سے پوچھتے ہو کیا محروم ہی رہ جاؤ گے؟
مجھے اپنا ہی کچھ پتہ نہیں کہ کیا حال ہوگا کوئی کھیر تو نہیں کہ چٹاؤں معلم کا کام تو تعلیم دینا ہے۔۔۔۔
وہاں پیر جیوں کی تعلیمیں نہ تھیں جذب کی شونیاں نہ تھیں بختوانے کے وعدے نہ تھے
کمال کے دعوے نہ تھے کسی سے بڑا ہونے کی شیخیاں نہ تھیں کوئی ناز نہ تھا۔ عہدیت تھی انکساری تھی
فنائیت تھی۔ اپنے قصوروں کا اقرار تھا۔ لوگوں سے اپنی کوتاہیوں کی معافیاں مانگ رہے ہیں۔ ملاحظہ
فرمائیں وصیت نامہ کی چند سطور اور یہ الفاظ کہ تحریر فرما رہے ہیں: احقر اذل ارذل انفر نام کا اشرف کام
کا اکھف۔۔۔۔ اشرف علی

میں اپنے سب دوستوں سے استعفا کرتا ہوں کہ میرے سب معاصی صغیرہ و کبیرہ عمدہ و خطا
کے لئے استغفار فرمائیں اور جو میرے اندر عادات و اخلاق ذمیرہ ہیں ان کے ازالہ دعا کریں۔
۵۔ میرے بعض اخلاق سیئہ کے سبب بعض بندگان خدا کو حاضرانہ و غائبانہ میری زبان و ہاتھ سے کچھ
کلفتیں پہنچی ہیں اور کچھ حقوق ضائع ہوئے ہیں خواہ اہل حقوق کو اسکی اطلاع ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔ میں
نہایت عاجزی سے سب چھوٹے بڑوں سے استعفا کرتا ہوں کہ اللہ دل سے ان کو معاف فرماویں۔ اللہ
تعالیٰ ان کی تقصیرات سے درگزر فرماویں گے۔ میں بھی ان کے لئے یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انکو داریں
میں عفو و عنایت عطا فرماویں۔ معذرت کرنے والے کی تقصیر سے درگزر کرنے کی بڑی فضیلت آئی ہے
اور اگر معاف کرنے کی ہمت نہ ہو تو حسب فتویٰ شرعی مجھ سے عوض لے لیں خدا کے لئے قیامت پر
مواخذہ نہ رکھیں کہ اس کا کسی طرح تحمل نہیں۔

۶۔ اس کی قبیل کی کوتاہیاں جو دوسروں سے میرے حق میں ہو گئی ہوں، میں طیب خاطر گذشتہ اور آئندہ
کے لئے محض خدا تعالیٰ کے راضی کرنے کو اور اپنی خطاؤں کی معافی کی توقع پر وہ سب معاف کرتا ہوں۔

حضرت کی محبت دلسوزی اور خیر خواہی

فرماتے ہیں تکلیف میں کسی دشمن کو بھی نہیں دیکھ سکتا جہاں کسی کو ذرا سی تکلیف میں
دیکھتا ہوں۔ بس جی یہ چاہتا ہے کہ اپنا دل نکال کر اس کے سامنے رکھ دوں۔ میں مدت سے یہ دعاء مانگ
رہا ہوں اے اللہ میری وجہ سے اپنی کسی مخلوق سے مواخذہ نہ فرمائو۔ جو کچھ میرے ساتھ کسی نے برائی
کی یا آئندہ کرے میں نے سب معاف کی۔

فرماتے مان لو کسی کو میری وجہ سے سزا ہو گئی مجھے کیا ملا۔ کیا میں کسی کو اپنی وجہ سے دوزخ میں
جلتا دیکھ سکوں گا؟ کسی نے پوچھا حضرت یہ لوگ جو آپ کی مخالفت کرتے ہیں آپ کا ان کے متعلق کیا
خیال ہے۔ فرمایا دیکھتا یہ چاہیئے کہ یہ لوگ جو میری مخالفت کرتے ہیں اس مخالفت سے ان کا منشاء کیا ہے؟
اگر منشاء حب رسول ہے تو میں نہ صرف انکو معذور بلکہ ماجور جانتا ہوں یہ لوگ جو میری مخالفت کرتے
ہے حاشیہ ۲۲۳ پر

ہیں اور اپنے مدارس قائم کئے ہوئے ہیں میں ان مدارس کے جہاں کی دعائیں کرتا ہوں آخر تعلیم تو یہ قرآن اور حدیث ہی کی دیتے ہیں۔ میں ان لوگوں کو ان لوگوں کے مقابلہ میں جو اسلام کو مٹا ڈالنا چاہتے ہیں۔ بسا غنیمت جانتا ہوں۔

تحریکِ خلافت کے زمانہ میں جب بعض معاندین نے حضرت پر بہت بہتان باندھے احباب نے عرض کیا حضرت ان کا ردِ شائع فرمائیے تاکہ عام مسلمان سوءِ ظن کی مصیبت سے بچ جائیں فرمایا اب تو وہ لوگ معذور ہیں۔ کیونکہ وہ مجھ کو سمجھتے ہی ایسا نہیں اگر میں نے ردِ شائع کیا پھر بھی وہ باز نہ آئیں گے۔ جان کر بھی برائی کریں گے اس میں ان کو گناہ ہوگا تو ایک غیر عامی کو عامی بنا دینے کا کیا فائدہ؟ حضرت کے الفاظ اور اندازِ تقریر مخلوق کی دلسوزی اور خدا تعالیٰ کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہوتے اس لئے دل میں اتر جاتے۔ از دل خیز دہر دل ریز۔

اور مسلمانوں کے لئے تو حضرت کے قلبِ مبارک میں بہت ہی زیادہ درد تھا۔ فرماتے صاحبو! کس طرح میں اپنے دل کی بات آپ کے لئے دل میں ڈال دوں اور کس طرح اطمینان دلاؤں۔ قسم سے زائد کوئی ذریعہ اطمینان اس وقت میرے پاس نہیں۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں واللہ ثم واللہ ثم واللہ اگر تم خدا تعالیٰ کے دین کی رسی مضبوط پکڑ لو۔ پھر تم سلف کی طرح تمام دنیا کے مالک بن جاؤ گے اے لوگو! اگر تم کو حق پر مہمت قدم رکنے میں استقلال ہو جائے تو تمہارا کام بن جائے۔

جب بھی حضرت کو مسلمانوں کی مصیبت کی خبر ملتی چہرہ مبارک پر شدید غم کے آثار نظر آتے۔ رنج سے نڈھال ہو جاتے اور ایسے ایسے درد بھرے الفاظ زبان مبارک سے نکلتے کہ سننے والوں کے گلے منہ کو آتے۔ جب ہمارے شدید زلزلہ آیا اور مسلمانوں کا بہت جانی اور مالی نقصان ہوا۔ اور جب ترکوں کو شکست ہوئی حضرت نے درد بھرے لہجے میں متعدد بار فرمایا۔ کھانے کے پہلے یاد آتا ہے تو میری بھوک اڑ جاتی ہے سونے سے پہلے یاد آتا ہے تو میری نیند اڑ جاتی ہے۔

بیان مفتی محمد شفیع صاحب البلاغ رمضان ۱۴۰۲ھ

ایک مرتبہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی خدمت میں کچھ زمانہ غیبت کے بعد حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت بہت کمزور ہو رہے ہیں جیسے کئی مہینے سے بیمار ہوں۔ پوچھنے پر فرمایا کہ بھائی مسلمان تباہ ہو گئے انہیں نہ ہندو پوچھتا ہے نہ انگریز یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کانگریس نے اپنی وزارت بٹائی اور مسلمانوں کو قطعاً نظر انداز کر دیا۔ اسی طرح حضرت کو اس وقت آخر نے دیکھا جب عنایت اللہ مشرقی کا فقہ ملک میں پھیل رہا تھا۔ حضرت کے مشاغل سیاسی نہ تھے مگر چونکہ دین کا درد تھا اس لئے بے چین تھے مگر ہم اطمینان سے بے دینی کے اس سیلاب کو برداشت کر رہے ہیں ہمارا ایک پیسہ کا نقصان ہونے لگے تو یو کھلا اٹھتے ہیں یہ علامت ہے اس بات کی کہ ہم تدریس تبلیغ وغیرہ جو کچھ کرتے وہ دین

کے لئے نہیں بلکہ دنیا کے لئے ہے۔

مہتمم خانقاہ امدادیہ کی عالی حوصلگی

ایک دفعہ ہمارے قصبہ میلانی افغاناں کے ایک رئیس محمد یعقوب خان صاحب میرے ہمراہ تھانہ بھون گئے۔ حقہ بہت پیتے تھے۔ ایک چھوٹی سی حقہ اور کپاس کی چھڑیوں کے کچھ کوئلے ساتھ لیتے گئے۔ یہ کوئلے بہت جلد روشن ہو جاتے ہیں۔ خلیفہ اعجاز صاحب سے میں نے عرض کیا کہ یہ بدوں حقہ نوشی نہیں رہ سکتے اس لئے معذور جان کر کوئی آسان صورت بتلاؤں۔

خلیفہ صاحب نے فرمایا: اوپر مہمان خانہ نیا بنا ہے اس کے پرے آخری کونے میں اپنی چار پائی بچھائیں اور مہمان خانے کے اگلے کمرے کی خالی چھت پر اتر کر حقہ پی لیا کریں۔

ایک روز نماز فجر کے بعد سب حضرات تلاوت قرآن پاک اور ذکر میں مشغول تھے کہ ایک صاحب نے پکارا۔۔۔۔۔ بالا خانے کو آگ لگ رہی ہے۔۔۔۔۔

حضرت نے صرف یہ دریافت فرمایا: کیا مولوی شبیر موجود ہیں؟ کسی نے عرض کیا ”موجود ہیں“

حضرت اپنے کام میں مشغول ہو گئے اس روز ہوا بہت تیز چل رہی تھی میں اور محمد یعقوب خاں فوراً سمجھ گئے کہ آگ ہماری حقہ سے لگی ہے۔ ہم فوراً اوپر پہنچ گئے۔ مولانا شبیر علی صاحب اور دوسرے حضرات بھی آگئے۔ سب حضرات آگ بجھا رہے تھے اور ہم حقہ کو بستر میں چھپا رہے تھے۔ ایک کونے کی مٹھی جل گئیں۔ ایک کھڑکی کا کچھ حصہ جل گیا اور آگ پر قابو پایا گیا۔ وصل بنگرانی صاحب نے آواز بلند فرمایا ”یہاں کوئی سگریٹ یا حقہ پیتا ہے آگ اس کے حقہ سے لگی ہے۔ بتاؤ وہ کون ہے؟“

ہم خاموش تھے، وصل صاحب نے دوسری، تیسری بار پھر دریافت فرمایا۔ ”بتاؤ حقہ پینے والا کون ہے؟“ ہم خاموش تھے۔ مولانا شبیر علی صاحب نے فرمایا: وصل صاحب خاموش رہیں، میرے مہمانوں کو الزام نہ دیجئے۔

محمد یعقوب صاحب اس قدر خوف زدہ ہوئے کہ اسی روز حضرت والا سے اجازت لے کر وطن واپس ہو گئے لیکن خانقاہ میں اس کے بعد اس واقعہ کا تذکرہ تک سننے میں نہ آیا۔

مولانا شبیر علی صاحب کی اس ناکارہ پر شفقت اور نوازش بہت تھی۔ بہت ہی محبت بھرے ان کے خطوط مجھے آئے اور وہ سب میں نے محفوظ کر کے رکھے ہوئے ہیں۔ صرف ایک خط کا تذکرہ کرتا ہوں۔ ویسے دو مہینے دفعہ ملتان میرے ہاں مہمان بھی ہوئے۔ ایک روز ڈاک آئی۔ مولانا کا خط میرے ہاتھ میں تھا، تحریر فرمایا تھا: میں فلاں روز خیبر میل سے لاہور جا رہا ہوں۔ کھانے کا وقت ہوگا۔ ملتان چھائی

اسٹیشن پر دو چپاتی اور کچھ سالن پہنچا دیجئے۔ میرے پاس برتن موجود ہوں گے۔ ان میں سالن روٹی ڈال کر اپنے برتن فارغ کر لیجئے۔

میں وجد میں تھا۔ میری خوشی کی انتہاء نہ تھی۔ خط کبھی ہاتھ میں کبھی جیب میں لئے پھرتا تھا۔ لشکر و انتہان اور فرحت و مسرت کے جذبات سے دل لبریز تھا۔ مولانا کا اس بلائق سے کھانے کی فرمائش کرنا کوئی چھوٹی دولت نہ تھی مجھے تو سلطنت مل گئی۔ میں نے قدرے پر تکلف کھانا تیار کرایا۔۔۔۔۔ مولانا نے فرمایا: میں نے دو چپاتی اور معمولی سالن کالکھا تھا۔ میں نے عرض کیا: مولانا! مجھے کچھ نہ کہیں، جو کچھ لایا ہوں قبول فرمائیں۔

فرمایا: بہت اچھا، میرے برتنوں میں ڈال دو۔

لطف بھری باتیں کرتے رہے۔ بالآخر گاڑی روانہ ہو گئی۔

حضرت کو کھانے پر دعوت

تھانہ بھون میں قیام کے دوران ایک روز حضرت کو کھانے پر دعوت دینے کا تقاضا ہوا۔ مخاطبت کی اجازت تھی۔ درخواست پیش کر دی گئی۔ فرمایا: میں خوشی سے کھانا کھالوں گا۔ لیکن کھانا کھلانے کے عین طریقے ہیں۔ (۱) آپ کی اہلیہ میری اہلیہ کو کھانے کی ضروری چیزیں خرید دیں۔ تھوڑا سا گھی، نمک، مرچ، مسالہ آٹا دے دیں اور گوشت کے لئے اڑھائی آنے دے دیں۔ میری اہلیہ میرے مزاج کے مطابق کھانا پکا کر مجھے کھلاویں گی (۲) اگر یہ پسند نہ ہو تو آپ کی اہلیہ میری اہلیہ سے پوچھ پوچھ کر پکائیں تاکہ نمک مرچ مسالہ وغیرہ ڈالنے میں میرے مزاج کی رعایت ہو سکے۔ (۳) اگر یہ بھی پسند نہ ہو، اور خود ہی پکا کر کھانا چاہیں تو خود پکا کر کھانا بھیج دیں میں کھالوں گا۔

میں نے عرض کیا مقصود تو حضرت کی راحت ہے جس طرح پسند فرماویں ٹھیک ہے۔

فرمایا: تو پھر وہ پہلا طریقہ ہے۔

میں نے عرض کیا حضرت کو مرغی کھلانے کو دل چاہتا ہے اسکی اجازت فرماویں۔ فرمایا:۔۔۔۔۔ بخوشی اجازت ہے۔ آپ کی اہلیہ میری اہلیہ کو کہہ دیں وہ سستی خرید دیں گی۔

حضرت چھوٹی پیرانی صاحبہ نے کم دام پر سستی مرغی خرید دی۔ ہم نے دوسری ضروری چیزیں دے دیں۔ پیرانی صاحبہ نے خود کھانا پکایا۔ حضرت نے نوش فرمایا اور کچھ کھانا حضرت پیرانی صاحبہ نے ہمیں بھی بھیجا۔

ہم نے دو ماہ حضرت کے بالا خانے کا بیت الخلاء استعمال کیا۔ حضرت چھوٹی پیرانی صاحبہ کی بھنگن صاف کرتی رہی۔ ہم آگئے اجرت کا پوچھا ہی نہیں۔ پیرانی صاحبہ نے ادا کی۔ پیرانی صاحبہ اہلیہ سے اس قدر مانوس ہو گئیں کہ۔۔۔۔۔ جہاں جانا ہو اہلیہ کو ساتھ لے جانا پسند فرمائیں۔

حضرت بڑی پیرانی صاحبہ کے خادم نیاز اور چھوٹی پیرانی صاحبہ کے خادم سلیمان نے تیرہ چودہ سال ہماری بہت خدمت کی اور ہم نے کبھی ایک پیمہ انکو ہدیہ نہیں دیا اور نہ بلا اجازت حضرت اقدس ہدیہ دے سکتے تھے۔ بڑی پیرانی صاحبہ کے مہمانی کے ایام میں نیاز کئی روز پابندی سے کھانا وقت پر لا کر دیتے اور پابندی سے وقت پر برتن واپس لے جاتے۔ غرض کچھ نہیں خدمت کر رہے ہیں۔

عیدین کے دنوں میں مولانا شبیر علی صاحب مہتمم خانقاہ کے گھر سے سب مہمانوں کے لئے لذیذ پُر تکلف کھانے آتے ہم نے کبھی ایک دفعہ کوئی ہدیہ نہ دیا نہ دعوت دی اور نہ بلا اجازت حضرت والا دے سکتے تھے۔

سچ یہ ہے کہ اس خاندان کا ایک ایک فرد اور خادم سب عجیب تھے۔ عجیب و غریب تھے۔ اور حضرت والا کی ایک ایک ادا عجیب تھی۔ عجیب و غریب تھی۔

بعض دیگر انوکھی شائیں

جب حضرت سفر فرماتے تاکید فرماتے میرے آنے کی اطلاع اور شہرت عام نہ ہو۔ غلام پوری تعمیل کرتے مگر بھلا آفتاب پر کیس پر وہ پرسکتا ہے۔ باوجود اخفا کے لوگ پتہ لگا ہی لیتے۔ تمام شہر میں ڈھنڈورا پٹ جاتا۔ یہ وہ شہرت نہ تھی کہ پیروں نے بغیر دعوت کے اپنے مریدوں کو اپنی آمد کی خبر دی اور مریدوں نے قبل از ورود اشتہار چھاپ دیا۔ قیام گاہ کا پتہ، وقت ملاقات، کہاں وعظ ہوگا، غرض ہر چیز کو واضح کر کے چھاپ دیا۔ بلکہ یہ وہ شہرت ہے جو اللہ جل جلالہ کی جانب سے سنت نبوی کو "و دفعنا لک ذکرک" کے خزانہ سے عنایت ہوتی ہے جس میں نہ اشتہار کی ضرورت ہے اور نہ ڈھنڈوا بیٹھنے کی حاجت، نہ پتہ اور نشان بتانے کی محتاجی، خود بخود شہرت ہوتی ہے۔ خود بخود مشاق دلوں کا گروہ ڈھنڈوتا پتہ لگاتا ہوا آکر قدموں پر گرتا ہے۔

مہلک آلت کہ خود بویہ نہ کہ عطار بگوید

کرایہ ریل اگرچہ فٹ سیکنڈ کلاس کا بھیجا جاتا مگر حضرت تھرڈ کلاس ہی میں سفر فرماتے۔ فرماتے ہم لوگوں کو راحت تھرڈ کلاس ہی میں ملتی ہے کیونکہ اس میں جو لوگ ہوتے ہیں وہ ہمارا پاس اور لحاظ کرتے ہیں اور جو فرسٹ سیکنڈ کلاس میں لوگ ہوتے ہیں وہ ہم ہی سے اس کے متمنی ہوتے ہیں کہ ہم ان کا پاس و لحاظ کریں اور وہ بھی اگر خوش قسمتی سے مسلمان ورنہ بعض اوقات نہایت اجنبی اور غیر جنس سے واسطہ پڑتا ہے اور بڑی تکلیف ہوتی ہے۔

ترہیت میں بہت کا رنگ

آپ کی ترہیت و تعلیم سنت کے مطابق تھی۔ جس طرح حضور سرور کائنات صرف محبت و

مکالمات و معاوضات میں صحابہ کو فیض پہنچایا کرتے تھے۔ بعینہ ویسا ہی آپ کے یہاں ہوتا تھا۔ عام مشائخ کی طرح نہ مروجہ طریقہ پر حلقہ ذکر تھا نہ توجہ تھی۔ نہ کوئی ایسی صورت تھی کہ جس سے کوئی امتیازی ہیئت پیدا ہو بلکہ مجلس محبت گرم ہوتی اس میں ہر طرح کی باتیں ہوتی رہتیں۔ اسی میں توجہ اسی میں اہتمام نسبت اسی میں فیض ظاہری صورت تو غیر ممتاز مگر قلب خاص امتیاز کے ساتھ جملہ قریب حاضرہ کا متجسس ہر شخص کو اس کے ظرف کے موافق فیضان ہوتا۔ چنانچہ جب مجلس سے اٹھتے تو ہر شخص اپنی بساط کے موافق مالا مال جاتا۔

میرا یہ مقصود نہیں کہ مروجہ حلقے مشائخ کے یا ان کے طرق تعلیم معاذ اللہ ناجائز ہیں۔ اس لئے کہ ہر شیخ فنِ سلوک میں مجتہد ہوتا ہے اگر وہ کسی مسئلے میں خطا بھی کرجائے تب بھی وہ ائمہ شرائع کی طرح مستحق ایک اجر کا ہے بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ حضرت حکیم الامت کی یہ امتیازی شان ہے کہ حتی المقدور اتباع سنت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے اور سنت کی محبت میں اجتہاد کی کوئی حقیقت نہیں سمجھتے۔ یہ سنت ایک زمانہ سے مردہ ہو چکی تھی۔ مشائخ قدام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تو خاص بیادوں کے لئے خاص وقت پر یہ طریقے اختیار کئے تھے مگر اسکے بعد وہ سلاسل کے لئے شعار اور بطور امتیاز سمجھے گئے اور بلا امتیاز حالت مرئیں ہر ایک کو ایک نسخہ استعمال کرایا جانے لگا لامشاء اللہ اس مردہ سنت کے زندہ کرنے کا شرف آپ ہی کو حاصل ہوا۔ اسی واسطے آپ اس زمانہ کے مجدد برحق تھے۔

اگر کوئی شخص حضرت کی دعوت کرتا صاف فرمادیتے کہ میرے ساتھ ایک خادم ہوگا۔ باقی رضاء میں سے ہر شخص اپنے کھانے کا خود متکفل ہے۔ میرے ساتھ بلا تمیز مدعو غیر مدعو کا جگھٹنا نہیں ہوا کرتا۔ صاحب دعوت کو اختیار ہے دوسرے کسی کو دعوت دے یا نہ دے اور اگر دے تو صرف اپنے تعلقات اور تعارف کی بناء پر دے میری وجاہت کو اس میں ہرگز دخل نہیں ہوتا یہ بھی فرماتے کھائیں دوسرے اور صاحب دعوت کا احسان مجھ پر کیوں۔ کھانے کے بارے میں فرمادیتے کہ اگر ایک ہی کھانا ہو تو بہتر ہے۔ الوان نہ ہوں۔ معدہ پر برا اثر پڑتا ہے۔ رضاء سے فرمادیتے کہ ہر شخص اپنے بل بوتے پر سفر کرے میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کسی کو تکلیف ہو۔ کس قدر بے غیرتی ہے کہ کھلانے والا تو راضی نہیں دل میں کٹھ رہا ہے مگر پیر صاحب ہیں کہ لشکر لے کر پہنچے ہیں۔ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ جو بلا دعوت کسی کے گھر کھانے کے لئے جاتا ہے سارق ہو کر داخل ہوتا ہے اور جب کھا کر نکلتا ہے غاصب اور لٹیہرا ہو کر نکلتا ہے۔

حسن معاشرت بالخادم

حضرت پیرانی صاحب اپنے بھائی کے یہاں گئی ہوئی تھیں۔ مکان میں حضرت والا کے خادم نیاز خاں کی بی بی آگئی جب مکان میں اتر گئی تو معلوم ہوا کہ راستہ میں اس کا کوئی زیور گر گیا تو نیاز اس کے

دھونڈنے کے لئے چلے۔ عشاء کے قریب کا وقت تھا۔ بندہ اور حضرت والا بیرہنی مکان میں تھے۔

تواضع و انکسار

حضرت والا نے نیاز خاں سے فرمایا کہ تم جانتے ہو اتنے بڑے مکان میں ہو اکیلی ڈرے گی لہذا یوں کرو کہ میں دروازہ پر بیٹھ جاتا ہوں۔ ہو سے کو بیرہنی مکان میں آجاوے اور دروازہ اندر سے بند کر لے۔ جب تک تم لوٹ کر آؤ گے۔ میں بیٹھا رہوں گا۔ بندہ نے عرض کیا۔ حضرت خدام کس واسطے ہیں۔ حضور والا مدرسہ تشریف لے جاویں۔ بندہ دروازہ پر بیٹھا رہے گا۔ فرمایا نہیں۔ اسی میں کیا حرج ہے۔ میں نے عرض کیا یہ کام خادموں ہی کے لئے چھوڑ دیجئے۔ فرمایا اگر ایسا ہی اصرار ہے تو آؤ ہم تم دونوں بیٹھیں۔ بندہ نے چار پائی بگھادی اور دونوں بیٹھ گئے اور جب تک نیاز خاں لوٹ کر آئے مزہ کی باتیں ہوتی رہیں۔ (شب ۱۸، ذیقعد ۱۳۳۲ھ)

حضرت کی خدمت میں دینی نعمتوں کے فیوض تو خالص ہوتے ہی تھے۔ دنیاوی نعمتوں کے سرچشمہ بھی تھے۔ عجب علم و عرفان کی بارشیں برستی دیکھیں۔

حضرت کی بہت ہی متناہی کہ دنیاوی طور پر بھی مسلمان راحت میں رہیں ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا جب میں باہر سفر پر جاتا ہوں اور اپنے بھائیوں کی بڑی بڑی عمارتیں دیکھتا ہوں تو دل خوش ہوتا ہے مسلمانوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے دنیاوی نعمتوں سے محروم نہیں فرمایا۔

حضرت کی ہر پہلو پر نظر تھی۔۔۔ ایک طرف دیکھیں تو نفس کی اصلاح کی اتنی فکر ہے کہ وظائف کی اتنی نہیں۔ اکثر فرماتے وظائف تو تھوڑے بھی کافی ہیں اصل چیز نفس کی اصلاح اور اتباع احکام ہے۔ وظائف کی مثال چٹنی کی سی ہے۔ بے فکری کم ہمتی پر حضرت کے حجاب ہوتے دیکھے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ۔

یہ جو گُر حضرت نے فرمایا ہے استحضار و ہمت کا

عجب یہ نسخہ اکسیر ہے اصلاح امت کا

فرماتے اختیاری امور کا علاج بجز ہمت اور استعمال اختیار کے کچھ نہیں فرمایا مرد عورت کی چھاتی پر سوار ہو اسوقت بھی ہمت کرے بچ سکتا ہے۔

سرداری کونہ چاہئے

میسپلیٹی کی ممبری کے متعلق حضرت کی رائے

مولانا محمد نبیہ صاحب کا واقعہ :-

مضمون: مجھے میری خواہش کے بغیر میسپلیٹی کا ممبر تجویز کر دیا ہے۔ مجھ کو حش و حشت ہے لیکن کام بعد ہیں۔ بالآخر یہ طے پایا کہ آپ اپنے حیدر و مرشد سے پوچھ دیکھیں ثواب کا کام ہے۔ لہذا حضرت اقدس تحریر فرمادیں تاکہ گھو خلاصی ہو۔

جواب حضرت: جب تک نسبت مع الخالق رائج نہ ہو تعلق مع الخلق بلا ضرورت سراسر مضر ہے اور جو منفعت سوچی جاتی ہے کہ ادائے حق خلق ہے وہ حق خلق بھی جب ہی ادا ہوتا ہے کہ نسبت مع الخالق رائج ہو جاوے ورنہ نہ حق خالق ادا ہوتا ہے نہ حق خلق۔ یہ تجربہ ہے اور ایک کانیں بلکہ ہزاروں اہل بصیرت کا ہم سے اور آپ سے زیادہ اہل تمکین نے ایسے تعلقات کو چھوڑ دیا ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ حضرت شاہ شجاع کرمانیؒ کے واقعات معلوم اور حضرات خلفائے اشدینؒ پر اپنے کو قیاس نہ کیا جاوے۔

کار پا کاں را قیاس از خود گمیر

منذرجہ بالا خط اور حضرت نے اپنا جواب حاضر کیا، کو پڑھ کر سٹایا۔ بہت حضرات نے اسکی نقل لی۔ میں نے بھی نقل لے لی۔

دوسرا پہلو، وہاں یاس نہ تھی۔

فرمایا: آرام سے رہو اور آرام سے چلتے رہو۔

فرمایا: آدمی کو چاہیئے کچھ رقم پس انداز کرے تاکہ نفس غنی رہے۔

فرمایا: زیادہ وظائف سے بچنے ہو تو چھوڑ دو، مقویات استعمال کرو۔ سیر کرو، احباب سے ملو اور طبیب سے مشورہ لو۔

ہم سے تو حضرت نے مجاہدہ کرایا ہی نہیں بہت ہی آرام میں رکھا۔

فرمایا: رخصت اللہ کی نعمت ہے میں تو رخصت پر عمل کر لیتا ہوں اس سے عجب نہیں ہوتا۔ کس میں طاقت ہے کہ اللہ اور رسولؐ کے انعامات رخصت کو بند کر سکے۔ بس اس بات کا خیال رکھے کہ کوئی بات خلاف شریعت نہ ہوئے پاسے۔

فرمایا: اس راہ میں تاز ملک ہے تواضع اختیار کرے کسی کو ذلیل نہ جانے۔

فرمایا: میں روزے سے ہوں اور میں قسم کتا ہوں مجھے دنیا میں اپنے آپ سے زیادہ ذلیل کوئی شخص نظر نہیں آتا۔ میں اپنے آپ کو ہر مسلمان سے فی الحال اور ہر کافر سے فی الہال کم تر جانتا ہوں۔
سوال: عالم جاہل کو کیسے بہتر سمجھے۔
جواب: اکمل سمجھنا جائز ہے افضل سمجھنا جائز نہیں۔

سوال: لم تقولون مالا تفعلون

جواب: اس سے مراد ممانعت دعوے ہے ممانعت دعوت نہیں۔

فرمایا: کہ مقصود طریق رضائے حق ہے اسکے بعد دو چیزیں ہیں۔ طریق کا علم اور اس پر عمل۔ سو طریق صرف ایک ہی ہے یعنی احکام ظاہرہ و باطنی کی پابندی اور اس طریق کا معین دو چیزیں ہیں ایک ذکر جس پر دوام ہو سکے صحبت اہل اللہ کی۔ جس کثرت سے مقدور ہو اور اگر کثرت کے لئے فراغ نہ ہو تو بزرگوں کے حالات و مقالات کا مطالعہ اس کا بدل ہے اور دو چیزیں طریق یا مقصود کی مانع ہیں معاصی اور فضول میں مشغول اور ایک ان کے نافع ہونے کی شرط ہے یعنی اطلاع حالات کا التزام۔ اب اس کے بعد اپنی استعداد ہے حسب اختلاف مقصود میں در سوبر ہوتی ہے یہ خلاصہ ہے سارے طریق کار۔

فرمایا: لوگ ذکر میں کیفیات و انوار چاہتے ہیں ذوقیات اور مکاشفات کے درپے ہیں یہ چیزیں گو محمود ہیں مگر مقصود نہیں کیونکہ یہ غیر اختیاری ہیں اور ہم صرف اختیاری اعمال کے مکلف ہیں اور یہی تقرب الہی کے ذرائع ہیں۔ انوار و مشاہد بھی ہو جاتے ہیں لیکن یہ مشاہد ہونا نہ لازمی ہے نہ موعود۔ اکثر اور بیشتر حالات میں عمر بھر بھی مشاہد نہیں ہوتے اگر کسی کو معلوم اور مکشوف ہو گیا تو یہ غیر مقصود ہے اسکی نفی کر دینا چاہیئے۔ غیر اختیاری چیز کے پیچھے نہ پڑنا چاہیئے۔ حالات تو سڑک کے پھولدار درخت ہیں نظر آئے تو کیا نہ نظر آئے تو کیا۔ سڑک تو ہر حال قطع ہوگی۔ بس چلتے رہنا شرط ہے اور بعضوں کو یہ درخت اور پھول عمر بھر نظر نہیں آتے اگر ہم کبھی نیچی نظر کر کے چلتے ہیں تو کیا راستہ قطع نہیں ہوتا چاہے درخت نظر آئیں یا نہ آئیں۔ سالکین جن احوال اور کیفیات کے فہدان سے پریشان ہوتے ہیں ان کا فہدان کوئی قص نہیں بلکہ کمال یہی ہے کہ بدوں غلبہ احوال کے استقامت حاصل ہو۔ اسرار اور ذوقیات کے فہد ہونے میں شک نہیں۔ اگر بدوں طلب کے حاصل ہو جائیں تو ٹکڑ کرنا چاہیئے لیکن چونکہ وہ مطلوب اور مقصود نہیں اس لئے ان کے درپے نہ ہونا چاہیئے حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کا ارشاد ہے کہ ذوق و شوق انس وغیرہ حجابات نورانیہ ہیں۔ حجابات ظلمانیہ سے اشد ہیں کیونکہ نورانیہ کی طرف متوجہ ہوتا اور انتہا کرنے لگتا ہے جس سے توجہ مقصود اصلی سے ہٹ جاتی ہے اور ظلمانیہ کی طرف تو وہ خود ہی متوجہ نہیں ہوتا ان کو برا جانتا ہے۔ الغرض جو حالت غیر اختیاری اللہ تعالیٰ عطاء فرمائیں اسی کو اپنے لئے غنیمت جائیں اور اپنی خواہش سے کسی پسندیدہ حالت کی تمنا نہ کریں اور اگر کوئی کیفیت جاتی رہے تو اس سے پریشان نہ ہوں۔ اپنے آپ کو خدا کے سپرد کریں کہ ہمارے لئے جو بہتر ہوگا ہو کر رہے گا۔ ہمت کر کے

اختیار سے کام لیا جائے۔

مجاہدات کے بعد جب سالک پر کیفیات ذوق شوق نشاط کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ کام میں لگے رہتے ہیں اور جہاں کہیں کسی وجہ سے ان کیفیات میں کمی پیدا ہوتی تو سمجھتے ہیں کہ ہمارا مجاہدہ ہی بیکار ہوا اور ہمارا مرتبہ خدا کے یہاں کم ہو گیا پھر اس خیال کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اعمال ہی سے بے رغبتی ہو جاتی ہے اور اعمال چھوٹ جاتے ہیں۔ استغفار میں لگ گئے کہ وہ کیفیت عود کر آئے۔

اصل بات یہ ہے کہ کبھی تو ابتداء میں مجاہدہ کا اثر لذت کیوجہ سے زیادہ ہوتا ہے ذوق و شوق کا غلبہ ہوتا ہے اور اب انس کی حالت ہے جس میں غلبہ نہیں رہا۔ اس لئے کیفیات میں کمی ہو گئی تو بھلا استغفار سے حالت انس پہلی حالت جیسی کیسی ہو جائیگی کبھی حق تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہوتا ہے کہ ہمارا بندہ اپنے لطف کے لئے کام کرتا ہے یا ہم اس کے مطلوب ہیں۔ اس لئے کیفیات سلب کر لی جاتی ہیں۔ ناواقف شیوخ استغفار کی تعظیم کرتے ہیں جب دل نہ لگا وظیفہ بتلادیا۔ اس سے کام نہ چلا اور وظیفہ بتلادیا۔ اب یہ شخص اوراد کا مجموعہ ہو جاتا ہے۔ مرض یوں کا توں رہا۔ اگر قسمت سے کوئی اللہ والا مل گیا وہ بتائے گا کہ کیفیات کا بدل جانا مصیبت کی وجہ سے نہیں وہ کہتا ہے کہ تم کیفیات کی طرف التفات ہی نہ کرو۔ نہ رہیں نہ سخی خدا تو ہے طاعات میں صرف خدا کو مطلوب سمجھو۔ کیفیات کو مطلوب نہ سمجھو۔ صرف عمل کو مقصود سمجھو۔ ہمت سے اس میں لگے رہو۔ بس تم کو رضا حاصل ہے اس تعظیم کے بعد راستہ صاف نظر آنے لگتا ہے اور ساری پریشانی جاتی رہتی ہے۔

فرمایا: کہ کشف اور احوال و مواجید وغیرہ راہ سلوک میں کوئی چیز نہیں بلکہ یہ چیزیں اکثر موانع طریق ہوتی ہیں ان کا نہ ہونا زیادہ اچھا اور بے خطر ہے۔ لوگ خواہ مخواہ ہوس کیا کرتے ہیں۔ دوام تو اعمال پر ہوتا ہے نہ کہ احوال پر یہ تغیر مضر نہیں بلکہ اس میں مصلح ہیں جن کا مشاہدہ اہل طریق کو خود ہو جاتا ہے۔ مثلاً غیبت کے بعد حضوری میں زیادہ لذت ہونا اور غیبت میں آنکسار اور ندامت کا غالب ہونا اور اپنے عجز کا مشاہدہ ہونا اس سے عبادت، تواضع، فنا کی شان پیدا ہوتی ہے۔

لوگ ذکر میں انوار و کیفیات چاہتے ہیں۔ ذوقیات اور مکاشفات کے درپے ہیں۔ ہمارے حضرت فرماتے ہیں کہ یہ چیزیں گو محمود ہیں مگر مقصود نہیں کیونکہ یہ غیر اختیاری ہیں اور ہم صرف اختیاری اعمال کے مکلف ہیں اور یہی تقرب الہی کے ذرائع ہیں۔ ہر چیز کے ثمرات ہوتے ہیں۔ اچھے کلمات کے بھی ثمرات ہوتے ہیں۔ اللہ کا ذکر اللہ کا کلام سب تجلیات سے معمور ہیں۔ جو شخص خلوص دل سے یکسوئی کے ساتھ ذکر کرتا ہے اس کے ثمرات ضرور مرتب ہو جاتے ہیں۔ خواہ وہ محسوس ہوں یا نہ ہوں۔ انوار مشاہدہ بھی ہو جاتے ہیں لیکن یہ مشاہدہ ہونا نہ لازمی ہے نہ موعود۔

اکثر و بیشتر حالات میں عمر بھر بھی مشاہد نہیں ہوتے۔ اگر کسی کو معلوم و مکشوف ہو گیا تو یہ غیر مقصود ہے اسکی نفی کر دینا چاہیئے غیر اختیاری چیز کے پیچھے نہ پڑنا چاہیئے۔ ذکر خود ایک مامور بہ عمل ہے

اور ترقی کا باعث ہے۔ اسی طرح بعض لوگوں کو اچھے اچھے خواب نظر آتے ہیں۔ بڑی بڑی بشارتیں ہوتی ہیں۔ خانہ کعبہ اور روضہ نبویؐ اور اللہ تعالیٰ کی تجلیات نظر آتی ہیں۔ یہ سب قوتِ متخیلہ کے تصرف کا کرشمہ ہے۔ شریعت اور طریقت میں انکی کوئی اہمیت نہیں نہ یہ دلیلِ مقبولیت ہیں۔ صرف مامور بہ اعمال ہی عند اللہ موجبِ قرب ہوتے ہیں خواہ ایسی تجلیات نظر آئیں یا نہ آئیں، غرض جو چیز غیر اختیاری طور پر مشاہد ہو جائے وہ بشارت کے درجہ میں انبساطِ قلب کا ذریعہ تو ہے۔۔۔۔۔ مگر باعثِ ترقی باطن نہیں، باعثِ ترقی تو اعمالِ مامور بہ ہیں۔ اختیاری اعمال سے ترقی ہوتی ہے نہ کہ غیر اختیاری مشاہدات و بشارت سے خواہ وہ ظاہری ہوں یا باطنی۔ جو اعمالِ منصومہ ہمارے اختیار میں ہیں اور جن کے ہم شرعاً مکلف ہیں ان پر ہمارے لئے ثواب و اجر دنیا اور آخرت میں موعود ہے۔ عملِ خواہ کتنی ہی بے دلی کے ساتھ ہو پھر بھی عملِ مقصود ہے کیونکہ یہ اہثال امرِ شریعت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارا ہر وہ عمل مقبول اور محمود ہے جو سنت و شریعت کے مطابق ہو خواہ ان میں انوار اور تجلیات نظر آئیں یا نہ آئیں۔ اہثال امر و نہی پر ڈاکر کے لئے فلاح کا مرتب ہونا موعود ہے مگر انوار ذکرِ مشاہد ہونا موعود نہیں۔ اگر تجلیات و کیفیات محسوس ہوں تو وہ خود ایک انعام ہے مگر موجبِ قرب نہیں بلکہ وہ فلاح کا ثمرہ ہے اور طہائیتِ قلب کا باعث ہے۔ ذکرِ اللہ کی مختلف صورتیں ہیں صرف اذکار اور تسبیحات ہی نہیں بلکہ تمام عبادات و طاعات اور معاشرت و معاملات بھی اس میں شامل ہیں۔ کیفیات اور وجدانیات کی مثال ایسی ہے جیسے مثلاً ہمیں لاہور جانا ہے وہ ہماری منزل ہے راستے میں ہم نے ایک جگہ باغ دیکھا پھول۔۔۔۔۔ باغ و بہار کے جلوے ہیں۔ ہم دیکھنے اتر گئے دعو میں خاطر مدارات ہیں مگر منزل کھوٹی ہو گئی۔ دراصل ہمیں اپنی دھن میں اپنے مقصود کی طرف رواں دواں رہنا چاہیئے منزل کی طرف قدم اٹھانے سے ترقی ہوتی ہے نہ کہ گل و گھزار کی سیر و سیاحت سے۔ ذوق و شوقِ کیفیاتِ اعمال کے ثمرات ہیں محمود ہیں لیکن جتنی دیر ان کیفیات میں محو ہو گئے اتنی دیر محفل ہو گئے۔ ترقی رک گئی۔ اگر بے دلی ہی سے سہی عمل ہو رہا ہے تو ترقی ہو رہی ہے منزل قریب آرہی ہے۔ قابلِ قدر تو آپ کے قدم ہیں اگر وہ صراطِ مستقیم پر ہیں اور حضورؐ کے نقشِ قدم پر تو سب کچھ حاصل ہے۔ حکایتِ یحییٰ عبدالقادر جیلانیؒ چلہ کھینچا، روشنی نظر آئی آواز آئی عبدالقادر تم نے خوش کر دیا۔ اب انعام لو۔ اب ہم نے امورِ شریعت کی تکلیف تمہیں معاف کر دی۔ آپ نے کمالا لا الہ الا اللہ جس امر سے انبیاء غیر مکلف نہ ہو تمہیں کیسے استغفر اللہ پڑھا نور غائب ہو گیا پھر آواز آئی اے عبدالقادر تمہارے علم نے پچایا۔ آپ نے کہا اے شیطان۔۔۔۔۔ علم نے نہیں اللہ کے فضل نے۔۔۔۔۔ سو بھائی ان تجلیات سے دھوکہ نہ کھانا چاہیئے ہمارے حضرتؒ فرماتے ہیں شیطان بڑا عالم ہے عالموں کو عالم بن کر دھوکہ دیتا ہے عارفوں کو عارف بن کر لیکن۔۔۔

گیا شیطان مارا، ایک سجدے کے نہ کرنے سے

اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

شیطان کی صفات میں عین عین تھے عالم تھا عابد تھا عارف تھا مگر چوتھا عین نہ تھا عاشق نہ تھا اگر عاشق ہوتا جدے میں گر جاتا۔۔۔ بس عاشق بن جاؤ اور اللہ میاں نے محبت کا راز تم کو بتلادیا کہ تم میرے محبوب کی اتباع کر لو میں خود تم سے محبت کروں گا تو ہمارے لئے یہی وہ طریقہ ہے جہاں شیطان کے تصرفات کی مجال نہیں اور مکائد نفس سے حفاظت ہے خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا معجز ذریعہ اعمال شریعت اور اتباع سنت کی پابندی ہے اور ان کی توفیق تقرب ہے اور ان پر مداومت کا حاصل ہونا دلیل مقبولیت ہے۔

پابندی اصول اور انضباط اوقات

پابندی اصول اور انضباط اوقات - فرمایا:۔۔۔۔۔ لوگ اصول کی پابندی سے گھبراتے ہیں۔ بے اصولی بائیں کرتے ہیں۔ مستحب کرتا ہوں تو برا مانتے ہیں میں پہلے خود اصول کا پابند ہوتا ہوں۔ پھر پابند ہونے کا کہتا ہوں۔ مجھے انضباط اوقات کا بچپن ہی سے بہت اہتمام ہے جو اس وقت سے لے کر اب تک بدستور موجود ہے۔ اور یہ اسی کی برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قدر دینی کام مجھ سے لے لیا ہے۔ میں کبھی ایک لمحہ بھی بیکار رہنا برداشت نہیں کرتا۔ میرے استاد حضرت مولانا شیخ الہند محمود حسن صاحب دیوبندی ایک بار تھانہ بھون تشریف لائے میں نے ان کے قیام اور راحت رسائی کے تمام ضروری انتظامات کئے جب تصنیف کا وقت آیا تو بے ادب عرض کیا کہ حضرت اس وقت میں کچھ لکھا کرتا ہوں اگر حضرت اجازت دیں تو کچھ دیر لکھ کر پھر حاضر ہو جاؤں۔ فرمایا: ضرور لکھو میری وجہ سے اپنا حرج بالکل نہ کرنا۔ گو میرا دل اس روز کچھ لکھنے میں لگا نہیں لیکن ناغہ نہ ہونے دیا کہ بے برکتی نہ ہو۔ تھوڑا سا لکھ کر پھر جلد ہی حاضر خدمت ہو گیا۔ حضرت کو تعجب ہوا کہ اس قدر جلدی آگئے عرض کیا حضرت چند طعنے لکھ لی ہیں۔ معمول پورا ہو گیا۔

میں عذر کی حالت میں عزیمت کی بجائے رخصت پر عمل کرنا زیادہ پسند کرتا ہوں اس میں اپنے عجز کا احساس ہوتا ہے اور ایسا نہ کرنے سے عجب پیدا ہو جائے گا اندیشہ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی ناقدری معلوم ہوتی ہے۔

میں شریعت کے فتوے کے مقابلہ میں اپنے تقویٰ کی ادنیٰ حیثیت نہیں سمجھتا۔ اہل علم سے مشورہ کر کے عمل کرتا ہوں۔ میں الحمد للہ کبھی طبیعت کو عقل پر غالب آنے نہیں دیتا اور کبھی عقل کو شریعت پر غالب آنے نہیں دیتا۔

مجھے حفظ مراتب کا بڑا اہتمام ہے۔ ہر شخص سے اس کے درجے کے موافق سلوک کرتا ہوں۔ کتابیں رکھتے وقت سب سے اوپر حدیث کی نیچے فقہ پھر تصوف اسی طرح اوپر عربی پھر فارسی پھر اردو کتب۔ دینی کتاب کے اوپر کچھ رکھنا خلاف ادب سمجھتا ہوں۔ اللہ کی چھوٹی چھوٹی نعمتوں کی میرے

دل میں بڑی قدر رہتی ہے کفّز کے کٹڑے فینے ناگ معمولی بھی محفوظ کر لیتا ہوں۔ وقت پر بہت کام دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی جس نعمت کے اجزائے کثیرہ سے اپنی ضرورت اور لذت پوری ہوتی ہو اس کے اجزائے قلیلہ کو تکلف کرتے ہوئے دل لرزتا ہے۔

فرمایا: جب کوئی شخص دینی یا دنیوی غرض سے میرے پاس آتا ہے تو جلد از جلد اسے فارغ کر دیتا ہوں۔ فرمایا: میں خود کسی امر میں زحمت انتظار برداشت کر سکتا اور نہ دوسرے کو منظر رکھتا ہوں۔ اگر کسی وقت کوئی ضروری یا خاص بات یاد آجاتی ہے تو پھر کفّز پر یادداشت لکھ لیتا ہوں دماغ کا بوجھ کفّز پر اتار دیتا ہوں۔ تاکہ دماغ اس میں الجھانہ رہے پھر وقت پر فراغت کے ساتھ وہ کام کر لیتا ہوں۔ فرمایا: میں یہ تو نہیں کہتا کہ ہر وقت ذکر اللہ میں مشغول رہتا ہوں۔ لیکن قلب کو اسکے لئے فارغ رکھنا چاہتا ہوں۔ لوگ صاف بات نہیں کہتے۔ مجھے ناگواری ہوتی ہے۔ دل چاہتا ہے فراغت ہو اگر ذکر کرنا چاہوں تو موانع تو نہ ہوں۔

فرمایا: یہ قاعدہ کلیہ عمر بھر کے لئے یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو امور اختیار میں ہوں اور فضول نہ ہوں ان کا تو قصد کرے اور جو اختیار میں نہ ہوں ان کا ہرگز قصد نہ کرے۔ اس طرح اگر زندگی بسر کر دے تو اسکا دین اور دنیا دونوں درست ہو جائیں پریشانی تو ایسے شخص کے پاس کبھی نہیں پھٹکتی۔ خدا تعالیٰ سے اپنا دل لگائے جس کو پریشانی نہ ہوگی دل بھی اس کا خدا تعالیٰ کی طرف لگ سکتا ہے۔ جمعیت بڑی دولت ہے مگر پریشانی بھی وہی مضر ہے جو اپنے اختیار سے لائی جائے اور جس پریشانی میں اپنے اختیار کو دخل نہ ہو وہ ذرا بھی مضر نہیں بلکہ نافع ہے۔

فرمایا: ہائے وہ لوگ کہاں گئے جن کو باوجود کمال کے اپنے نقص کے اقرار میں ذرا پس و پیش نہ تھا اب وہ زمانہ اکلیا کہ ناقصوں کو بھی اپنے نقص کے اقرار سے عار ہے بلکہ وہ اپنے لئے کمال کے مدعی ہیں۔ فرمایا: دین کی حفاظت کے لئے آج کل یہ ضرور ہے کہ مسلمان اپنے پاس کچھ رقم جمع رکھے اہلیہ کا خط نفس کے حقوق حفظ، خطوط قابل تفہیل حقوق قابل تحصیل میں انداز ذخیرہ کرتے رہیں تاکہ قلب غنی رہے۔

فرمایا: پردہ کی وجہ سے جو نقائص رہ جاتے ہیں انکی اصلاح آسان ہے اور پردہ داری میں جو نقصان ہیں انکی اصلاح بہت دشوار ہے۔

اعتراف: پردہ داروں میں خرابیاں ---- فرمایا: پردہ میں تو خرابی ہو ہی نہیں سکتی جب خرابی ہوگی پہلے پردہ ٹوٹے گا پھر خرابی واقع ہوگی۔

فرمایا: ایسی خدمت جس میں دین کا ضرر ہو مذموم ہے۔ اپنے ذاتی احتیاج پر دوسروں کے نفع کو مقدم کرنا محمود اسی وقت ہے جبکہ اپنے دین کا ضرر نہ ہو۔

فرمایا: اگر دین کو سنبھالنا چاہتے ہو تو ہر شخص کو اسکی ضرورت ہے کہ کسی عالم متقی کا اتباع کرے۔ فرمایا:

دوسروں پر ہنسنا نہ چاہیئے اکثر دیکھا ہے جو جس پر ہنسا خود اسی عیب یا محصیت میں مبتلا ہیں۔ فرمایا: جب خدا کا قہر ہوتا ہے محصیت پر افسوس بھی نہیں ہوتا۔ حق باطل، باطل حق نظر آنے لگتا ہے۔ یہ بھی قہر کی علامت ہے چنانچہ ابلیس کو افسوس بھی اپنی مردودیت پر نہیں ہوتا۔

فرمایا: جب میں کسی کام کو شروع کروں تو قلب کو فارغ کرنے کا تقاضا جب تک ختم نہیں، چین نہیں، ختم کے قریب رات بھر لکھتا رہتا ہوں ایک منٹ آرام نہیں کرتا۔ فرمایا: چاہے توفیق ذکر کی نہ ہو لیکن قلب کو فارغ رکھنے کا تقاضا۔۔۔ اگر ذکر کرنا چاہوں موانع تو نہ ہوں۔

میرے دل میں شریعت اور علمائے شریعت کی بڑی عظمت اور احترام ہے اور اہل طریقت اور اہل اللہ سے بہت محبت ہے۔ فرمایا: مجھے ضعفاء کے لئے عذر شرعی ہونے پر رخصت پر عمل کرنا عزیمت پر عمل کرنے کی نسبت زیادہ پسند ہے فرماتے یہ اللہ کا احسان اور انعام ہے اسکی قدر کرنا چاہیئے اور شکر ادا کرنا چاہیئے۔ فرماتے قسمی مسائل میں عوام کے عمل کے لئے جہاں تک گنجائش ہو ضرور کوئی آسان راستہ نکال لیتا ہوں تاکہ عام طبائع پر اعمال شرعیہ شاق نہ ہوں۔

سیح سفر آخرت کا ساتھی ہوتا ہے راہ دیکھا ہوا ہوتا ہے راستے کے خطرات اور ٹھوکروں کی اطلاع دیتا ہے بلکہ ان سے بچاتا ہے۔

علم بھی بلا صحبت کے بیکار ہوتا ہے۔ صاحب صحبت بلا علم کی اصلاح صاحب علم بلا صحبت سے زیادہ ہوتی ہے۔

صحابہ شرب عالم نہ تھے مگر انکی فضیلت محدثین، فقہاء اہل اللہ پر مقدم ہے۔ حضورؐ کی اکسیر صحبت نے ان کے دل بدل دیئے جاں ستاں جاں نثار بن گئے۔

در افشانی نے تیری قطروں کو دریا کردیا
دل کو روشن کردیا آنکھوں کو بینا کردیا

-----:~:-----

جو نہ تھے خود راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا

جو موتی اہل اللہ کی جوتیوں میں ملتے ہیں سلاطین کے تحت و تاج میں نہیں ملتے۔

فرماتے سفار و مشرکین کی کتابوں میں غلطی ہوتی ہے اگرچہ اللہ و رسولؐ کی تعریف ہی ہو۔

مطالعہ نہ کرو۔ اہل اللہ کے الفاظ میں نور، دعا، توجہ ہوتی ہے۔ اس سے ایمان مضبوط ہوتا ہے۔

حضورؐ کی صحبت ہے۔۔۔ جو شخص بخشش کا طالب ہو اولیائے کرام کی صحبت میں بیٹھے اللہ

والوں کی تھوڑی دیر کی صحبت سو سالہ بے ریا طاعت سے بہتر ہے۔ مگر بغیر اعمال نہ اعتبار اقوال کا نہ

احوال کا نہ کیفیات کا اور عمل کی توفیق بھی صحبتِ مردِ کامل پر موقوف ہے۔

وجہ: وہ دعا کریں گے دوسرے تمہارے اعمال میں انکی صحبت سے برکت ہوگی اہل اللہ کے دل روشن ہیں۔
پاس رہنے سے دل میں نور آتا ہے۔ جب نور آتا ہے ظلمت تاریکی بھاگ جاتی ہے شب جاتا رہتا ہے۔ ان
کا دیکھ لینا ہی کافی ہو جاتا ہے۔

شریعت کی اصطلاح میں تقویٰ سمائل دین کو کہتے ہیں۔ ایمان فعل قلب ہے اور اسلام فعل
جوارح، ایمان کے معنی تصدیق کے ہیں جو قلب سے صادر ہوتی ہے اور اسلام کے معنی گردن نہاد
بطاعت جس کا محل جوارح ہیں لیکن یہ حقیقت لغویہ ہے اصطلاح شرعی میں اسلام نام ہے مجموعہ عقائد و
اعمال کا اور ایمان نام ہے مجموعہ عقائد کا تو شرعاً اسلام عام ہے اور ایمان خاص ہدیٰ صراطی مستقیم سے
مراد تمام وہ اعمال و معمولات ہیں جو معین آخرت و مفید مقصود ہیں اور "وَلَا تَتَّبِعُوا الْبَاسِلَ فَتُفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ"
(دوسری راہ پر مت چلو وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دینگی) میں تمام وہ اعمال آگئے جو مانع عن
الآخرت اور مضر للمقصد ہیں۔ حاصل یہ ہوا کہ ہم کو ہر کام میں یہ دیکھنا چاہیئے کہ یہ فعل معین آخرت
ہے یا مضر آخرت ہے بس اب اس میں عام شریعت آگئی۔
شیخ فرید فرماتے ہیں۔۔

بے رقیبے ہر کہ شد در راہ عشق
عمر بگذشت و نشد آگاہ عشق
گر ہوائے این سفر داری دلا
دامن رہبر یگر و پس بیا
یار یابد راہ را تنها مرو
بے قلادہ اندرین صحرا مرو
ہر کہ تنها نادر این را برید
ہم ہمت مرواں رسید

یعنی غائبانہ پیروں کی توجہ اور دعاء سے ----- حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا مقولہ کہ
میں وہ شخص ہوں کہ شقی کو سعید کر سکتا ہوں۔ اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ تقدیر کس طرح بدل گئی۔ بعض
واقعات لوح محفوظ میں کسی قید کے ساتھ مقید ہوتے ہیں مگر وہ قید لوح محفوظ میں درج نہیں ہوتی بلکہ وہ
علم الہی میں ہوتی ہے کہ اگر فلاں مقبول بندہ دعا کرے تو بخشش ہو جائے گی۔ سو یہ واقعہ تقدیر کی خلاف
نہیں ہوا۔ کیونکہ تقدیر اصل میں علم الہی کا نام ہے۔ اہل اللہ بعض دفعہ اس طریقہ سے بعض لوگوں
پر احسان فرماتے ہیں کہ ان کو خبر نہیں ہوتی۔

حضرت فرماتے ہیں آدمی دنیا میں ذخیرہ آخرت جمع کرنے کے لئے آیا ہے۔ اصل کام اس کا
شغل دین ہے لیکن بہ ضرورت اس شغل دین کی اعانت کے لئے دنیوی مشاغل کی بھی اجازت فرمائی

گئی ہے میری کتابیں ایسے وقت کام دیں گی جب کوئی رہبر بھی کام نہ دے سکے گا۔

جب بھی جایئے خواہ کتنے ہی طویل عرصہ کے بعد جایئے حضرت کو اسی ضابطہ زندگی میں مشغول پائے گا۔ ہر بات اپنے وقت پر ہوگی۔ ہر چیز اپنے مقام پر ہوگی ہر بات اپنے وقت پر ہوگی حضرت نے اپنی عمر کے ساٹھ سال اسی ضابطہ کے ساتھ گزار دیتے اور اپنی زندگی کے کارنامے اور دینی خدمات سے آنے والی لسلوں کی رہنمائی کے لئے شمع رشد و ہدایت روشن فرما گئے یہ وہ استقامت ہے جو یقیناً فوق کرامت ہے۔

روز کی ڈاک روزانہ لکھنا حضرت کا خاص ضابطہ تھا یہ وہ معمولات تھے جن میں ذرہ برابر فرق نہ آتا بعض دفعہ تہجد کے وقت ڈاک لکھنے کا اتفاق ہو جاتا (تاکہ لوگوں کو انتظار کی تکلیف نہ ہو) قدر اس وقت ہوتی ہے جب دوسری جگہ گھنٹوں انتظار کرنا پڑتا۔

مراقبہ حاکم و حکیم

فرمایا کہ الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے بس یہ مراقبہ اچھی طرح ذہن میں جما دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ حاکم بھی ہیں اور حکیم بھی حاکم ہونے کی حیثیت سے تو انہیں اپنی مخلوق اور محکوم کے ظاہر اور باطن میں ہر طرح کے تصرف فرمانے کا ہر وقت کامل اختیار اور پورا حق حاصل ہے کسی کو مجال چوں و چرا کی نہیں اور حکیم ہونے کے اعتبار سے ان کا ہر تصرف حکمت پر مبنی ہوتا ہے گو ہماری سمجھ میں وہ حکمت نہ آوے۔ چونکہ بفضلہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کا حاکم اور حکیم ہونا اچھی طرح ذہن نشین ہو گیا ہے اسلئے بڑے سے بڑے حادثے میں جس کو پریشانی کہتے ہیں وہ الحمد للہ مجھ کو کبھی نہیں ہوئی۔ طبعی اثر ہونا اور بات ہے اور یہ طبعی رنج و غم بالکل مضر نہیں۔ خود حضورؐ کو کفار کی تکذیب کی وجہ سے بہت تکلیف ہوئی تھی۔ حضورؐ چاہتے تھے کہ یہ کم بخت ایمان لے آئیں تاکہ نارِ جہنم سے چھوٹ جائیں اور وہ لوگ ایمان تو کیا لاتے الٹی تکذیب پر کمر باندھ رکھی تھی اور آیات الہی سے تمسخر اور مقابلہ کیا کرتے تھے بوجہ شدت غم و رنج و حزن و ملال کے چادر اوڑھ کر بیٹھ گئے تھے۔ حضورؐ کی تسلی کے لئے حق تعالیٰ کا خطاب ”یا ایہا المزمحل“ آیا۔ اے چادر اوڑھنے والے کہ جیسے کوئی شخص ہجوم اعداء اور ان کے طعن و تشنیع سے پریشان ہو رہا ہو اس وقت اس کا محبوب خاص عنوان سے اسے پکارے تو اس شخص کو کتنی تسلی ہوگی کہ محبوب کو میرے حال کی خبر ہے اور اس کے بعد بعض اعمال کا حکم دیتے ہیں کہ آپ صبر کیجئے۔ تم ہم سے بائیں کرو، دشمنوں کو بکنے دو، یہ کام کرو، وہ کام کرو، غم ہلکا کرنے کا طریقہ بھی بتا دیا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کامل باوجود کمال کے لوازم بشریت سے نہیں نکلتا۔ غم کس درجہ کا تھا حق تعالیٰ فرماتے ہیں ”لعلک باخع انفسک“ کیا اپنے آپ کو ہلاک کر دیجئے مگر یہ تو ثابت ہوا کہ کامل باوجود کمال عرفان کے لوازم طبعی سے نہیں نکلتا اور یہی ہونا بھی چاہیئے کیونکہ اگر کسی کو اذیت اور مصیبت میں تکلیف جو لازمہ طبعی ہے محسوس نہ ہو تو

مہر کیسے متحقق ہوگا۔ کیونکہ مہر نام ہے ناگوار چیز پر ضبط نفس کرنے کا اور جب ناگواری نہ ہوئی تو ضبط کیا کرے گا۔ البتہ غلبہ حال میں معلوم نہ ہوتا اور بات ہے لیکن غلبہ حال خود کوئی کمال کی چیز نہیں بزرگ کی حکایت: بیٹے کے مرنے کی خبر سنی، فتنہ لگا کر نئے اور آنحضرت کا اپنے بیٹے ابراہیم پر آسو ہلانا ثابت ہے اور یہ فرمایا: اے ابراہیم! ہم تمہاری فراق سے محزون ہیں۔ بات یہ ہے کہ ملی کی نظر حقوق اللہ حقوق العباد اور اولاد کی ان کے قلب سے مستور تھی۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی رعایت سے مہر کیا جزیع فرع نہیں کی اور حقوق العباد اور ترم علی الاولاد کی وجہ سے آسو جاری ہوئے۔ جامعیت یہ ہے لوازم بشریت۔ یوں کا زہر دینا ایک دو لقمے کھانا۔ بعض صحابہ کا شہید ہونا۔ طائف احد میں دانت۔ گھوڑے سے گرنا۔ چونٹیں آنا مصلحت یہ تھی کہ الوہیت کا شبہ نہ ہو۔

خاتہ امدادیہ کیسے یا ایک دوکان معرفت۔ جن لوگوں نے حضرت کی مجلس کو آنکھوں سے دیکھا ہے وہ یہ کہیں تو بجا ہے۔

نازم پچشم خویش کہ جمال تو دیدہ است
بمحدث اب تک بہت موجود ہیں اور کہنے کو جی چاہتا ہے۔ ابھی کچھ لوگ ہیں ساقی کی محفل دیکھنے والے۔ جو علوم حضرت نے بتائے وہ کتابوں میں نہیں مل سکتے۔

نہ کتابوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا
یک ساعت صحبت با اولیاء
بتر از صد سالہ طاعت بے ریا

دین نام ہے حفظ حدود شریعت کا جو کام بھی حضورؐ نے کیا یا جس کام کی اجازت دی سب ملت ہے اور خلافت شریعت نفس کو ڈھیل نہ دینا مجاہدہ ہے دین صرف اقویا کے لئے نہیں ناتوانوں۔ بیماروں معذوروں کے لئے بھی ہے۔ ناتوانوں معذوروں کو رخصتوں پر عمل کرنے سے وہی اجر ملتا ہے جو اقویا کو عزیمت پر عمل کرنے سے۔۔۔ سلف کے لوگ بہت قوی اور ہمت والے تھے آجکل وہ ہمتیں نہیں رہیں۔ دو چار فاقے آجائیں تو ایمان کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔

کار پا کاں را قیاس از خود گیر
گرچہ مانند در نوشتن شیر و شیر

خود حضورؐ کو دو باتوں میں اختیار ہوتا تو آسان کو اختیار فرماتے اور امت کے لئے بھی یہی بات پسند فرمائی۔ رخصتیں بھی اللہ کی نعمتیں ہیں اور کسی میں طاقت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بند کر سکے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو لینا چاہیئے۔

ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے مریدوں سے فرمایا کہ حضورؐ جو کی روٹی کھاتے

تھے۔ جو کی روٹی کھانا سنت ہے آئندہ ہمارے لئے جو کی روٹی پکا کرے چنانچہ پکی سب نے کھائی سب کے پیٹ میں درد ہو گیا۔ اب ان کا ادب دیکھئے۔ فرمایا ہم نے بے ادبی کی حضور کی برابری کا دعویٰ کیا جب حضورؐ نے گندم کی روٹی کی اجازت دی ہے تو ہمارے لئے وہی پکا کرے۔ آجکل کم کھانے اور کم سونے کا مجاہدہ نہیں رہا۔ صحت بگڑ جانے پر سب مجاہدے دھرے رہ جاتے ہیں۔ مشین کا ایک پرزہ خراب ہو جائے تو مشین کام چھوڑ دیتی ہے اس لئے صحت کی حفاظت کی بہت ضرورت ہے ایک ایک عضو خدائی مشین کا پرزہ ہے۔ ایک ایک جوڑ کی حفاظت ضروری ہے۔

بس ایک چیز کی احتیاط رکھے کہ کوئی بات خلاف شریعت یا معصیت نہ ہو۔ اور کوئی چیز مضر نہیں آرام سے چلے نفس کو بھی زیادہ تنگ نہ کرے، گھبرا جاتا ہے اس کے حقوق قابل تحصیل ہیں صرف حظوظ قابل تھلیل ہیں، جائز حقوق دے کر اسے خوش رکھیں آرام سے سفر کرے ورنہ تھک کر رہ جائے گا۔

کہ مزدور خوش دل کند کار بیش

اور کوئی خیر خواہ ساتھی لے لے رفاقت میں سفر آسانی سے طے ہو جاتا ہے۔ امکان بھر سعی اصلاح کی رکھے پھر جیسے بھی اعمال ناقصہ کی توفیق ہو اس کو اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھے کہ ہم تو اس کے بھی لائق نہ تھے۔ کوتاہیوں پر استغفار کرتا رہے اور کاپتا رہے اور یقین رکھے کہ وہ مانگنے والے کو محروم نہیں فرمایا کرتے باقی بزرگوں کے مقام اور اسکے مذاق جدا ہیں بڑے لوگوں کے مقام اور ہوتے ہیں، چھوٹوں کے اور بڑوں کے بھی ٹھیک چھوٹوں کے بھی ٹھیک۔ جو بھی اللہ تعالیٰ عطا فرمائیں اس پر قانع رہے اور شکر کرے۔

حضرت مرشد تھانویؒ حکیم الامت تھے۔ زیادہ اوراد سے کسی کے دماغ میں خلل آنے لگتا وظائف چھڑا دیتے فرماتے یہ فرض نہیں صحت کے لئے کسی طیب کی طرف رجوع کرو علاج کراؤ۔ مقویات استعمال کرو۔ سیرو سیاحت کرو۔ احباب کو ملو تاکہ طبیعت میں انشراح ہو ڈاکٹر چھ گھنٹے سونے کو کئے تم آٹھ گھنٹے سوؤ۔ صرف شرعی حدود کو نہ توڑو۔ اعتدال سے چلو۔ دو تین امور کا خیال رکھو۔ خلاف شریعت نفس کو ڈھیل نہ دو۔ کچھ وقت مقرر کر کے ذکر اللہ کرو اس سے ایمان میں قوت آئے گی اور عبادت کا صحیح ذوق پیدا ہوگا۔ حلال مال پاس رکھو قلب غمی رہے گا تہذیب اخلاق کا درجہ ہمارے حضرت کے نزدیک وظائف سے بڑھا ہوا تھا۔

فرمایا: میرے نزدیک طریق کا حاصل یہ ہے کہ کسی کو ہمارے ہاتھ یا زبان سے ذرہ برابر ناگواری نہ ہو۔ ارشاد فرمایا:۔۔۔ کہ ہر کام میں آسان اور مختصر راستہ اختیار کرنا چاہیئے۔ بے وجہ تطویل و مشقت میں پرنا عقل کے بھی خلاف ہے اور سنت کے بھی۔ آنحضرتؐ کو حق تعالیٰ نے وہ قوت اور ہمت عطاء فرمائی تھی کہ آپ اپنی ذات میں جس قدر چاہیئے مشقت برداشت فرما سکتے تھے اور بالکل عزیمت پر عمل فرما سکتے

تھے مگر اس کے باوجود عادت شریفہ یہ تھی کہ جب دو کاموں میں آپکو اختیار دیا گیا ہمیشہ وہ کام اختیار فرمایا جو سہل اور آسان ہو اسکی حکمت یہ تھی کہ امت متبع سنت ہو سکے اور فحشاء امت اتباع سنت سے محروم نہ رہیں اور انکو یہ غم نہ ہو کہ ہم محروم رہ گئے۔ ظاہر ہے کہ توکل و زہد و قناعت آنحضرتؐ سے زیادہ کس کو حاصل ہو سکتے ہیں لیکن اس کے باوجود بیہوشیوں کے لئے سال بھر کا غلہ جمع فرمادیتے تھے تاکہ امت کو تنگی نہ ہو۔ عبادت میں غلو منع ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک صحابی راتوں کو سوتے نہ تھے اور دن میں کھاتے نہ تھے۔ رات نماز دن روزہ۔ حضورؐ نے انکو اس سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا۔ تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے۔ رات کو کچھ وقت نماز میں کھڑے ہو کر سو رہو دن میں کبھی روزہ رکھو اور کبھی بے روزہ رہو۔۔۔۔۔ یہ میرا طریقہ ہے اور جو میرے طریقہ سے اعراض کرے وہ مجھ سے کچھ واسطہ نہیں رکھتا۔ اگر مشقت میں اطاعت میں فضیلت و ثواب ہے تو حضورؐ نے ان صحابی کو منع کیوں فرمایا۔ ظاہر میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ حضورؐ ان صحابی کو تکثیر عمل سے منع فرمایا۔۔۔۔۔ غلط ہے بلکہ آپ نے تقلیل عمل سے منع فرمایا کیونکہ اس تکثیر کا انجام تقلیل ہی ہے۔ تکثیر عمل کا یہ طریقہ ہے کہ عمل مواظبت و مداومت سے کیا جائے اور اعتدال ہی سے نباہا ہو سکتا ہے۔ اپنے آپ کو مشقت میں ڈال کر ہم نباہ نہیں کر سکتے خواہ مخواہ اپنے کو مشقت میں نہ ڈالو کیونکہ ہر مشقت مجاہدہ اور ثواب نہیں تم ہار جاؤ گے دین نہیں ہارے گا۔ اپنے ہاتھوں اپنے کو مشقت میں ڈالنا عقل کے بھی خلاف ہے اور سنت کے بھی۔

فرماتے۔۔۔۔۔ اے اللہ میں آپ سے جنت کی درخواست کرتا ہوں اور ان اقوال و اعمال کی جو جنت کی طرف نزدیک کر دیں۔ معلوم ہوا کہ جنت کی درخواست کرنا سنت ہے بعضے لوگ بے دھڑک کہہ دیتے ہیں کہ ہم کو پرواہ نہیں دوزخ کی۔ جنت بے ادبی ہے ان لوگوں کو جنت دوزخ کی حقیقت معلوم نہیں ورنہ ساری سنجی رکھی رہ جائے۔ جنت دیکھی نہیں اور نہ دوزخ دیکھی ورنہ پتہ پھٹ جاتا۔

اگر اعضاء و اہباب محبت نہ رکھیں تو اس سے راحت ہونا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ نے غیر اللہ سے دل برداشتہ ہونے کا سامان فرمایا۔ بعض اوقات سب جواب دے جاتے ہیں تاکہ آدی جانے کہ محبت کے لائق صرف اللہ کی ذات ہے۔

دنیا میں پوری راحت کی تو آدی ہوس ہی نہ کرے پریشانی تو جنت ہی میں پہنچ کر ختم ہوگی۔ پورا آرام تو آخرت ہی میں ملے گا۔ جس مصیبت سے آخرت بقی ہو وہ مصیبت نہیں البتہ دعاء ہمیشہ عافیت کی کرنا چاہیئے کہ وہ نعمت ملے جس کا تحمل ہو سکے۔

مصیبت کو ہلکا کرنے کی تدابیر

(۱)۔ اپنے گناہوں کو یاد کرے - (۲)۔ مصیبت کے ثواب کو یاد کرے - (۳)۔ مصیبت سے ایمان کی آزمائش ہے - (۴)۔ عہدیت غالب ہو جاتی ہے اور دعویٰ و غرور تکبر کا میل کم ہو جاتا ہے اور اپنی حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ آدمی کو کبھی دعویٰ نہ کرنا چاہیئے - (۵)۔ مصیبت میں استحضارِ عظمتِ الہی کا ہوتا ہے اپنا عجز منکشف ہو جاتا ہے۔ مسلمان کسی مصیبت میں ثواب سے محروم نہیں رہتا۔

بعض لوگوں کو تقویٰ کا ہیضہ ہو جاتا ہے وہ بیماری میں آہ آہ کرنے کو خلافِ صبر سمجھتے ہیں اس لئے اللہ اللہ کرتے ہیں تاکہ قوتِ قلب ظاہر ہو مگر یہ معرفت کے خلاف ہے کیونکہ اللہ اللہ مظهر الوہیت ہے اور آہ مظهرِ عبودیت۔

عبادت صرف نظلیں ہی پڑھنے کا نام نہیں دوستوں کی دلجوئی اور ان کے ساتھ بائیں کرنا بھی عبادت ہے۔

فرمایا: کہ جس طرح والدین بچے کو ذہل کا اوپریشن کرتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ قلوب کا آپریشن کرتے ہیں جبکہ دلوں میں غفلت بڑھ جاتی ہے اور گناہوں کی ظلمت سے دل پر پردے پڑ جاتے ہیں تو مصیبت اور بلا کے نشروں سے دلوں کا خراب مادہ نکالا جاتا ہے اور ان کی اصلاح کی جاتی ہے پس یہاں بھی بالفعل تکلیف ہے وہاں بھی مگر انجامِ دونوں کا راحت ہے فرق اتنا ہے کہ وہاں راحت قریب ہے کہ پندرہ بیس دن ہی میں ذہل میں نشردینے سے صحت ہو جاتی ہے اور یہاں بعید ہے کہ قیامت میں اس کا ظہور ہوگا جب مصائب کا ثواب ملے گا۔

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مجددِ وقت ہیں فرمایا کہ چونکہ نفی کی بھی کوئی دلیل نہیں اس لئے اس کا احتمال مجھ کو بھی ہے مگر اس سے زائد جزم نہ کرنا چاہیئے محض ظن ہے اور یقینی یقین تو کسی مجدد کا بھی نہیں ہے۔

فرمایا:۔۔۔ اسلام کا طریق یہی ہے کہ اپنے محاسن اور طامعات کو کبھی زباں پر نہ لاوے پس اس مثل پر عمل چاہیئے کہ نیکی کر اور کنوئیں میں ڈال، آدمی یہ سوچ لے کہ جس کے واسطے میں نے طاعت کی ہے اس کو علم ہے اور وہ کبھی بھولے گا بھی نہیں پھر کسی کو جتلانے کی کیا ضرورت ہے اپنی طاعت کو جتلانا درحقیقت غیر اللہ کو مقصود بنانا ہے یہ کیا حماقت ہے۔

فرمایا: کہ صاحبو! مال کی قدر کرو۔ مال دنیا کی زندگی کا سارا ہے اس کو ہوش اور عقل کے ساتھ خرچ کرو اور اگر خرچ کرنے میں جوش ہے تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں دو اس میں حوصلہ افزائی کرو۔ فرمایا: کہ دنیا اور دین کی حاجتوں کو برآئے کا ذریعہ استغفار ہے۔

فرمایا: کہ حق تعالیٰ تک پہنچنے کا یہی راستہ ہے کہ اخلاق رذیلہ جاتے رہیں حمیدہ پیدا ہو جائیں طاعت کی توفیق ہو جائے۔ غفلت من اللہ جاتی رہے اور توجہ الی اللہ پیدا ہو جائے۔

فرمایا: کہ آدمی سب کو خوش نہیں رکھ سکتا جب ہر حال میں اس پر برائی آتی ہے پھر اپنی مصلحت کو کیوں فوت کرے جس کام میں اپنی مصلحت اور راحت دیکھے بشرط اذن شرعی وہی کرے کسی کی بھلائی کا خیال نہ کرے۔

حدیث، فرمایا: اے عائشہ کسی نیک عمل کو حقیر نہ سمجھنا ہر نیک عمل میں خاصیت مغفرت کی ہے اسی طرح ہر گناہ میں خاصیت عذاب کی ہے چھوٹا ہوا بڑا۔

ایک صاحب نے لکھا کہ معمولات سب وقت پر ادا نہیں ہوتے سخت پریشانی اور ندامت ہے۔

تحریر فرمایا کہ یہ پریشانی اور ندامت بھی نفع میں معمولات سے کم نہیں۔

فرمایا: ایسے شخص کو جس کے ذمہ بہت سی قضا نمازیں ہوں یہ مشورہ دیتا کہ بجائے نفل تہجد کے قضا نمازیں پڑھ لیا کرو بالکل مناسب ہے مگر مصلحت یہ ہے کہ دو چار رکعت تہجد کا بھی مشورہ دیا جائے ورنہ نفس یہ مشورہ دے گا کہ قضا تو دن میں بھی ممکن ہے نیند خراب کرنے سے کیا فائدہ تو اٹھنے کی عادت کبھی بھی نہ ہوگی۔

فرمایا: جیسے لوگ اپنے گھروں میں بے پکارے چلے جاتے ہیں بڑی گندی بات ہے نامعلوم گھر کی عورتیں کس حالت میں ہیں یا کوئی خیر محرم عورت محلہ کی گھر میں ہو۔ اذن لے کر جب بلایا جائے تو گھر میں داخل ہونا چاہیئے۔

اس وقت اگر آپ کے قبضہ میں یہ بات نہیں ہے کہ ملکات رذیلہ بالکل زائل کر دیں تو یہ بات تو اختیار میں ہے کہ اس کے مقتضاء پر عمل نہ کرو جب بار بار نفس کے تقاضوں کے خلاف عمل کیا جائے گا تو اس کی عادت پر جانگی اور ضبط کی عادت سے ملکات رذیلہ کی قوت مضمحل ہو جائے گی۔ اس طرح آپ انشاء اللہ تعالیٰ کامل ہو جائیں گے اور اخلاق رذیلہ کی بجائے آپ میں ملکات فاضلہ ہو جائیں گے۔

السان کا کام طلب اور فکر اور سعی ہے۔ اگر طلب کے ساتھ ساری عمر بھی ناقص رہے تب بھی کاملین ہی میں ہوں گے بلکہ ممکن ہے کہ بعض باتوں میں کاملین سے بڑھ جاؤ یعنی مشقت کے ثواب میں حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کو کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا کیا حال گزرا فرمایا مغفرت ہو گئی درجات ملے مگر ہمارا ایک پرہیزی تھا جو ہم سے کم عمل کرتا تھا وہ ہم سے بڑھ گیا کیونکہ وہ صاحب عیال تھا۔ بال بچوں کی پرورش میں اسکو زیادہ اعمال کا موقع نہ ملتا تھا مگر وہ ہمیشہ اسی دھن میں رہتا تھا کہ مجھے فراغت نصیب ہو تو خدا کی یاد میں مشغول رہوں وہ اپنی مشقت اور ہمت کی وجہ سے ہم سے بڑھ گیا بس اس طریق میں فکر اور دھن بڑی چیز ہے اسی سے سب کام بن جاتے ہیں۔

دوست دارد دوست ایس آشتی

یہ جو گر حضرت نے فرمایا ہے استحضار و ہمت کا

عجب یہ نسخہ اکسیر ہے اصلاح امت کا

مقصود رضائے حق ہے اب دو چیزیں رہ گئیں۔ طریق کا علم اور اس پر عمل سو طریق صرف ایک ہے یعنی احکام ظاہرہ اور باطنہ کی پابندی اور اس طریق کی معین دو چیزیں ہیں ایک ذکر جس پر دوام ہو سکے دوسرے صحبت اہل اللہ جسقدر میر ہو اور دو موانع ہیں معاصی اور فضول میں مشغولی، فضول میں مشغولی سے بڑا وقت ضائع ہوتا ہے۔

فرمایا: وہ ذرہ سی بات جو حاصل ہے تصوف کا کہ جس طاعت میں سستی محسوس ہو سستی کا مقابلہ کر کے اس طاعت کو کرے اور جس گناہ کا تقاضا ہو تقاضے کا مقابلہ کر کے اس گناہ سے بچے جس کو یہ بات حاصل ہو گئی۔ اس کو پھر کچھ بھی ضرورت نہیں کیونکہ یہی بات تعلق مع اللہ پیدا کرنے والی ہے اور یہی اسکی محافظ ہے اور یہی اسکو بڑھانے والی ہے۔

نگلی معاش ایسی بلا کی چیز ہے کہ اچھے سے اچھے آدمی کی نیت بگاڑ دیتی ہے اللہ اللہ جب آدمی کے پیٹ کو لگتی ہے تو اسکی آنکھیں ہر طرف اٹھتی ہیں ذرا ذرا سی چیز پر جان دینے لگتا ہے۔ اچھے اچھے خوشحال لوگوں کو جب نگلی پیش آتی ہے تو نیتیں بگڑ جاتی ہیں اور معمولی ضرورتوں کے لئے وہ کام کر بیٹھتے ہیں جس سے دنیا میں بھی منہ کالا اور آخرت میں بھی منہ کالا ہوتا ہے۔ سودی قرض لیتے ہیں اور تیرا میرا حق دبا لیتے ہیں جس میں آخر کار مقدمہ بازیاں ہوتی ہیں اور سر بازار رسوائیاں ہوتی ہیں۔ آخرت کا گناہ الگ سر پر رہتا ہے تنگ دستی میں کہیں رشوت لیتے ہیں کسی کی امانت میں تصرف کر لیتے ہیں۔ دنیا میں بھی رسوا آخرت کی بھی رسوائی سر پر۔

امام غزالیؒ کو ان کی بیوہ ماں نے صرف اس لئے مدرسہ نظامیہ بغداد میں داخل کیا تھا کہ ان کی پرورش ہو جائے گی مگر بعد میں وہ حجتہ الاسلام بنے وزیر اعظم نے مدرسہ کے طلباء کا جائزہ لیا اور ہر ایک سے پوچھا کہ دین حاصل کرنے سے انکا مقصد کیا ہے۔

کہا کہ میں فلاں عمدہ حاصل کرنا چاہتا ہوں دل برداشتہ ہو کر اس نے سوچا کہ مدرسہ بند کر دے آگے۔۔۔ امام غزالیؒ مطالعہ کر رہے تھے ان سے پوچھا تو امام غزالیؒ نے فرمایا۔ ہم نے عقل سے پہچانا ہم کو ایک پتہ پا کر نیا لا ہے اور عقل ہی سے پہچانا۔۔۔ ایسے محسن کی اطاعت ہمارا فرض ہے اور اطاعت کا طریقہ معلوم کرنے کا ذریعہ رسالت اور وحی ہے لہذا ہمارا مقصد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی پسندیدہ اشیاء پر عمل کریں اور ناپسندیدہ سے پرہیز کریں۔

حضرت سفیان ثوری کا ارشاد: ہم نے علم حاصل تو غیر اللہ دنیا کے لئے کیا تھا لیکن علم نے غیر اللہ

کے لئے ہونے سے انکار کر دیا یعنی علم کی برکت سے ہماری نیت بھی درست ہو گئی۔
ارشاد حضرت حاجی صاحب: تحصیل علم میں اگر نیت صحیح بھی نہ ہو تب بھی علم کو چھوڑنا نہ چاہیئے۔ کیونکہ علم کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ نیت بھی صحیح ہو جاتی ہے۔

ارشاد مفتی محمد شفیع صاحب: آپ حضرات کو ابھی اس نعمت خداوندی کی قدر نہیں ہے کہ اس نے آپ کا تعلیمی رشتہ دیوبند سے منسلک کر دیا جب آپ اس بسم اللہ کے گنبد سے باہر نکلیں گے اور کتاب و سنت اور فقہی مسائل ہی کی تعبیر میں آپ کو افراط و تفریط کا ایک بھیانک منظر سامنے آ جائے گا اسوقت معلوم ہوگا کہ دیوبند اور اس کا محتدل مسلک کیسی عظیم نعمت ہے۔

فرمایا: حضرت مجدد الف ثانی ایک دن بیت الخلاء میں تشریف لے گئے اندر جا کر نظر پڑی کہ انگوٹھے کے ناخن پر ایک نقطہ روشنائی کا لگا ہوا ہے جو عموماً لکھتے وقت قلم کی روانی دیکھنے کے لئے لگا لیا جاتا ہے فوراً گھبرا کر باہر آ گئے اور اس کو دھونے کے بعد تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اس نقطہ کو بھی علم کے ساتھ ایک تلبس و نسبت ہے بے اجنبی معلوم ہوئی کہ اس کو بیت الخلاء میں پہنچاؤں۔

فرمایا: عالم کے لئے یہ بہت بڑا فتنہ ہے کہ وہ اس کی خواہش رکھے کہ لوگ اس کے پاس آکر بیٹھ کریں۔ فرمایا: کہ محققین کے نزدیک کرامت کا درجہ ذکر لسانی سے بھی کم ہے کیونکہ ذکر لسانی سے اللہ تعالیٰ کا قرب برہستا ہے اور کرامت میں قرب میں کوئی زیادتی نہیں ہوتی۔

فرمایا: کہ کام کرنے سے راستہ کھلتا ہے اس انتظار میں نہ رہے کہ پہلے سے راستہ نظر آئے تو آگے قدم رکھے۔ اسکی مثال ایسی ہے کہ بڑی ٹرک پر جس کے دو طرف درخت لگے ہوں کہ سیدھی جارہی ہو اگر کھڑے ہو کر دیکھو گے تو کچھ دور کے بعد درخت باہم ملے ہوئے نظر آئیں گے لیکن جوں جوں آگے بڑھو گے راستہ کھلتا نظر آئے گا۔

گرچہ رفتہ رفتہ عالم را پدید
خیرہ یوسف وارے باید دوید

ایک صاحب نے حضرت حاجی صاحب کی برکات بیان کئے۔

فرمایا: مجھ میں کیا ہے سب تمہارے ہی اندر ہے اس کا ظہور میرے ذریعہ سے ہو جاتا ہے پھر فرمایا مگر تم ایسا مت سمجھا۔ سچاں اللہ یہ ہے تربیت کہ اپنی تواضع اور مرید کی مصطحت دونوں کو جمع کر دیا۔ جتنے کام حق تعالیٰ ہم سے لے رہے ہیں یہ خود انعام ہے پھر انعام پر طلب کیسی انعام تو عمل پر ہوا کرتا ہے اور یہاں پر خود اعمال ہی سراپا انعامات ہیں ورنہ ہم کس قابل تھے کہ حق تعالیٰ کی عبادت کر سکیں۔

منت منہ کہ خدمت سلطان عیسیٰ کنی

منت ششاز و کہ بخدمت بدائست

مال کا جمع کرنا مطلقاً خلاف زہد نہیں البتہ اس کو ذریعہ معاشی بنانا خلاف زہد ہے بعضوں کے

لئے مالدار ہونا ہی مفید ہے اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ کس کو مال سے قرب ہوگا اور کس کو اغلاس سے کسی کو مال دیتے ہیں کسی کو مفلس رکھتے ہیں۔

فرمایا: حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جمعیتِ قلب کا اہتمام کرنا چاہیئے حضرت کو ہر بات میں اس کا بہت اہتمام رہتا تھا کہ قلب کی جمعیت فوت نہ ہو اسلئے حضرت کو تعلقات سے بہت نفرت تھی اور صوفیاء کے اقوال و احوال میں بھی غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلق مع اللہ پیدا ہونے کے لئے جمعیتِ قلب بہت ہی ضروری ہے۔

فرمایا: کہ اعتقاد سب کے ساتھ نیک رکھے لیکن معاملہ سب کے ساتھ احتیاط رکھے۔ مثلاً بلا اطمینان کامل کے قرض نہ دے۔ محرم راز نہ بنائے کوئی خدمت سپرد نہ کرے اعتقاد یہی رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہے۔ شیخ سعدی۔

ہر کر اجامہ پار سا بیٹی نیک مرد انگار

نگاہ دارد در کیمہ آں شوخ در

کہ داند ہمہ خلق را کیمہ بر

سوال: کسی میں فضیلتیں موجود ہیں کس طرح اپنے میں معدوم سمجھ کر اپنے کو دوسروں سے کمتر جانے: فرمایا: اکمل سمجھنا جائز ہے مگر افضل بمعنی مقبول حق اور دوسرے کو مردود سمجھنا جائز نہیں۔

فرمایا: سالک کو خطرات منکرہ کی بناء پر اپنے کو مردود نہیں سمجھنا چاہیئے کیونکہ ان خطرات کو تو شیطان قلب میں ڈالتا ہے لہذا سالک کا کیا قصور بلکہ اس کو جو ناگواری کی وجہ سے اذیت ہو رہی ہے اس کو اجر ملے گا۔

سوال: معمولات ادا کئے جاتا ہوں مگر قلب کی حالت بدستور ہے۔

جواب: کیا یہ نعمت نہیں ہے کہ دو وقت کی روٹی ملے اور صحت و قوت بحال رہے گو اس میں ترقی نہ ہو۔۔۔

سوال: معمولات صرف عادت کے طور پر ادا کرتا ہوں۔

فرمایا: کیا اچھے کام کی عادت نعمت نہیں؟

فرمایا: کہ یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی کے ساتھ مشاہدہ جمالِ حق کبھی نہیں ہو سکتا دل اور روح کی آنکھیں اس وقت کھلتی ہیں جب نفس کی شہوت اور لذت کو حرام کی جگہ سے روکا جائے۔

فرمایا: کہ محبت حق پیدا کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ محبت والوں کے پاس بیٹھنا شروع کر دے۔۔

آں کہ پیارس آشنا شد

فی الحال بصورت طلاشد

فرمایا: کہ قلب کا اثر انسان کے کلام اور لباس تک میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل اللہ کے تبرکات میں اثر ہوتا ہے اور صحبت میں اس سے زیادہ اثر ہوتا ہے۔

فرمایا: کہ بزرگوں کی صحبت سے اگر اصلاح کامل نہ بھی ہو تو کم از کم اپنے عیوب پر ہی نظر ہونے لگتی ہے یہ بھی کافی ہے اور مفتاح طریق ہے۔

فرمایا: حدیث میں ہے کہ جو شخص رات کو اٹھ کر التجا کرتا ہے تو اللہ فرماتا ہے میں اس سے بہت خوش ہوتا ہوں اس لئے کہ میری وجہ سے اپنی بیوی اور گرم بستر کو چھوڑ دیا۔۔۔

فرمایا: کوئی یہ چاہتا ہے کہ ہم کرامت والے ہو جائیں۔ کوئی چاہتا ہے خوب جوش و خروش و خروش مستی ہو۔ کوئی چاہتا ہے دوسرے نہ ہوں۔ کوئی چاہتا ہے بڑے بڑے اچھے خواب ہوں۔ یہ سب باہمی کیفیات اور حالات کھلتی ہیں اور حالات کا پیدا ہونا آدمی کے اختیار سے باہر ہے۔ حالات اگرچہ عمدہ چیز ہیں مگر مقصود نہیں مقصود وہ ہی چیز ہو سکتی ہے جس کا حاصل کرنا اختیار میں ہو۔ جو شخص بھی ایسی باتوں کی خواہش کریگا جو اختیار سے باہر ہیں وہ غم اور پریشانی میں مبتلا ہوگا۔ کوئی روشنی دیکھنا چاہتا ہے وہ طالب خدا کا تو نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی نزدیکی اسکی عبادت اور فرمانبرداری سے ہوتی ہے۔ دل نہ چاہے حکم مان لے سب حاصل ہے۔ مقصود اللہ کی رضا کو سمجھے جس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سب حکموں کو بجالائے۔ اللہ کی رضامندی ہوگی دوزخ سے بچے گا۔ سب کا حاصل یہ ہے کہ اختیاری امور میں کوتاہی نہ کرے غیر اختیاری کے پیچھے نہ پڑے مثلاً خواب غیر اختیاری چیز ہے۔ فرمایا خواب سے استدلال ہی درست نہیں حضرت حکیم الامتؒ کے مبارک قلب میں مسلمانوں کا درد تھا۔ وراثت نبوت اور جذبہ مجددیت سے جو شفقت علی الخلق خصوصاً اصلاح المسلمین کی فکر آپ پر ہمہ وقت مسلط تھی۔ اس سے آپ کا سونا جاکنا رنار و گنگنا آرام و راحت سب کا سب اسی مشغلہ کی نذر کردیا۔ جہاں کہیں مسلمانوں پر کوئی مصیبت آئی وہ غم میں اس طرح گھٹنے لگتے تھے جیسے شفیق باپ اپنے بیٹوں پر مصیبت آئی ہو۔ ہر تباہی کے خطرہ پر حضرت کا نظام صحت قویٰ میں ضعف اور انفعال نظر آنے لگتا تھا۔ فرمایا: مسلمانوں کی موجودہ حالت اور اس کے نتائج کا تصور اگر کھانے سے پہلے آجاتا ہے تو بھوک اڑ جاتی ہے اور سونے سے پہلے آجاتا ہے تو نیند اڑ جاتی ہے۔

اس درجہ دلسوزی رکھنے والے قلب سے جو الفاظ صادر ہوئے خواہ مواظب یا مفلوحتات انہوں نے قلوب پر اثر کیا۔ ایک ایک لفظ میں انوار تھے، ان انوار نے قلوب پر اثر کیا اور دلوں میں انقلاب پیدا کر دیا۔ جو دل معاشی اور بددینی سے بھرے ہوئے تھے اللہ اور رسولؐ کی محبت سے سرشار اور لبریز ہو گئے۔ دل بدل گئے۔ شرعی احکام مٹ رہے تھے خود غرض لوگوں نے رسوم اور بدعات سے دین کا حلیہ ہی بگاڑ دیا تھا ہر شے سے غبار اتارا، ایسے مسلمان قوم کو گندے مادے نکالنے پڑتے ہیں بڑھے ہوئے اعضاء کو اپریشیوں سے کاٹا جاتا ہے۔ اغراض پامال ہوئیں۔ عناد اور مخالفتیں شروع ہوئی لیکن قلب مبارک پر ان کے عناد کا غبار نہ بیٹھا۔

حرفہ کے واعظ نے بتایا کہ دنیا اور آخرت میں حقیقی زندگی اللہ کے فرمانبرداروں کی ہے اور

باقی حقیقی حیات سے دونوں جگہ محروم ہیں۔ حیاتِ طیبہ صرف ان لوگوں کو حاصل ہو سکتی ہے جن کو تعلق مع اللہ اور قناعت کی دولت نصیب ہو۔

اصل قدر تو علماء نے جانی اور انہوں نے فیض پایا لیکن دینی استعداد رکھنے والوں کا فیض پانا اتنا تعجب خیز نہیں جتنا جدید تعلیم یافتہ اور دینی علوم سے بے بہرہ لوگوں کا فیض پانا حیرت انگیز ہے۔
فرمایا: جو منازل بعض بزرگوں کی نظر توجہ سے دنوں میں طے کی جاسکتی ہیں وہ مجاہدات اور ریاضات سے برسوں میں بھی طے ہونی محال ہیں۔ حضرت کو یچن ہی سے اہل اللہ سے بڑی محبت اور محبت تھی۔ ہر نماز میں امتِ مسلمہ کے لئے دعاء یہاں تک کہ جانوروں تک کے لئے۔

تم کوں کو شکست، شدید صدمہ: فرمایا: اللہ نے ہمیشہ مجھ کو راحت ہی راحت میں رکھا اسی لئے کبھی نہ جانا کہ غم کیسا ہوتا ہے اب معلوم ہوا کہ غم اس کو کہتے ہیں۔ ترکوں کی شکست اور مسلمانوں کی ذلت اور خواری کا قلب پر اتنا شدید صدمہ ہے کہ کھانا پینا تلخ ہو رہا ہے اسی طرح ہمارے قیامت خیز زلزلوں کے حالات سن سن کر اس درجہ متاثر تھے کہ بے چین ہو ہو جاتے تھے اور بار بار بے اختیار منہ سے ایسے پردرد و صائبہ الفاظ نکلتے تھے کہ پاس بیٹھنے والوں کے گلے بھی منہ کو آ آ جاتے تھے۔ بعض اوقات اتنا اثر ہوتا کہ فرماتے زیادہ دل برا کرنے کو بھی ڈر لگتا ہے کہ کہیں یہ ہمدردی نعوذ باللہ حق تعالیٰ کی شکایت کی حد تک نہ پہنچ جائے بڑا مشکل معاملہ ہے اگر دل برا نہ ہو تو محبت علی الحلق میں کمی ہوتی ہے اگر دل برا کرتے ہیں تو شکایت کا اندیشہ ہوتا ہے واقعی حدود کے اندر رہنا پل صراط پر چلنا ہے بس اللہ تعالیٰ ہی فضل فرماتے ہیں ورنہ حدود کے اندر رہنا بڑا مشکل معاملہ ہے۔

مفتیوں سے مروت: انہوں نے اتمام لگائے کسی نے کہا جواب شائع فرمائیں فرمایا مجھ کو طبعاً اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ اتمام میں نہ ان کا ضرر نہ میرا بلکہ جواب دینے میں ان کا ضرر ہے اب تو وہ اتمام میں معذور ہیں اور جب وہ جواب پر مطلع ہو کر قبول نہ کریں گے۔ تو عاصی ہوں گے تو ایک مسلمان کو عاصی بنانے کا کیا فائدہ۔۔۔ فروخت مکان کے متعلق مشورہ۔ فروخت نہ کرنا۔

فرمایا: یہاں تو صرف ایک چیز سکھائی جاتی ہے اور وہ السائیت ہے کوئی بزرگی کو ضروری سمجھ رہا ہے۔ میں السائیت اور آدمیت کو ضروری سمجھتا ہوں۔ آدمی بننا ہو، انسان بننا ہو تو یہاں آئیے۔ دیکھئے وضو نماز کے مقابلے میں کم درجہ رکھتی ہے۔ مگر بدوں وضو نماز نہیں ہوتی تو میں وضو کراتا ہوں۔ ہر جگہ کا مطلوب جدا ہے یہاں کا مطلوب فنا ہونا ہے اور اسی کی تعلیم ہے۔

افروختن و سوختن و جامہ دیدن

پروانہ زمن شمع زمن گل زمن آموخت

انسان بننا فرض ہے۔ بزرگ بننا فرض نہیں اس لئے کہ انسان نہ بننے سے دوسروں کو تکلیف ہوگی بزرگ نہ بننے سے اپنے ہی کو تکلیف ہوگی دوزخ میں جائے گا۔ انسان ہوگا تو اس سے دوسروں کو

تکلیف نہ ہوگی اس لئے میں انسان بنانے کی کوشش کرتا ہوں بزرگ نہیں بناتا۔ میری روک ٹوک کی زیادہ وجہ یہ ہوتی ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ ایک مسلمان سے دوسرے مسلمان کو اذیت نہ پہنچے اور مسلمانوں کا یہ مذہب ہونا چاہیئے۔

بہشت آنجا کے آزارے نہاںشد
کے را با کے کارے نہاںشد

ہمارے ہاں تو بس اپنی میند سوؤ۔ اپنی بھوک کھاؤ۔ چین کی زندگی بسر کرو۔ ہاں حدود کے اندر رہو۔۔۔۔۔ اس کا مجھے خیال نہیں کہ کون جماعت میں شریک ہوا۔ کون نہیں لیکن ایسا فعل نہ کیا جائے جس سے دوسروں کو تکلیف پہنچے۔

فرمایا: کوئی بچہ بھی مجھے سمجھا دے اور میری غلطی دل میں لگ جائے میں اس پر اصرار نہیں کرتا ترجیح الراج کا سلسلہ اسکی دلیل ہے۔ مولانا شبیر علی صاحب نے مجھے فرمایا کہ بہشتی زیور کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ حضرت نے بہشتی زیور لکھ کر مولانا حبیب احمد کیرانوی کو معقول تنخواہ پر ملازم رکھا کہ بہشتی زیور کی غلطیاں نکالیں۔ پھر جب بریلوی حضرات کی طرف سے اعتراضات کی بوچھاڑ ہوئی تو حضرت نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی بھی عجیب شان ہے کہ میری تنخواہ بھی بچادی۔ ان اعتراضات پر غور کرتا ہوں بلکہ بہشتی زیور میں ان کو درج فرمایا کہ جہاں بات دل کو لگ گئی رجوع کر لیا اور ترجیح الراج میں اعلان کر دیا۔

قصہ دیہاتی: میں نے اشرف کو ملنا ہے فرمایا۔۔۔۔۔ میں ہی ہوں۔ دیہاتی تو نہیں۔ فرمایا اس کا کوئی خاص نشان ہے؟ گورا پٹا۔ فرمایا تو یہ ہیں (حبیب احمد کیرانوی) دیہاتی۔۔۔۔۔ نہیں یہ دھیر گورا ہے۔ فرمایا تو نے اسے جوانی میں دیکھا ہوگا۔ اب بوڑھا ہوں۔ میں ہی ہوں۔ ہاں تو ہی ہے۔ فرمایا۔ دل چاہتا تھا کہ یہ تو تو سے خطاب کرتا رہے۔ دل خوش ہو رہا تھا۔

میں شریعت کے مقابلہ میں اپنے تقویٰ کی ادنیٰ حیثیت نہیں سمجھتا۔ اہل علم سے مشورہ کر کے عمل کرتا ہوں۔۔۔۔۔ میں الحمد للہ کبھی طبیعت کو عقل پر غالب آنے نہیں دیتا اور کبھی عقل کو شریعت پر غالب آنے نہیں دیتا۔ مجھے اعتدال اور حفظ مراتب کا بڑا اہتمام ہے۔ ہر شخص سے اس کے درجے کے مطابق عمل کرتا ہوں۔ کتابیں رکھتے وقت سب سے اوپر حدیث کی نیچے فقہ پھر تصوف اسی طرح اوپر عربی پھر فارسی پھر اردو کتب۔ دینی کتابوں کے اوپر رکھنا خلافِ ادب سمجھتا ہوں۔ اللہ کی چھوٹی چھوٹی نعمتوں کی میرے دل میں بڑی قدر رہتی ہے۔ کاغذ کے ٹکڑے فیضِ تاگا معمولی اشیاء محفوظ کر لیتا ہوں۔ وقت پر بہت کام دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی جس نعمت سے اجزائے کثیرہ سے اپنی ضرورت اور لذت پوری ہوتی ہے اس کے اجزائے قلیلہ کو تلف کرتے ہوئے دل لرزتا ہے۔

جب کوئی شخص دینی یا دنیوی غرض سے میرے پاس آتا ہے تو جلد از جلد اسے فارغ کر دیتا ہوں۔ میں خود کسی امر میں زحمت انتظار برداشت نہیں کر سکتا اور نہ دوسرے کو مٹھ کر رکھنا گوارا کرتا ہوں۔

اگر کسی وقت کوئی ضروری یا خاص بات یاد آجاتی ہے تو اسی وقت کاغذ پر یادداشت لکھ لیتا ہوں۔ دماغ کا بوجھ کاغذ پر اتار دیتا ہوں تاکہ دماغ اس میں الجھا نہ رہے۔ پھر وقت پر فراغت کے ساتھ وہ کام کر لیتا ہوں۔ میں یہ تو نہیں کتا کہ ہر وقت ذکر اللہ میں مشغول رہتا ہوں مگر قلب کو اس کے لئے فارغ رکھنا چاہتا ہوں۔

فرمایا: ایک دن میں گھر جا رہا تھا کہ دفعہ چلتے ہوئے خیال آیا کہ اس وقت تو ہم زمین کے اوپر چل رہے ہیں اور ایک دن اس کے اندر ہو جائے گا۔ اس خیال کے آتے ہی حالت بدل گئی اور کئی دن اس کا غلبہ رہا اور پھر آیاتِ قرآنیہ میں بھی اسکی تعلیم نظر آئی اور میری عادت ہے کہ جو مضمون مجھے نافع معلوم ہوتا ہے دل چاہا کرتا ہے کہ اپنے بھائیوں کو اس سے مطلع کر دوں کیونکہ مثل مشہور ہے کہ حلوہ تہانہ کھانا چاہیئے۔ میں نے اپنے دوستوں کو بھی یہ مراقبہ تعلیم کیا بہت ہی نفع ہوا۔ اس لئے میں سبکو ہدایت کرتا ہوں کہ چلتے پھرتے اس کا مراقبہ رکھا کرو۔ یہ مراقبہ سہل بھی ہے اور اس میں کچھ دقت نہیں حق تعالیٰ نے ہم کو نزدیک کی چیزوں میں غور کرنے کی تعلیم فرمائی ہے۔

افلا یظنرون الی الابل کیف خلقت والی السماء کیف رفعت والی الجبال کیف نصبت والی الارض کیف سطحت

کیا اونٹ کو نہیں دیکھتے۔ کیونکہ پیدا کیا گیا ہے اس میں سب سے پہلے اونٹ کا ذکر کیا گیا کیونکہ اہل عرب کثرت سے اس پر سوار ہوتے تھے اور پھر اہل عرب کو اونٹ سے محبت بھی ہے اسی لئے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا یہ لوگ ہمارے دلائل قدرت کو اونٹ میں نہیں دیکھتے کہ اس کو کیسا عجیب الخلق بنا دیا ہے اور کیسا جفاکش صابر، بردبار کر دیا ہے۔ پھر اونٹ پر سوار ہوتے ہی آدمی اونچا ہو جاتا ہے تو سامنے آسمان نظر آتا ہے اس لئے اس کے بعد فرماتے ہیں۔ "والی السماء کیف رفعت" اور آسمان کو نہیں دیکھتے کیسا بلند کیا گیا ہے پھر سفر شروع کرنے کے بعد دائیں بائیں پہاڑ نظر آتے ہیں۔ تو آگے فرماتے ہیں "والی الجبال کیف نصبت" اور پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح زمین میں نصب کئے گئے ہیں پھر گاہے سفر کرتے زمین پر نظر پڑ جاتی ہے سامنے میدان آتے ہیں جن کو سوار طے کرتا جاتا ہے۔ تو فرماتے ہیں "وفی الارض کیف سطحت" اور زمین کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح بچھائی گئی۔

غرض جو چیزیں ہمارے قریب ہیں حق تعالیٰ انہی میں تامل کی تعلیم فرما رہے ہیں اور یہاں سے ایک بات یہ بھی معلوم ہو گئی کہ حق تعالیٰ نے دلائل قدرت معلوم کرنے کے لئے اونٹ، پہاڑ، آسمان اور زمین کا مراقبہ تو بتلایا ہے مگر المرد و لسواں کی طرف کہیں متوجہ نہیں فرمایا، کیونکہ ان میں توجہ کرنے سے دلائل قدرت پر نظر نہیں رہتی بلکہ خواہش نفس پر نظر رہ جاتی ہے۔ آگے نہیں بڑھتی بس اب جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم المرد و لسواں کو قدرت خدا دیکھنے کے لئے گھورتے ہیں۔ جھوٹے ہیں۔

اگر واقعی ان کو دلائل قدرت کا مطالعہ مقصود ہوتا تو ان چیزوں میں نظر کرتے جن کا مراقبہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

”محقق ہما بیند اندر اہل“

صاحبو! امارد و لسواں کو وہی گھورتا ہے جس کو خدا مطلوب نہیں۔ قدرت کے دلائل دیکھنے کے لئے زمین ہی کو دیکھ لو۔ جو سب کی ماں ہے کہ تم کیونکر کس طرح گیہوں، چوں، غلج اور موٹی میں سے نکل کر نطفہ کی شکل میں آئے اور پھر کس حکمت کے ساتھ اس خوبصورت جسم کی طرف منتقل ہوئے کیسے پیدا ہوئے۔ کیسے پلے، جوان ہوئے پھر یہ بھی سوچ لو ایک دن اسی زمین کے نیچے بھی جانا ہے اس سے پہلے ہماری نزع ہے سب مال و دولت جائیداد یہاں رہ جائے گا۔ پھر دفن ہوں گے۔ فرشتے آئیں گے۔ سوال و جواب کیسے ہوں گے۔

فکر اصلاح کیسے ہوگی دو چیزوں کی ضرورت بقدر ضرورت علم اور اس پر عمل صحبت اہل اللہ۔ پھر تم موتی بن جاؤ گے۔

اس طریق کا حاصل تو اپنے آپ کو ملنا تھا مگر لوگ لمبے چوڑے دعوے کرتے ہیں اپنے کو عالم مقتدا اور مجتہد سب کچھ سمجھتے ہیں اور عمل کی یہ حالت ہے کہ رات دن گناہوں میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے جو دیندار بھی کسلاتے ہیں وہ کسی ایک کام کے اعتبار سے دیندار ہیں دوسرے کاموں میں وہ دینداری کی ذرا پرواہ بھی نہیں کرتے جیسے آجکل ڈاکٹر ہوتے ہیں کوئی آنکھ کے علاج میں ماہر کوئی دانت کے علاج میں کوئی چیرپھاڑ کا مشاق ہے اسی طرح ہم نے دین کے کاموں میں انتخاب کر لیا ہے۔ کمال جامعیت ہی میں ہے لیکن وہ ایسے کرے تو چنداں مضائقہ نہیں مگر مریض کو تو انتخاب نہ کرنا چاہیئے کہ اس کی آنکھ ناک اور ہاتھ پیر میں بیماری ہو تو ان میں سے صرف ایک کا علاج کرے اس کو سارے جسم کا علاج ضروری ہے لیکن آجکل انتخاب کا بازار گرم ہے ہر چیز کا ست نکالا جاتا ہے۔ دین کا بھی ست نکال لیا۔ اس انتخاب پر مجھے ایک حکایت یاد آئی۔

کسی مسلمان بادشاہ کے زمانہ میں ایک ملحد نے قرآن پر اعتراض کیا تھا کہ اس میں مکرر آیات بھی موجود ہیں اس لئے یہ خدا کا کلام نہیں بادشاہ نے گرفتار کر کے بلایا اور پوچھا۔۔۔۔۔ جواب دی۔ بادشاہ نے جلاذ کو حکم دیا کہ اس شخص کے اعضاء کمرہ میں سے ایک ایک کاٹ دو۔۔۔۔۔ یہ خدا کا بتایا ہوا نہیں۔۔۔۔۔ واقعی خوب سزا دی۔ اسی طرح آجکل ہمارے بھائیوں نے دین میں انتخاب کیا ہے کوئی نماز کو ضروری سمجھتا ہے باقی ندارد۔ کوئی روزہ کوئی حج۔۔۔۔۔ کرتا ہے اور باقی اعمال اور طاعات کی پرواہ نہیں کرتا۔ معاملات خراب، سود رشوت سے پرہیز نہیں۔ نہ ظلم سے بچنے کا اہتمام ہے، نہ امانت میں خیانت سے، حج کر لیا جنت کے مالک بن گئے۔ بعض حاجی پابی ہوتے ہیں۔ جو نماز کو ضروری سمجھتا ہے۔ وہ نماز کے وقت دیندار ہے بہت گڑگڑا کر منہ بنا کر دعا میں مانگتا ہے جیسے بالکل فرشتہ ہیں۔ جہاں مسجد سے نکلے۔

شیطان بھی ان سے پناہ مانگتا ہے۔ حج کر لیا، تکبر، حسد، کینہ ریا میں مبتلا ہیں نماز پڑھ کر اپنے کو دوسروں سے اچھا سمجھتے ہیں۔ بے نمازیوں کو حقیر جانتے ہیں۔ علماء کو اپنے علم پر ناز ہے وہ جملاء کو جانور سمجھتے ہیں۔ ذاکرین کو ذکر و شغل پر ناز ہے وہ غیر ذاکرین کو بیہودہ سمجھتے ہیں۔ علمی شبہ۔۔۔۔ عالم جاہل کو کیسے افضل جانے۔ فرمایا اکمل سمجھنا جائز ہے افضل سمجھنا جائز نہیں۔

فرمایا: مٹھی کو اولاد کے مرنے پر آلو ناگواری سے نہیں نکلتے بلکہ ترحم سے نکلتے ہیں کہ وہ اپنی آنکھوں سے اپنے بچے کی اس حالت کو دیکھ نہیں سکتا۔ اگر آلو نہ نکلتے تو بچے کا حق ادا نہ ہوتا کیونکہ ترحم بچے کا حق ہے بعض بلا میں خاضیت ہے کہ آدمی روتا ہے آلو نکلتے ہیں اور باوجود آلو نکلتے کے وہ دل سے ناراض نہیں ہوتا۔ جیسے مرچ کھانے والے کا، آپریشن والے کا حال ہوتا ہے۔ پس رضا اور الم جمع ہو سکتے ہیں۔

فرمایا: طاعات کے ساتھ تقاضائے مصیبت موجب قرب ہے اور مصیبت کے ساتھ عدم تقاضائے مصیبت موجب قرب نہیں بلکہ ارتکاب سے پہلے جو اس تقاضا کی مخالفت کر رہا تھا۔ یہ مقابلہ نفس اور مجاہدہ کی ایک فرد ہے جو موجب قرب ہے۔

فرمایا: مقصود رضائے حق ہے اس کے بعد دو چیزیں ہیں طریق کا علم اور اس پر عمل طریق احکام ظاہرہ باطنہ کی پابندی اور اس طریق کا معین دو چیزیں ہیں۔ ایک ذکر جس پر دوام ہو سکے دوسرے صحبت اہل اللہ اگر میسر ہو۔ اور کچھ بزرگوں کے حالات مقالات کا مطالعہ ہو اور دو مانع ہیں۔ معاصی اور فضول میں مشغولی اور ایک امران کے نافع ہونے کی شرط ہے یعنی اطلاع حالات کا التزام۔

فرمایا: غیر اختیاری خیالات گناہ نہیں۔ جب گناہ نہیں پریشانی کیوں؟

علاج: بے التفاتی۔۔۔۔

ایک ضروری مراقبہ یہ ہے کہ ہر کام کے وقت یہ سوچ لیا جاوے کہ جو کام ہم کر رہے ہیں یہ آخرت میں مضر ہے یا مفید۔ اس مراقبہ کے لئے کوئی وقت معین نہیں۔ ہر وقت اس کا وقت ہے چلتے پھرتے بھی اسے سوچتے رہو اور کھاتے پیتے بھی اور باتیں کرتے ہوئے بھی۔ رنج اور غصہ میں بھی کوئی حرکت اور کوئی سکون اس مراقبہ سے خالی نہ ہونا چاہیئے اسکے بعد انشاء اللہ تعالیٰ اول تو گناہ ہوگا ہی نہیں اور اگر بالفرض صادر ہو تو آپ اس وقت بیدار گناہگار ہوں گے۔ اور یہ بھی ایک بڑی دولت ہے کہ انسان کو گناہ کے وقت شبہ ہو جائے کہ میں نے یہ کام گناہ کا کیا اس سے دل پر ایک چرک لگتا ہے جس کے بعد معاتوبہ و استغفار کر دل چاہتا ہے۔

مراقبہ سفر آخرت: ہر میں معین مضر، معین کو حاصل کرنا مضر کو دفع کرتا ہے۔

فرمایا: مجھ کو بحمد اللہ اپنے بزرگوں کی برکت سے اسکی پرواہ نہیں کہ کوئی معتقد رہے گا یا غیر معتقد ہو جائے گا جو جس کا جی چاہے کرے سارا عالم بھی ایک طرف ہو جائے مجھ کو بفضل خدا اسکی پرواہ نہیں۔

پرواہ کی چیز تو صرف ایک ہی چیز ہے وہ رضائے حق ہے اگر یہ حاصل ہے تو سارا عالم اس کے سامنے گرد ہے مسلمانوں کے لئے صرف یہی ایک چیز ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راضی کرنے میں لگا رہے اگر وہ راضی ہیں تو اس نے سب کچھ پایا اور اگر یہ نہیں تو اگر تمام دنیا اور مافیا بھی اسکو مل جائے تو ایک مجھ کے پر کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتی۔

حضرت سالکین کے لئے تمام کیفیات انفعالات باطنی کو نظر انداز کر کے دو باتوں کی طرف خاص طور پر تلقین فرماتے۔ ایک یہ کہ غایت طریق پر نظر رکھی جائے کہ وہ رضائے حق ہے جس کا حصول محض ادائے حقوق و واجب پر منحصر ہے دوسرے معاملات و تعلقات میں اپنی ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ یہی شرافت نفس اور صحیح احساس السبیت کی علامت ہے اور غایت سلوک ہے۔

جن لوگوں سے اصلاحی تعلق تھا۔ معمولی غلطیوں پر سخت دارو گیر فرماتے تھے کیونکہ اپنے متعلقین کی غلطیوں پر چشم پوشی کرنا طریق میں خیانت ہے اور جب تک وہ صحیح بات نہ سمجھ لیتا معاف نہ فرماتے۔ یہ بھی فرماتے کہ جب میں کسی سے خفا ہوتا ہوں برابر اسکی طرف متوجہ رہتا ہوں اور عین اسوقت اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے مواخذہ سے پناہ چاہتا ہوں اور یہ بات میری عادت میں داخل ہو چکی ہے کبھی اس میں دھول نہیں ہوتا۔ یہی سبب تھا کہ باوجود موردِ عتاب ہونے اور ناراضگی کے ہر شخص پر محسوس کرتا کہ حضرت کے غصہ سے دل روشن ہو جاتا ہے اور حضرت کے ساتھ حقیقت اور محبت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

حضرت فرمایا کرتے کہ میں فقط دوسروں ہی کو اصول صحیحہ کا پابند نہیں بناتا بلکہ اپنے آپ کو بھی پابند کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اصول صحیحہ کی پابندی میرا مقصد طبعی بن گیا ہے گو اس میں کسی قدر تکلیف بھی ہو۔ میں نے یہ قواعد سوچ سوچ کر تجویز نہیں کئے۔ مگر جیسے جیسے معاملات لوگ میرے ساتھ کرتے گئے قواعد میں اضافہ ہوتا گیا باقی خدا نہ کرے مجھ کو شوق تھوڑا ہی ہے خواہ مخواہ قواعد بنانے کا بلکہ شرم آتی ہے کہ یہ عدالتوں کے سے ضابطے کیسے ہیں لیکن ضرورتوں نے مجبور کر دیا۔ مقصود صرف یہ ہے کہ نہ مجھے کوئی اذیت ہو نہ دوسروں کا کوئی کام اٹکے، میرے قواعد اپنی ذات میں سہل ہیں مگر ان کی پابندی سختی سے کرتا ہوں۔

بلا اجازت اہل خانہ تبرک کی تقسیم میں مقصد: فرمایا: کسی کے گھر میں جب بزرگ کی دعوت ہو تو ہمراہیوں کا بزرگ کے آگے سے کھانا اٹھا کر تبرکاً خود کھانا یا باہمی تقسیم کرنا اس میں چند مقاصد ہیں ۱۔ وہ صاحب خانہ کی طرف سے بطور امانت ہوتا ہے بطور تسلیم نہیں ہوتا رہی اجازت حکمی سو یہ اسی لئے مقصود ہے کہ صاحب خانہ اور اس کے اہل اپنے لئے تبرک کے خواہشمند ہوا کرتے ہیں۔ ۲۔ بزرگ مہمان کو عجب پیدا ہو جانے کا خطرہ ہے کیونکہ یہ مدح فعلی ہے جیسے مدح قولی ممنوع ہے ایسے ہی مدح فعلی بھی ممنوع ہے۔ ۳۔ بعض نفیس طبائع کو جھوٹے سے کراہت ہوتی ہے پھر مجلس میں ان کو کتنا کہ تبرک

غلطی کا اقرار بڑا مجاہدہ ہے۔ فرمایا یہ بہت بڑا مجاہدہ ہے کہ ایک بات غلط کہہ دے پھر غلطی پر مستجب ہو کر صاف اقرار کرے کہ میں نے غلط کہا تھا صحیح یہ ہے۔

ہدیٰ للمتقین کا مہموم - اسکی مثال ایسی ہے جیسے تم کما کرتے ہو یہ کورس بی اے کا ہے یعنی اس کے پڑھنے سے بی اے ہو جاتا ہے ایسے ہی یہ کورس تقویٰ کا ہے یعنی اس کی ہدایت اختیار کرنے سے متقی بن جاتا ہے -

کسی بزرگ کو شیخ کہنا جائز ہے کیونکہ اس کے معنی ہیں کہ طریق تربیت باطن سے یہ واقف ہے البتہ ولی کہنا جائز نہیں کیونکہ اس کے معنی ہیں مقبول عند اللہ یہ اخروی حکم ہے پہلا دنیوی تھا۔ ایک ہی ذات کو تعلق مع اللہ کے لحاظ سے نبی اور مع الخلق کے لحاظ سے رسول کہا جاسکتا ہے۔ ہاشمیری کا سبب - فرمایا وجہ ہاشمیری یہ ہے کہ انسان مقصود کی طرف نظر کرتا ہے موجود کی طرف نظر نہیں کرتا۔

کسی نے حضور سے عرض کیا احکام اسلام مجھ پر مت ہو گئے کوئی ایسی بات بتلا دیں جسے میں یاد کر لوں فرمایا: "قل امنت بالله ثم استقم" حضور نے ساری شریعت اس میں جمع کر دی امنت باللہ میں اجمالاً اعتقادات کو بیان فرمایا ثم استقم میں اعمال کے اندر استقامت کی تعلیم دی۔

فرمایا حقیقت یہ ہے اور عہدت اسی میں زیادہ ہے کہ اپنی مشیت و اختیار کو تسلیم کر کے اسکو مشیت حق کے تابع سمجھے۔ جبر کا قائل ہو جانا عہدت نہیں۔ بادشاہ کے سامنے رعیت کا معمولی آدمی اپنے کو بے اختیار سمجھے، خوبی نہیں۔ کوئی نواب با اختیار اپنے کو بے اختیار سمجھے کامل عہدت ہے۔

ہمارے دنیوی مقاصد بھی اسلام ہی کی طرف راجع ہیں مثلاً ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اور اس وقت ایک اندھا آدمی کنوئیں پر آ رہا ہے اور کنوئیں میں گر جانے کا اندیشہ ہے۔ اس وقت نماز توڑ دینا فرض ہے گو نماز فرض ہی ہو اور اس اندھے کو بچانے کیونکہ حفاظتِ جان مسلم بھی دین ہے اس حکم میں نہ قربت کی قید ہے نہ دوستی کی بلکہ ہر مسلمان کی جان بچانا فرض ہے حتیٰ کہ دشمن کی جان بچانا فرض ہے شریعت کا حکم ہے کہ اگر تمہارا کوئی دشمن بھی کنوئیں میں گرتا ہو یا کوئی اس کو قتل کرتا ہو تو اس کا بچانا حسب وسعت واجب ہے۔ اور غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کے لئے اپنی جان کی حفاظت دین ہے کیونکہ جان ہماری نہیں ہے یہ خدا کی امانت ہے اس کو حکم الہی کے موافق خرچ کرنا چاہئے۔ اگر کسی جگہ جان کو خطرہ میں ڈالنا جائز نہ ہو جان کی حفاظت فرض ہے۔

بعض دفعہ انسان کو اپنی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ جانتا ہے کہ میں بہت سے کام شریعت کے خلاف کر رہا ہوں مگر اسکی وضع اور نمازوں کی وجہ سے لوگ اس کے معتقد ہیں۔ تو وہ خود بھی دھوکہ میں آجاتا ہے کہ جب اتنے آدمی مجھے نیک کہتے ہیں تو میں واقعی نیک ہوں۔۔۔۔۔ قصداً نمازوں کی فکر نہیں کرتا

تاخیر سے ہے۔ جدت میں ہے ذکر نخی جس کو نگہبان فرشتے بھی نہ سنتے ہوں ذکر قلبی سے ستر گنا افضلیت رکھتا ہے۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ سے کسی نے عرض کیا ذکر میں میند فرمایا: تکیہ سر کے نیچے رکھ کر سو رہو مشائخ محققین کی عجیب شان ہے۔ جب کچھ میند سے لوجھ ہلکا ہو جائے پھر کام شروع کر دو۔ حضرت حاجی صاحب نے لکھا ہے کہ ذاکر کو دودھ گھی کی نکثیر چاہیئے تاکہ جہر سے دماغ خشک نہ ہو جائے یہ کام تو ساری عمر کا ہے اس لئے دماغ کی حفاظت بہت ضروری ہے تو بھائی تم کو ذکر کرنا ہے یا نفس کو ہلا کرنا ہے نفس کشی کے معنی یہ ہیں کہ اسکو تواضع کی ضرب سے ہلاک کرو۔ اس میں ذلت پیدا کرو، تکبر کو توڑو اور یہ بات پیدا ہوتی ہے کسی کی جوتیاں سیدھی کرنے سے تھلیل غذا سے یہ بات حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس سے تکبر بڑھتا ہے یہ شخص اپنے کو صاحب مجاہدہ سمجھنے لگتا ہے۔۔۔ مسلمان کی عبادت کی حقیقت کیا ہے۔ محض اٹھال امر کہ جس وقت جو حکم ہو اس کو بجالائے۔ ہمارا نفع کس قدر ہے کہ ہم کو سونے اور جاگنے اور قضاے حاجت کرنے اور بیوی کے پاس جانے میں بھی ثواب ملتا ہے۔ قدم قدم پر ثواب ہی ثواب ملتا ہے۔

فرمایا: نماز پڑھ کر اپنے کو نمازی ہی کے مگر ساتھ یہ سمجھے کہ محض عطائے حق ہے۔ اللہ نے محض فضل سے دربار میں آنے کی اجازت دی ہے۔۔۔۔ ماجو! اگر کسی چار کو بادشاہ ایک بیش قیمت موتی دے دے وہ کیا کہے گا۔ موتی کہے گا۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی کہے گا کہ بادشاہ کی بڑی عنایت ہے کہ ایک چار کو ایسی نعمت دے دی۔

اب شکر اور تواضع جمع ہو گئے۔ اس طرح آپ نماز پڑھ کر بے نمازیوں کو حقیر نہ جائیں گے۔ فرمایا۔۔۔۔ "مسلمانوں کی موجودہ حالت اور اس کے نتائج کا تصور اگر کھانے سے پہلے آجاتا ہے تو بھوک اڑ جاتی ہے اور سونے سے پہلے آجاتا ہے تو میند اڑ جاتی ہے۔ لقمہ منہ میں رکھتا ہوں نگلا نہیں جاتا۔ مسلمانوں پر کوئی مصیبت آتی غم میں گھلنے لگتے شب و روز فکر علاج آخر رحمت خداوندی نے دستگیری فرمائی۔ اور ۲۰ جمادی الاول ۱۳۳۹ھ کو نماز صبح میں قلب مبارک پر وارد ہوا کہ بعض اعمال خاصہ ایسے ہیں جن کا التزام کرنے سے مسلمانوں کے یہ مصائب دور ہو سکتے ہیں ان اعمال خاصہ کا اہتمام شروع ہوا۔ حیات المسلمین کی تالیف میں بہت محنت فرمائی۔ سب تعلقات قطع کر کے مسلمانوں کی اصلاح اور خدمت کے لئے خانقاہ میں جا بیٹھے۔

حضرت کی شب و روز کی محنتیں، سکھیں، خط و کتابت ساری عمر اسی میں گزار دی۔ دین کی توجہ۔ حسب استعداد ہر ایک نے فائدہ اٹھایا۔ دنیا پر ظاہر کر دیا۔

تمہاری قوم کی تو ہے بنا ہی دین و ایمان پر
تمہاری زندگی موقوف ہے تعمیل قرآن پر
تمہاری فتح یابی منحصر ہے فضل یزداں پر

نہ قوت پر نہ شوکت پر نہ ساماں پر
اسلامی فرماں رواؤں میں ظالم ترین حجاج بن یوسف ثقفی ہے اس کا ایک فرمان محمد بن قاسم
کے نام جب راجہ داہر کی زبردست ہاتھیوں کی فوج سے مقابلہ ٹھن گیا۔ ”بچ وقتہ نماز پڑھنے میں سستی نہ
ہو۔ تکبیر و قرأت قیام و قعود اور رکوع و سجود میں خدا تعالیٰ کے روبرو تضرع و زاری کیا کرو زبان پر ہر وقت
ذکر الہی جاری رکھو۔ کسی شخص کو شوکت اور قوت خدا تعالیٰ کی مہربانی کے بغیر میسر نہیں ہو سکتی۔ اگر تم
خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھو گے۔

تاریخ اسلام کے ایک ہزار سال کس آب و تاب شان و شوکت عروج و اقبال کے دشمن بھی
محترف پورا عالم لا الہ الا اللہ کے ماتے والوں کے زیرِ نگین تھا۔

”رکتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا“

پھر مسلمانوں میں اختراق، مسلسل فتنوں کا طوفان اس کے نتیجے میں اقوام یورپ کا عروج
معلوم یوں ہوتا ہے کہ وہ کوئی اور قوم اور یہ دوسری۔

سے خانہ نے رنگ و روپ ایسا بدلا
میکش میکش نہ رہا نہ ساقی ساقی
صالحین اور مصلحین سے امت کا کوئی دور خالی نہ رہا۔

ہندوستان میں ولی اللہی خاندان، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اٹھے۔
انگریزوں سکھوں سے جہاد کیا۔ ان سرفروشوں نے جائیں دے دیں۔

(-----)

فرمایا: ایک صاحب نے حدیث نفس کی شکایت لکھی تھی۔ میں نے اس پر یہ سوال کیا تھا کہ
وہ حدیث نفس اختیاری ہے یا غیر اختیاری اور ہیں وہ شخص صاحب علم آج ان کا جواب آیا ہے کہ آپ
کے اس سوال ہی سے سب شبہات رفع ہو گئے اگر ان کا جواب آتا کہ اختیاری ہے تو میں لکھتا کہ مت لاؤ
اور اگر لکھتے کہ غیر اختیاری ہیں تو لکھ دیتا کہ اس پر کچھ گرفت نہیں مگر انہوں نے لکھا کہ سوال ہی سے
شبہات رفع ہو گئے اور ایسے موقع پر میری غرض سوال کرنے سے جرح قدح نہیں ہوتی بلکہ جواب ہی دینا
منظور ہوتا ہے۔

فرمایا: ایک شخص جنیدؒ کی خدمت میں دس برس رہے کہنے لگے کہ میں نے آپ میں کوئی کرامت نہیں
دیکھی۔ جنیدؒ بولے کہ تم نے جنیدؒ کو اس عرصہ میں کبھی حق تعالیٰ کی نافرمانی بھی کرتے دیکھا اس نے کہا
کہ نہیں۔ فرمایا کہ کیا یہ تھوڑی کرامت ہے کہ دس برس تک اپنے مالک کو ناراض نہ کرے۔

ایک صاحب نے پوچھا کہ قرآن کس درجہ کے بھولنے پر وعید ہے۔ فرمایا جس درجہ کا یاد تھا
جب اس درجہ میں یاد نہ رہے تو داخل وعید ہے۔

عاصم قرأت میں امام ابوحنیفہ کے استاد ہیں اور فقہ میں امام صاحب کے شاگرد ہیں۔ ایک شخص حضرت کے لئے آم اور گھی ہدیہ میں لائے۔ حضرت معاملہ میں زوجین کے درمیان پورا عدل فرماتے ہیں۔ حضرت نے اپنے ملازم سے تراز و منگائی اور فرمایا کہ جو صاحب لائے ہیں وہی نصف کر دیں تو مناسب ہے۔ یہ بھی فرمایا میں یہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی چیز میرے مکان پر جائے اور وہاں سے تقسیم ہو۔ کیونکہ میں ایک کو محتاج اور دوسرے کو محتاج الیہ بتانا نہیں چاہتا اور اگر یہ صورت کروں کہ دونوں میں سے کبھی کوئی اور کبھی کوئی نمبر وار تقسیم کیا کریں تو اس کا یاد رکھنا مشکل ہے۔ اس لئے تقسیم لانے والے کے ذمہ اور یہ عدل کے خلاف ہے کہ ایک کو محتاج اور دوسرے کو محتاج الیہ بتاؤں۔ لوگوں نے نکاح ثانی آسان سمجھ لیا ہے مناسب ایک ہی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتے ہیں ”ذالک ادنیٰ الاتمولو“ میں زیادہ پسندیدہ کو مروج کرنا چاہتا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ نکاح ثانی نہ کریں۔

ایک خط میں کاتب نے بعض لوگوں کی نسبت تعریفاً لکھا تھا کہ جو لوگ حرام کھاتے ہیں ان کا حشر کیا ہوگا۔ فرمایا مجھ کو فضول سوال سے گرانی ہوتی ہے۔ انسان پہلے اپنی فکر کرے میں نے جواب دیا۔ ”تجھ کو کسی کی کیا پڑی اپنی بیڑ تو“ بعض لوگوں کی عادت ہے کہ ایسے مضمون سے نصیحت کرنا منظور نہیں ہوتا بلکہ محض دوسرے کو چڑانا تو کہیں قیامت میں ان کا معاملہ یہ نہ ہو۔۔

گدہ آمرز رندان قرح خوار

بطاعت گیر پیران ریا کار

آوارہ لوگوں میں ہزاروں عیب ہیں مگر اس کے ساتھ احترام بھی ہے اور آجکل کے عابدوں میں عجب اور پندار بہت کچھ ہیں۔

ایک مرید کا خط آیا اس میں لکھا تھا کہ مجھ کو بھار آیا جس میں لذت و تکلیف ملی ہوئی تھی۔ ارشاد فرمایا: لذت اور تکلیف ملی ہوئی تھی یعنی طبعی تکلیف تھی اور روحانی لذت جب یہ حالات پیدا ہونے لگیں تو معلوم ہوگا کہ اب دروازہ میں داخل ہوئے لوگ کشف و کرامت کو دیکھتے ہیں مگر یہ موقع ہیں امتحان کے موقع پر کیا کیا باتیں پیدا ہوتی ہیں۔

فرمایا: میں ایک جگہ گیا ہوا تھا وہاں مجھ سے ایک درویش عالم نے دریافت کیا کہ ہم لوگوں کو کبھی ملانے پر رئیسوں کے یہاں جانے کا اتفاق ہوتا ہے اور وہاں سے کچھ ملنے کی بھی امید ہوتی ہے تو یہ اثرات نفس ہے یا نہیں۔ میں نے کہا کہ یہ اثرات نہیں کیونکہ محض احتمال کو اثرات نہیں کہتے تاوقتیکہ اس پر یہ آثار مرتب نہ ہوں یعنی اگر وہ نہ دیں تو ناگواری اور شکایت پیدا ہو۔ غصہ آئے کہ پھر بلایا تو نہ آئیں گے۔ انہوں نے اس جواب کو بہت پسند کیا اور اس کے قبل مجھ کو بھی حقیقت اسکی معلوم نہ تھی مگر ان بزرگ کے دریافت کرنے سے معلوم ہو گئی تو یہ کمال ان بزرگ کا ہے جنہوں نے پوچھا تھا ان کے سوال کی برکت سے یہ میرے ذہن میں آگیا میرا کوئی کمال نہیں۔

فرمایا: کام کرنے والے کام کرتے ہیں اور نام نہیں چاہتے اور نام والے غل بہت چاہتے ہیں مگر کام کے نام صفر۔ بس آجکل اداء اور اظہار بہت ہے حالانکہ جو کام کرتے ہیں دو حال سے خالی نہیں یا تو اللہ کے لئے ہے یا نفس کے لئے اگر اللہ کے لئے ہے تو اللہ میاں کا علم کافی ہے اگر نفس کے لئے ہے تو کوئی نتیجہ نہیں پھر اظہار کس کا؟ حضرت کام کا اصل دوسرا مقصود ہونا چاہیئے نہ کہ نام جس کی علامت یہ ہے۔ مثلاً ایک شخص کچھ کام کر رہا ہو اور دوسرا شخص اسی کام کا کرنے والا آجائے تو یہ خود چھوڑ کر بیٹھ جائے اور غنیمت جانے کہ اس نے میرا کام ہلکا کر دیا۔ آجکل تو یہ حالت ہے کہ اگر ایسا ہو تو ذبح ہو جائیں۔ نہ مولویوں میں احلاص ہے نہ مشائخ میں۔ اللہ اللہ اب تو عجیب حال ہے کہ پیر الگ اپنی طرف کھینچ رہے ہیں اور ان کے مرید الگ اپنے پیر کی طرف کھینچتے ہیں اس کا یہ نتیجہ ہے کہ لوگوں کو شبہ ہوتا ہے کہ پیر صاحب نے اپنے گرگے چھوڑ رکھے ہیں۔ میں تو کہتا ہوں کہ بھٹنے مقتدی زیادہ ہوں اتنا ہی بکھیرا ہے اور یہ بھی ٹھیک نہیں کہ جو آیا اسی کو بیعت کر لیا۔ اگر پیر جلدی مرید کرنا چھوڑ دیں تو سارا ہندوستان ٹھیک ہو جائے۔ مصیبت تو یہ ہے کہ گیا اور مرید۔ بعض لوگ تو عیوب ہی تلاش کرنے آتے ہیں اور بیعت کی بھی درخواست کرتے ہیں۔ بھلا ان کو بیعت کرنے کا کیا فائدہ۔ ایک شخص میرے پاس آئے اور بیعت ہونا چاہا مگر آخر میں انہوں نے دو عیب نکالے ایک یہ کہ اچھا کپڑا پہنتے ہیں، دوسرے یہ کہ لطائف کی تعلیم نہیں کرتے۔ جو کپڑے میں اس وقت پہن رہا ہوں ان کو بڑھیا کپڑوں میں شمار کیا تھا۔ حالانکہ میرے پاس جو مکلف کپڑے آجاتے ہیں۔ میں انکو پہنتا تک نہیں۔ بس میں نے ان سے کہا کہ آپ تشریف لے جائیے جہاں لنگوٹے بند ہوں وہاں جائیے اور ایسے شخص کے پاس جائیے جہاں آپ سے پوچھ کر تعلیم کی جائے اگر میں لپ پوت کرتا اور مختلف تدابیر سے ان کو اپنی طرف متوجہ کر کے مرید کرتا جیسا آجکل شائع ہے تو کیا نتیجہ ہوتا۔ حضرت اکثر پیری مریدی آجکل دوکانداری ہو رہی ہے اسی لئے مصلحت یہ ہے کہ پیری مریدی چھوڑ دے ہاں تعلیم کر دے یہی وجہ ہے کہ پیری مریدی کا سلسلہ مدت سے جاری ہے مگر خیالات نہیں بدلے۔ وجہ کیا ہے رسم پرستی ہے اور کچھ بھی نہیں۔ میں نے حضرت حاجی صاحب سے دو چار جملے سنے تھے اب اسکی قدر معلوم ہوتی ہے حضرت ایک جملہ فرماتے تھے کہ میرے پاس جھٹتا تھا، اس سے دریغ نہیں کیا اگر کسی کو اس سے زیادہ کا شوق ہو تو دوسری جگہ سے لے لے۔ میں اپنا بندہ بتانا نہیں چاہتا دوسری جگہ بیعت کی اجازت ہے۔ خدمت کرنے کو تیار ہیں مگر کسی کو پلٹنے نہیں اپنے مریدین کو یہ اجازت تھی اور اگر کوئی دوسرے کا مرید ہوتا تو حاجی صاحب اس کو مرید نہ کرتے یہ ہے علامت سچے ہونے کی۔ یہی وجہ ہے کہ شیوخ تک مرید ہوتے تھے اور ایک بچہ تک وہاں سے دوسری جگہ نہیں جاتا تھا۔ یہ آزادی اپنے مریدوں کو دے رکھی تھی خریدار کو تو وہ پھنسلے گا جس کا سودا اچھا نہ ہو چونکہ حضرت کے سودا کھرا تھا اس لئے کوئی پھر کرنے جاتا تھا اگر باوجود اس کے کہ سودا کھرا ہو پھر کر جائے تو اس خریدار کو کھرے کھوتے کی تمیز نہیں ایسے کا لکل جانا ہی بہتر ہے۔ فہم کا رہنا اچھا اور بد فہم کا لکل جانا اچھا۔

مجھ دار کیس جاہی نہیں سکتا۔ باوجودیکہ حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ یہاں کیا رکھا ہے نہ کشف ہے نہ کرامت ہے۔ صادق کو تو کوڑ مغز داخل کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ جو فہم اور بصیرت سے آئے گا اگر اس کو دوسری جگہ کے لئے ترغیب بھی دے دی اگر چلا بھی جائے مگر چونکہ فہم ہے اس لئے پھر صادق ہی کے پاس آئے گا۔ بعض جگہ اسکی کوشش ہے کہ امراء کو کھینچا جائے حالانکہ خاک نشینوں کا مرید ہونا یہ علامت ہے شیخ کے کمال ہونے کی اور دنیا دار امراء کا متوجہ ہونا علامت ہے خود شیخ کے دنیا دار ہونے کی کیونکہ ”الجنس یسئل الی الجنس“ اور اگر اہل حق کے یہاں امراء بھی آتے ہیں تو مٹ کر آتے ہیں۔ لہذا وہ بھی غراء ہی رہے بڑا ہو کر چھوٹا ہو جائے یہ ہے کمال۔ یہ باتیں ہیں سمجھنے کی۔

ایک صاحب نے سوال کیا کہ کسی کو عبادت بدنی کا ثواب پہنچانا اچھا ہے یا عبادت مالی کا فرمایا عبادت مالی کا ثواب پہنچانا اہل حق کے نزدیک متفق علیہ ہے اس لئے افضل ہے۔ دوسرے اس میں نفع متعدی ہے دوسرے عبادت مالی میں نفس پر گرانی زیادہ ہوتی ہے اور عبادت بدنی کا ثواب دوسرے کو پہنچنے کے بارے میں امام شافعی کا اختلاف ہے۔

فرمایا: رجاہ وہ معبر ہے جس میں اسباب جمع ہوں اور جس میں وہ اسباب جمع نہ ہوں۔ وہ غرور ہے مثلاً جو شخص کھیتی کرنا چاہے اور اس کے تمام اسباب کو جمع کر کے پھر امیدوار ہو کہ حق تعالیٰ مجھ کو دیں تو یہ رجاہ معبر ہے اور ایک وہ شخص ہے جس نے اسباب جمع نہیں کئے اور امیدوار ہے کہ اللہ میاں مجھ کو غلہ دیں گے تو یہ غرور ہے۔ بعض اہل لطائف نے بیان کیا ہے کہ رجاہ مستلزم ہے عمل کو اگر عمل نہ ہوگا رجاہ کا تحقیق ہی نہ ہوگا۔

فرمایا: اگر کسی نعت پر بندہ میں خوف کی کیفیت ہے کہ کیس مالک اس نعت کو سلب نہ کرے تو یہ شکر ہے کہ یوں سمجھتا ہے کہ یہ اللہ میاں کا عطیہ ہے اور ایک یہ کہ اس پر ناز ہو یہ جمل ہے اور کبر ہے۔

ایک شخص حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں آیا کہ فلاں شخص فلاں کام شرک کا کر رہا ہے اور اس نے یہ بظہر حقیر کہا تھا۔ حضرت نے فرمایا میاں بیٹھ بھی جس وقت اپنی حقیقت کھلے گی تو سب بھول جاؤ گے اور اپنے کو کافر سے بھی بدتر سمجھو گے۔ دوسرے کے عیوب کی طرف نظر ہی نہ ہوگی۔ بات یہ ہے کہ حال کی چیز قال سے سمجھ میں نہیں آتی جب حال کے درجے میں آئے تو سمجھ میں آئے۔ اہل حق کو اہل باطل پر ترفع بے شک ہے مگر ان کو ترساں اور لرزاں رہنا چاہیئے۔ اور ان کو حقیر اور اپنے کو بڑا نہ سمجھنا چاہیئے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی شہزادہ نے جرم کیا اور وہ سزائے بید کا مستحق ہوا بادشاہ نے بھنگی کو حکم دیا کہ اس کے بید لگائے۔ دیکھئے کہ وہ بھنگی باوجود بید لگانے کے اپنے کو حقیر اور شہزادہ کو بڑا سمجھتا ہے اور اس کی اہانت نہیں کرتا۔ بھنگی کو اپنی بڑائی کا گمان بھی نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ میں بھنگی ہوں اور ڈرتا ہے کہ اگر سیاست کے ساتھ شہزادہ کی اہانت کروں گا تو بادشاہ معظوم نہیں کیا کچھ کر ڈالے اسی طرح اہل حق کو چاہیئے کہ لرزاں اور ترساں رہے اہل باطل کو حقیر اور اپنے کو بڑا نہ سمجھیں۔

فرمایا: ایک طمد نے حضرت علیؑ سے سوال کیا کہ انسان میں اختیار اور جبر کیسے جمع ہو سکتے ہیں۔ آپ نے ٹڑٹڑ بات میں اس کو سمجھا دیا۔ وہ کھڑا تھا اس سے کہا کہ اپنا ایک پاؤں اٹھاؤ۔ آپ نے فرمایا کہ دوسرا بھی اٹھاؤ۔ وہ نہیں اٹھا سکا۔ آپ نے فرمایا کہ بس اتنا مجبور ہے اور اتنا مختار۔ اختیار بھی ہے اور جبر بھی ہے آپ نے کیسا مثال سے آسان کر دیا۔ ایک اور طمد نے آپ سے سوال کیا تھا معاد کے بارے میں جس کا وہ منکر تھا۔ آپ نے فرمایا کہ کم از کم حشر احساہ محتمل تو ہے تو احوط یہی ہے کہ اس کے وقوع کا اعتقاد رکھیں کیونکہ اگر حشر نہ ہو اور ہم اس کے قائل رہے تب تو کوئی پوچھنے والا نہیں کہ اس کے کیوں قائل ہوئے تھے اور اگر حشر ہوا تو پھر باز پرس ہوگی۔

ایک صاحب نے سوال کیا کہ عید کے دن "عید مبارک جو ملنے کے وقت کہتے ہیں اور مصافحہ کرنا کیسا ہے؟

فرمایا: عید مبارک کتنا درست ہے۔ فہماء نے لکھا ہے باقی مصافحہ سو اول ملاقات کے وقت تو بالاتفاق علماء اور وداع کے وقت باختلاف علماء مشروع ہے اور عید کا مصافحہ ان دونوں سے الگ ہے اس لئے بدعت ہے اور معافہ اور بھی قبیح لوگوں کی یہ حالت ہے کہ نماز عید سے پیشتر تو باتیں کر رہے تھے نماز ختم ہوئی اور مصافحہ کرنے لگے۔

فرمایا: شہوی میں ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے حضورؐ کی مدح کی۔ حضورؐ نے فرمایا ٹھیک کہتے ہیں۔ ابو جہل نے گستاخی شروع کی فرمایا کہ ٹھیک کہتا ہے اور فرمایا میں آمینہ ہوں صدیق کو اپنی صورت اس میں نظر آئی اور ابو جہل کو اپنی میں دونوں کے اور اک سے عالی ہوں۔

فرمایا: مجھ سے ایک شخص نے کہا کہ یزید پر لعنت کرنا کیسا؟ میں نے کہا کہ ہاں اس شخص کو جائز ہے جس کو یہ یقین ہو جائے کہ میں اس سے بہتر ہو کر مروں گا۔ اس نے کہا کہ یہ مرنے سے پہلے کیسے ہو سکتا ہے میں نے کہا کہ بس مرنے کے بعد جائز ہوگا۔

فرمایا: امور طبعیہ مضر نہیں ہوتے۔ مضریت کا مدار اختیار پر ہے اس سے بہت سے عقدے حل ہوتے ہیں اور بہت سہولتیں ہو جاتی ہیں اور اسکے نہ جانتے سے بہت سے مغالطے لگتے ہیں۔ یہ اصول بالکل صحیح ہے اور سیدھا سا ہے۔ مگر حقیقت اس کی پاس رہنے سے معلوم ہوتی ہے نہ کہ سننے سے اسکی حقیقت کا انکشاف اس طرح ہوتا ہے کہ چند روز آدمی کسی کے پاس رہے اور ایک الجھن پیش آئے اور اس کو بتایا جائے کہ یہ مضر نہیں کیونکہ امر طبعی ہے اور ایک دوسری الجھن پیش آئے اور اس میں بتایا جائے کہ یہ مضر ہے کیونکہ اختیاری ہے۔ بار بار وقت پر اس طرح بتانے سے یہ مضمون ذہن میں آتا ہے ایک دفعہ بتانے سے بھی نہیں آتا۔ اسکی قدر بھی کسی الجھن میں پڑنے کے وقت معلوم ہو سکتی ہے کہ کس قدر کام دینے والا ہے اور اس کا حال ایسا ہے جیسے بعض دوائیں مشترک الفع ہوتی ہیں گوا ایک مرض میں دی اور نفع ہوا تو مریض نے سمجھا کہ یہ دوا اس مرض کے لئے مفید ہے۔ پھر دوسرے مرض میں دی اور تیسرے میں دی

اور سب میں اسیر کا کام کیا تب معلوم ہوا کہ یہ دوا چلک ہے کہ اتے مرضوں میں کار آمد ہے۔
فرمایا: دو نعمتیں بہت بڑی ہیں فہم اور محبت

حضرت کے پاس ایک بچہ لایا گیا کہ اس پر دم کر دیجئے وہ روئے چیخنے لگا تو فرمایا عدم علم بھی عجب چیز ہے جس سے مفید چیز بھی مضر معلوم ہونے لگتی ہے۔ دیکھئے اس کو لایا گیا اس کے نفع کے لئے اور یہ اس سے گھبراتا ہے یہی مثال ہے حق تعالیٰ کے برتاؤ کی ہمارے ساتھ کہ حقیقت میں رحمت ہوتی ہے اور ہم اس سے گھبراتے ہیں اور چیخنے چلاتے ہیں۔ اس سے ہم کو سبق لینا چاہیئے۔

فرمایا: امام مالک صاحب نے امام شافعی صاحب کی دعوت کی۔ جب امام شافعی صاحب آکر بیٹھے تو غلام نے اول ان کے ہاتھ دھلوانا چاہا تو امام صاحب نے روکا اور اپنے ہاتھ پہلے دھلوائے پھر اس نے مہمان کے سامنے اول کھانا رکھنا چاہا تو اس سے بھی اس کو روکا اور اپنے سامنے رکھوایا۔ اس میں حکمت ہے کہ مہمان کو معلوم ہو جائے کہ یہاں تکلف نہیں اور نہ کوئی بناوٹ ہے تو وہ بے تکلف ہو کر کھانا کھائے۔ دیکھئے اتنی ذرا سی باتوں کا اہتمام کرتے تھے اور آجکل تو دوسرے کی ایذا تک کا خیال نہیں کرتے۔
فرمایا: باوجود اعمال صالحہ کے بھی ڈرنا چاہیئے۔ طاعت کر کے ڈرنا ان لوگوں کا طریقہ ہے جو خدا سے محبت رکھتے ہیں۔

فرمایا: ایک صاحب کیفیت نے قبلہ کی طرف تھوک دیا تھا۔ اس بے ادبی کی وجہ سے سب کیفیت سلب ہو گئی۔ واقعی بے ادبی بہت بری چیز ہے۔

فرمایا: ایک شخص نے خالی جھولی کی صورت سے گھوڑے کو اپنی طرف بلایا۔ ایک باخدا بزرگ نے دیکھ کر فرمایا: یہ کذب اور فریب ہے۔

فرمایا: ایک دفعہ حضرت شیخ السند نے فرمایا: ایک شخص ایک مشہور اور معروف بزرگ کی تلاش میں نکلا۔ راستہ میں اسکی نماز کی جگہ کو دیکھا۔ کف دست کا نشان سجدہ میں خلافت سنت لگا ہوا تھا۔ یہ سمجھ کر کہ وہ مخالف سنت ہے وہیں سے واپس ہو گیا اور ارادہ زیارت فرمایا کہ جو شخص سنت نبوی کا تارک ہو وہ بزرگ اور ولی نہیں ہو سکتا۔

فرمایا: متقی شخص کا ذرا سا ارشاد موثر ہوتا ہے کیونکہ اس کے احلاص و دلالت کا اثر سامعین تک پہنچتا ہے چنانچہ مولانا شاہ اسماعیل شہید کے ذرا سے ارشاد سے اثر ہوتا ہے۔

فرمایا: حاجی صاحب میں عشق خدا اور عبدیت اسقدر تھی کہ ایک مرتبہ شریف مکہ سے لنگر سے کچھ نقدی خدا کے واسطے تقسیم ہو رہی تھی۔ آپ نے خود مالک کر تین پیسے لئے خدا واسطے کہنا ایک محاورہ ہے کہ یہ چیز کسی غرض خاص سے نہیں دی جاتی۔

فرمایا: تجربہ سے معلوم ہوا کہ زیادہ تربیت خدمت میں یہ ہوتی ہے کہ میں مقرب ہو جاؤں میں اس کو رشوت طریقت کی سمجھتا ہوں۔ اس کو جائز نہیں سمجھتا۔

فرمایا: کثیر المشاغل شخص کو ضرورت ہے کہ اس کے پاس یادداشت کے لئے کوئی کتاب ہونی چاہیئے، میں تو راتوں کو لائٹیں روشن کر کے لکھتا ہوں میری جیب میں کتاب اور پنسل پڑی رہتی ہے۔ جہاں کوئی بات یاد آئی اور لکھ لیا پھر لیٹ گیا پھر یاد آئی پھر اٹھ کر لکھ لیا۔ اس سے کام میں بہت آسانی ہوتی ہے۔ بعض روز اٹھا بیٹھی میں میند بھی نہیں آتی۔ اس میں رہتا ہوں ایک بار فرمایا۔ میں دل کے بوجھ کو کٹھن پر اتار دیتا ہوں اور لیٹ جاتا ہوں۔

فرمایا: حضرت مولانا گنگوہیؒ کا ارشاد ہے کہ جس کو تمام عمر کام کر کے ساری عمر میں یہ بات حاصل ہو جائے کہ مجھے کچھ حاصل نہیں ہو اس کو سب کچھ حاصل ہو گیا۔ مبارک ہے وہ شخص جو عمر بھر اسی ادھیڑ بن میں لگا رہے کہ میری حالت اچھی ہے یا بری؟

ماجو! طلب ہی مطلوب ہے بس عمر بھر طلب ہی میں رہو۔ وصول مطلوب نہیں کیونکہ وہ تمہارے اختیار میں نہیں جس نے اپنے کو فارغ اور کامل سمجھ لیا اور وہ اپنی حالت پر مطمئن اور بے فکر ہو گیا وہ برباد ہو گیا مگر اس کے ساتھ یہ بھی سمجھے کہ اس وقت جو کچھ میری عادت ہے جیسی کچھ بھی ہے یہ سب خدا کا فضل ہے تاکہ تواضع اور شکر دونوں جمع ہو جائیں۔

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر ایک حاضری میں بادشاہ ناراض ہو جائے تو کیا دوسری حاضری میں وہ دربار میں گھسنے دیگا؟ ہرگز نہیں۔ بس جب تم ایک مرتبہ نماز کے لئے مسجد میں آگئے اس کے بعد پھر توفیق ہوئی تو سمجھ لو کہ پہلی نماز قبول ہو گئی اور تم مقبول ہو۔

فرمایا: طاعات (نیکیاں) کی جزا نقد بھی ہے اور ادھار بھی اللہ تعالیٰ نے ساری طاعات کی جزا ادھار نہیں رکھی۔ آخرت میں تو انکی جزا ملے گی ہی۔ دنیا میں بھی جزا ملتی ہے وہ یہی راحت و اطمینان اور عزت و عظمت ہے۔ فرمایا: تمام اعمال کا مغزیہ ہے کہ نفس کو جانوروں کی طرح آزاد نہ چھوڑا جائے بلکہ اسکو پابند کیا جائے۔ اسی کو صبر کہتے ہیں اور اسکی تاکید و تواضو بالصبر میں ہے۔

فرمایا: تکرار عمل سے ہر عمل صعب (مشکل) سہل ہو جاتا ہے۔

فرمایا: دین میں محنت کم ہے اور شمرہ زیادہ ہے۔ برخلاف اس کے کہ دنیا میں محنت زیادہ ہے اور شمرہ کم۔ فرمایا: حزن اور غم علاج ہے نفس کا۔ اگر انسان پر غم نہ ہو تو فرعون ہو جائے بڑی نعمت ہے خدا تعالیٰ کی حزن و غم۔ تربیت میں بڑا دخل ہے حزن و غم کو۔

فرمایا: اللہ تعالیٰ کا یہ مجھ پر انعام ہے جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ وہ نعمت یہ ہے کہ میرے سب احباب مجھ سے افضل ہیں ورنہ مستفیدین کم درجہ میں ہوتے ہیں مستفاد من سے، میرے یہاں مستفیدین بڑھے ہوئے ہیں افضل ہو کر پھر اتباع کرتے ہیں یہ بڑی بات ہے۔ جیسا حضرت مرزا جان جاناںؒ فرمایا کرتے تھے اگر مجھ سے قیامت میں سوال ہوا تو میں حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب کو پیش کر دوں گا کہ میں اپنے مستفیدین کو پیش کر دوں گا۔

فرمایا: ایک صاحب نے لکھا تھا کہ جب نماز پڑھتا ہوں آپ کی صورت سامنے آ جاتی ہے یہاں تک کہ آپ کی آواز تک سنائی دیتی ہے۔ آجکل کے مشائخ اس کو بڑا کمال سمجھتے ہیں حالانکہ کمال نہیں اور خط کا جواب یہ لکھا کہ قابل التفات نہیں ہے کام میں لگے رہیں ہرگز التفات نہ کیجئے۔ رہزن ہے یہ خیال۔

فرمایا: اکثر مسیبات کی یہی حالت ہے کہ خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں کبھی ایسی صورت سے سبب پیدا ہو جاتا ہے کہ گمان بھی نہیں ہوتا۔ ایک شخص بیان کرتے تھے کہ غدر کے زمانے میں ایک شخص کی کینچی پر ایسی حالت میں گولی لگی کہ اس کا زور گھٹ چکا تھا اس لئے پار نہ ہو سکی۔ دماغ میں بیٹھ گئی۔ نور کی آمد بند ہو گئی وہ شخص اندھا ہو گیا۔ ایک مصیبت یہ کہ گولی بیٹھ گئی دوسرے اندھا ہو گیا۔ عقلاء حیران تھے کہ کونسا اوزار ہے جس سے گولی نکالیں کسی کی سمجھ میں نہیں آیا سخت تکلیف تھی اس شخص کو کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی۔ تھوڑی دیر میں ایک گولی اور آئی اور اسی جگہ لگی مگر زور میں آئی اور پہلی گولی کو لے کر دوسری طرف نکل گئی۔ اب صرف زخم ہی زخم رہ گیا اس کا علاج ہو گیا۔ کوئی یہ تدبیر نہ سوچ سکتا تھا کہ لاؤ اس کو ایک گولی اور ماریں۔ حق تعالیٰ کی شان ہے اس قسم کے ہزاروں واقعات ہیں بلکہ زیادہ واقعات دنیا میں عجیب ہی ہیں۔

فرمایا: ایک شخص نے ہدیہ میں چار آنے کے ٹکٹ بھیجے۔ یہ ہدیہ اچھا معلوم ہوتا ہے نہ بار دینے میں نہ لینے میں۔ یہ خلوص کی بات ہے متکبر ہوں تو یوں کہے کہ چار آنے کیا بھیجیں۔۔۔

ایک وکیل صاحب حضرت والا کی خدمت میں آئے ہوئے تھے جن کے پاؤں میں فالج کے اثر سے لنگ ہو گیا تھا۔ حضرت ایک جگہ تشریف لے جانے لگے۔ کمرہ مقتل کیا گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ مونڈھے کرسی باہر رکھ دو شاید وکیل صاحب آئیں اور ان کو تکلیف ہو اور بعد واپسی فرمایا مجھے تو چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال رہتا ہے پھر بھی لوگ کہتے ہیں بڑا سخت ہے بڑا سخت ہے۔

ایک صاحب نے ایک روپیہ ہدیہ پیش کیا جو بیعت تھے اور مبلغ پندرہ روپیہ کے نوکر تھے۔ اسپر فرمایا۔ آپ کی حیثیت سے بہت زیادہ ہے۔ مجھے تو چار آنے دیدیئے جاتے کافی تھے۔ پھر ان کے اصرار پر لے لیا اور فرمایا میں تو اس انداز کو پسند کرتا ہوں کہ ایک روز کی آمدنی سے زیادہ نہ دے چاہے برس ہی روز میں دے۔ مختصر ہدیہ سے راحت ہوتی ہے قلب پر۔

فرمایا: حضرت مولانا محمد قاسم صاحب ایک زمانہ میں مطبع مجبائی میں دس روپے کے مشاہرہ پر کام کرتے تھے جب حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا کہ حضرت اگر آپ مجھے مشورہ دیں تو ملازمت چھوڑ دوں حضرت حاجی صاحب نے فرمایا مولانا ابھی تو آپ مشورہ ہی لے رہے ہیں مشورہ دلیل ہے تردد کی اور تردد دلیل ہے خالی کی اور خام کو ترک اسباب نہ چاہئے۔ یہ جواب وہی دے سکتا ہے جس کے سامنے حقائق پورے طور سے حاضر ہوں۔ اہل درس اپنے ذہن کو ٹٹول کر دیکھ لیں ان سے ہرگز یہ جواب نہ بن سکے گا۔ اور قیامت تک وہ ایسے مقدمات مرتب نہ کر سکیں گے۔

فرمایا: بعض مشائخ حرام نوکری کے ترک کا اس لئے مشورہ نہیں دیتے کہ بعض اوقات گناہ کفر کا وقایہ ہو جاتا ہے مگر گناہ کو برا سمجھئے۔ گناہ کو چھوڑ کر کفر میں مبتلا نہ ہو جاوے۔

فرمایا: سفر حج میں ایک مالدار اور ایک غریب کا عجیب مکالمہ ہوا غریب کو ناداری سے کچھ تکلیف پہنچی اسے دیکھ کر امیر نے کہا ناخوندہ مہمان کے ساتھ یہی سلوک ہوتا ہے اور جب تم کو بلایا نہیں گیا تو آئے کیوں۔ ہمیں دیکھو اللہ میاں نے بلایا ہے تو کس طرح کام آرام پہنچایا ہے غریب نے کہا کہ تم سمجھتے نہیں ہم تو گھر کے آدمی ہیں تقریبات میں گھر والوں کی رعایت نہیں ہوا کرتی جیسی براتی مہمان کی ہوتی ہے مگر وہ اجنبی ہوتا ہے اس لئے اسکی خاطر کی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو جو کہ سب سے زیادہ مقرب ہیں ظہری ساز و سامان کم ملتا ہے اس لئے پوچھ کہ ہے تمہاری زیادہ ہے۔

فرمایا: جس شخص کا دماغ درست نہ ہو اس سے ہدیہ لینا درست نہیں۔ کیونکہ مجنون کے تصرفات درست نہیں۔

فرمایا: حضرت مولانا گنگوہیؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ تحسینک کا (یعنی بچہ کے منہ میں کوئی چیز چبا کر ڈالنا جب بچہ پیدا ہو) کیا حکم ہے۔ فرمایا کوئی دیندار عالم متبع سنت ہو تو مسنون ہے ورنہ بدعتی کا تھوک چلانے میں کیا فائدہ؟

فرمایا: فہمائے تین موقعوں پر سلام منع کیا ہے۔ ۱۔ جب کوئی طاعت میں مشغول ہو اسکو سلام نہ کرنا چاہیئے اسی طرح جب کوئی معصیت میں مشغول ہو تمیرا موقع یہ کہ حاجت بشریہ میں مشغول ہو۔

فرمایا: داڑھی منڈوں کو سلام کرنے کے متعلق ایک تو طریق ہے دوسرا علاج ہے۔ طریق تو یہ ہے کہ انکو سلام نہ کرے اور علاج یہ ہے کہ اگر اپنے آپ کو ان سے اچھا خیال کرے تو سلام کرنا واجب ہے (بغرض علاج)

(حضرت کے زانو میں درد تھا) فرمایا معالجہ کا وقت نہیں ملتا۔ کام کو طبعاً معالجہ سے مقدم کرتا ہوں۔

کسی نے خط میں لکھا کہ اگر آپکی صورت کا تصور کر لوں تو نماز میں جی لگتا ہے فرمایا جائز ہے دو شرط سے ایک یہ کہ اعتقاد میں مجھے حاضر ناظر نہ سمجھے۔ دوسری شرط یہ کہ اسکی کسی کو اطلاع نہ دے یہ تصور فطرت کے علاج کے درجہ میں ہیں کیونکہ یہ بھی توجہ الی اللہ ہونے کا ایک ذریعہ ہے اس سے توجہ اور یکسوئی الی اللہ ہوگی۔ پس مقصود کا مقدمہ ہے خود مقصود نہیں۔

عرض کیا گیا کہ کیا قطب بکونین کے لئے ضروری ہے کہ اسکو اپنے قطب ہونے کا علم ہو کیونکہ وہ ایک عمدہ ہے فرمایا حسن میندی جو سلطان محمود کا وزیر تھا اس کو تو اپنے وزیر ہونے کا علم تھا مگر ایاز کو اپنے محبوب ہونے کا علم ضروری نہیں کیونکہ محبوبیت کوئی عمدہ نہیں ایک قسم ہے قرب کی پس قطب الارشاد کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اپنے قطب ہونے کو جان بھی لے۔

فرمایا: حاجی محمد اعلیٰ ابنہوی مکہ شریف سے واپس آئے تو کہا کہ حضرت حاجی صائب نے مجھ کو سماع کی

اجازت دیدی ہے۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ دیوبند تشریف لائے ہوئے تھے اور بہت بڑا مجمع تھا۔ مولانا سے اس کا ذکر کیا گیا فرمایا محمد اعلیٰ غلط کہتا ہے اور اگر یہ صحیح کہتا ہے تو حاجی صاحب غلط کہتے ہیں۔ حضرت حاجی صاحب مفتی نہیں ہیں یہ مسائل حضرت حاجی صاحب کو ہم سے پوچھنے چاہئیں۔ واقعی اس کلام سے کہ جو حضرت مولانا نے اس زور سے فرمایا مقصود جاہلوں کو گمراہی سے بچانا تھا۔

فرمایا: حضرت حاجی صاحبؒ "بیدل اللہ صیثانہم حسنت" کے یہ معنی فرماتے تھے کہ یہ ہمدردی موجودہ نیکیاں ہیں جو دربار خداوندی کے اعتبار سے معامی اور سینات ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرما کر حسنت میں داخل فرمائیں گے۔

فرمایا: شہوی میں ہے۔۔

ہرچ	گیر	دعلقی	علت	شود
کفر	گیرد	کالے	ملت	شود

اسکی توجیہ میں حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ پہلے مصرعہ کا مصداق متافق ہے کہ کلمہ توحید پڑھنا اس کے لئے سب سے نیچے کے درجہ تاریخی "الدردک الاسفل من النار" تک پہنچنے کا سبب ہو گیا اور دوسرے کی مثال حضرت عمار ابن یاسر جنہوں نے کفار کے مجبور کرنے سے اپنی زبان پر کلمہ کفر جاری کر لیا۔ اس کے بعد آیت اکراہ نازل ہونے سے ان کا فعل قانون شریعت بن گیا کیونکہ اس واقعہ کے بعد آیت کا نزول ہو گیا کہ جب کوئی شخص خوف کے وقت بحالت مجبوری اپنی زبان پر کلمہ کفر جاری کر لے تو جائز ہے۔

فرمایا: اب تو بس مسلمانوں کو چاہیئے کہ سب لگ لپٹ کر اللہ تعالیٰ سے دعاء کریں مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہو گیا ہے کہ اللہ میاں دعاء قبول نہیں کرتے اور یہ محض خلاف واقعہ ہے مسلمانوں کی دعاء تو درکنار اللہ تعالیٰ نے تو شیطان کی دعاء کو بھی رد نہیں فرمایا۔ منظور فرمائی اور ایسی حالت میں جبکہ وہ مردود کیا جا رہا تھا۔ "قال انظرنی الی یوم یبعثون قال انک من المنظرین" اور پھر دعاء بھی اتنی بڑی کی کہ کسی نبی نے بھی آج تک نہیں کی۔

فرمایا: پہلے اکابر علماء جس میں حب جاہ کا مرض دیکھتے تھے اسکو اپنے حلقہ درس سے نکال دیتے تھے اب اس کا کوئی اہتمام ہی نہیں۔

فرمایا: حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ عارف کی دو رکعت غیر عارف کی دو لاکھ رکعت سے افضل ہیں کہ عارف میں بصیرت اور اخلاص زیادہ ہوتا ہے اور انکو عمل کی فضیلت میں خاص دخل ہے۔ چنانچہ بصیرت کے دو نمونے نقل کرتا ہوں کہ شہوی شریف کے درس کے بعد حضرت خفیہ دعاء فرمایا کرتے تھے ہم نے دل میں کہا کہ معلوم نہیں کیا دعاء کرتے ہو گئے۔ ایک دن فرمایا دعاء کرو کہ اس کتاب میں جو باتیں لکھی ہیں۔ اے اللہ ہم کو نصیب فرما۔ سکان اللہ کیسی جامع دعاء فرمائی ایک دن یہ دعاء فرمائی اے اللہ

تعالیٰ ایک ذرہ محبت ہم کو بھی نصیب فرما پھر بشارت فرمائی کہ الحمد للہ سب کے لئے دعا قبول ہوئی۔
فرمایا: طاعون کے دفع کرنے کے لئے اذانیں کنا بدعت ہے اسی طرح قبر پر دفن کے بعد بھی اسی طرح بارش اور استسقاء کے لئے بھی بدعت ہے۔

فرمایا: مولوی احکام دان کو کہتے ہیں - عربی دان کو نہیں کہتے ہیں - عربی دان ابو حنبل بھی تھا مگر لقب تھا ابو حنبل نہ کہ عالم۔

فرمایا: طاعون سے جو موت ہوتی ہے - اس میں عین مرنے کی وقت آثار بشارت اور انبساط کے نمایاں ہوتے ہیں اور کتاب شوق وطن میں تو مسلمان کے لئے جہنم کو بھی رحمت کیا ہے کیونکہ وہ مسلمان کے لئے میل کچیل دور کرنے کا گویا حمام ہے جیسا کہ آیت ولایزکیم سے معلوم ہوتا ہے۔

فرمایا: قبر پر قرآن شریف پڑھنے سے مردہ کو انس ہوتا ہے۔

فرمایا: قبور کی زیارت سے یہ قصد ہونا چاہیئے کہ موت یاد آتی ہے اور یہ کہ میری دعاء سے اہل قبور کو فائدہ پہنچے گا۔

فرمایا: مولانا رومی نے ایک عجیب بات لکھی ہے کہ جو لوگ خلوت کو جلوت پر علی الاطلاق ترجیح دیتے ہیں ان کا یہ ترجیح دینا بھی تو جلوت ہی کے بدولت ہوا ہے ورنہ خلوت سے یہ علوم کیسے حاصل ہوئے پھر خلوت کو علی الاطلاق کس طرح جلوت پر ترجیح ہو سکتی ہے۔

فرمایا: سلوک میں وساوس کا آنا بھی بڑی رحمت ہے کیونکہ اپنے علم سے یا شیخ کی تعلیم سے اس کا غیر مضر ہونا تحقیق ہو جاتا ہے پھر ہمیشہ کے لئے مطمئن ہو جاتا ہے کیونکہ جب کبھی دوسرے آوے گا وہی تعلیم رہنا۔ بن جائے گی ورنہ اگر موت کے وقت آگھیرا اس پریشانی میں انکا جواب اور ان سے نجات مشکل ہو جاتی ہے۔

فرمایا: مدینہ کے سفر کا خرچ حساب میں نہ لاوے کیونکہ وہ عاشقانہ سفر ہے۔ پیدل ہو سکے تو پیدل ہی جاؤ مگر ہر شخص کے لئے نہیں بلکہ عاشق کے لئے بعض عشاق گنبد خضراء پر نظر کرتے ہی گر کر مر گئے ہیں۔
فرمایا: اگر دل میں تکبر نہ ہو تو جی کو یہی لگتا ہے کہ مسلمان جنت ہی میں جائے گا اور معاصی بہ نسبت کبر کے اقرب الی العفو ہیں۔

فرمایا: عالمگیرؒ خود اپنے ہاتھ سے قرآن شریف لکھا کرتے تھے ایک دفعہ ایک شخص نے دیکھ کر کہا یہ حرف غلط لکھا گیا اس کو بنا دیا مگر چونکہ وہ شخص خود غلطی پر تھا اس لئے اس کے جانے کے بعد ورق کو نکال دیا اور دوبارہ صحیح لکھا کسی نے کہا اسوقت غلط کیوں لکھ دیا تھا عذر فرما دیا جاتا۔ فرمایا اس سے اس کا حوصلہ پست ہو جاتا پھر آئندہ وہ کبھی مشورہ نہ دیتا۔ میں اپنے مصلحین کی تعداد کم نہیں کرنا چاہتا۔

فرمایا: رقعات عالمگیری سے معلوم ہوتا ہے کہ عالمگیرؒ صاحب باطن اور صاحب نسبت تھے۔ واقعی امر ہے کہ کورے آدمی کے ذہن میں ایسے مضمون نہیں آسکتے۔ آخر وقت عالمگیرؒ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرا

کفن و دستکاری کے رہپوں سے مہیا کرنا گو قرآن کی لکھائی کی اجرت بھی کچھ ہے اور علماء نے اس کے جواز کا فتویٰ بھی دیا ہے مگر بظاہر الفاظ بہ اشراء آیات اللہ ہے اس لئے میں نہیں چاہتا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسے کفن میں جا کر ملوں جس میں شبہ ہے۔

فرمایا: آج کل طبیعتوں میں شرافت نہیں رہی صرف شروافت باقی رہ گئی۔

فرمایا: عالمگیرؒ کا ایک خاص خادم تھا جس کا نام محمد قلی تھا۔ عالمگیرؒ نے ایک بار اس کو آواز دی اور کہا قلی۔

وہ فوراً اپنا لوٹا لے کر حاضر ہوا۔ بادشاہ نے وضو کیا۔ اس وقت ایک شخص حاضر تھا حیران ہوا کہ بادشاہ نے وضو کا پانی طلب نہ کیا تھا یہ وقت وضو کرنے کا تھا تو نوکر کہاں سے سمجھ گیا کہ بادشاہ کو وضو کے لئے پانی کی ضرورت ہے۔ آخر اس نے محمد قلی سے دریافت کیا کہ تو کیسے سمجھا کہ اس وقت بادشاہ کو وضو کی ضرورت ہے۔ اس نے کہا کہ میرا نام محمد قلی ہے اور بادشاہ نے غایت تہذیب کی وجہ سے مجھ کو کبھی آدمی نام سے نہیں پکارا۔ ہمیشہ پورا نام لیا کرتے ہیں۔ آج جب محمد کے لفظ کو انہوں نے ذکر نہیں فرمایا تو میں سمجھ گیا کہ بادشاہ اس وقت بے وضو ہیں اس واسطے محمد کو ادب کی وجہ سے ذکر نہیں کیا۔ سنان اللہ عالمگیرؒ کا ادب اور ملازم کا فہم عظیم النظر ہیں۔

فرمایا: بزرگوں نے یہاں تک کہا ہے کہ مجلس شیخ میں ذکر بھی نہ کرے نہ سنان نہ قلی مگر میں یہ کہتا ہوں کہ جب میں خطوط کے جواب میں مشغول ہوں اس وقت ذکر کرتے رہیں اور جب میں بات کروں تو پھر ذکر چھوڑ کر بات کی طرف توجہ کرنا چاہیئے۔

فرمایا: ذکاء حس سے مجھ کو مفید شے کا فائدہ فوراً معلوم ہو جاتا ہے اور مضر شے کا ضرر بھی فوراً معلوم ہوتا ہے۔

فرمایا: مولانا حسین احمد صاحب بہت شریف طبیعت کے ہیں باوجود سیاسی مسائل میں اختلاف رکھنے کے کوئی کلمہ خلاف حدود ان سے نہیں سامیا۔ بیعت تعلیم عبدالمجید دریا آبادی محمد علی کی وفات پر حضرت کو صدمہ۔ مولانا دریا آبادی کی کوشش سے قریب آچکے تھے۔ جب مولانا حضرت کو صدمہ زلزلہ ہمار، ترکوں کی شکست میں۔ کس طرح اپنے دل کی بات دل میں ڈال دوں۔

فرمایا: آداب تلاوت تو بہت ہیں مگر میں ایک ہی ادب بیان کرتا ہوں جس میں سب آجائیں یوں خیال کر کے اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمائش فرمائی ہے کہ تم پڑھو ہم سنتے ہیں۔ سوار کر پڑھے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو فرمایا تھا تم رات قرآن پڑھتے تھے میں سن رہا تھا۔ عرض کیا اگر معلوم ہوتا اور بنا سوار کے پڑھتا۔ حضور نے منع نہیں فرمایا۔

فرمایا: بڑے بننے کا طریقہ یہ ہے کہ چھوٹا بنے پھر خود بخود اس اثر سے بڑا بن جائے گا۔ ذلت کی حقیقت صرف عرض حاجت ہے بوجھ اٹھانا، گاڑھا پھینا ذلت نہیں۔

فرمایا: جھوٹ تو سیاہ ہوتا ہے خدا جانے اس محاورہ کی کیا وجہ ہے کہ یہ سفید جھوٹ ہے کیونکہ معاصی سب ظلمات ہیں۔

صوفی کی حقیقت عالم باعمل ہے بڑی جامع تفسیر ہے۔

خواجہ صاحب نے سوال کیا کہ عذاب ابدی اور رحمت حق کو جب موازنہ کر کے خیال کریں تو سمجھ میں نہیں آتا فرمایا یہ استعجاز اپنے انفعال سے پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً انسان جب اپنے دشمن کو مزا دیتا ہے تو اس کی حالت زار کو دیکھ کر رحم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ انفعال سے پاک ہیں اور قہر ارادی ہے۔ اور اختیاری ہے جو ان کے کفر پر تجویز کیا گیا ہے۔ تو یہ لوگ خود اپنے ہاتھوں سے جہنم میں گرتے ہیں اور خلاف رحم تب ہوتا کہ جب پہلے سے پتہ نہ دیا ہوتا۔ باقی ایسے علوم میں زیادہ غور کرنا مناسب نہیں کیونکہ یہ علوم واجب کے ارادہ اور علم سے تعلق رکھتے ہیں اور ارادہ و علم کا صفات واجب میں سے ہے اور ان کا ادراک بالکمال محال ہے۔ اس لئے ایسے علوم کی حقیقت حاصل ہو نہیں سکتی اسی واسطے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے مسائل کی تحقیق مزید سے منع فرمایا ہے۔ اور ان کے سمجھنے کو کوئی قرب حق میں دخل ہے۔ بلکہ ان کے عدم فہم میں قرب حق ہے۔ کہ ہمارے روکنے سے ہمارا بندہ رک گیا اور جن جن مسائل کی تحقیق مزید سے منع فرمایا۔ مثلاً قدر وغیرہ وہ سب ایسے ہی ہیں۔ گو ایسی تعلیمات حاکمانہ ہیں۔ مگر قرآن کا طرز زیادہ حاکمانہ ہی ہے چنانچہ شیطان کے دلائل میں فرمایا "اخرج" اخرج فرمایا اور اس کے مقدمات اور دلائل کا جواب نہ دینا اس کی دلیل ہے اور تجربہ سے معلوم ہوا کہ حکیمانہ جواب سے یہ طریق حاکمانہ زیادہ مفید ہے۔

فرمایا: تصوف جب بگڑتا ہے تو یا جنوں ہو جاتا ہے یا زندہ بن جاتا ہے کوئی لطیف شے جب بگڑتی ہے تو اتنی ہی زیادہ خراب اور فاسد ہو جاتی ہے۔

فرمایا: شاہ عبدالعزیز صاحب سے کسی نے دریافت کیا کہ ہندوستان میں جمعہ کی نماز پڑھنا کیسا ہے۔ فرمایا جیسے جمعرات کی نماز پڑھنا۔ کسی اور نے یہ پوچھا کہ فاحشہ عورت کا جنازہ پڑھنا کیسا جائز ہے۔ فرمایا اس کے آشتاؤں کا کیسے جائز سمجھتے ہو۔ حضرت شاہ صاحب کو سائل کے فہم کے مطابق جواب دینے میں اللہ تعالیٰ نے کمال عطا فرمایا تھا۔

فرمایا: میں ابوطالب کو بلا لفظ حضرت ذکر نہیں کرتا بوجہ تلبیس حضور حضرت کے والدین کے بارے میں گفتگو کرنے کو بہت خطرناک سمجھتا ہوں۔

فرمایا: حضرت علیؑ کو مشکل کشا، بمعنی اشکال علمی حل کرنے والا جائز، مگر مشکلات تکوینیہ کے اعتبار سے جائز نہیں ہے جیسے اہل بدعت لیکن چونکہ لفظ مبہم ہے اس سے بچنا چاہیئے۔

وقت کی اہمیت

حضرتؑ فرمایا کرتے تھے۔ وقت زندگی کا بڑا قیمتی سرمایہ ہے۔ اس کی بہت قدر کرنا چاہیئے اسے ضائع نہ کرو۔ مجموعوں میں حویلیوں میں بیٹھ کر لایینی باتوں میں وقت گزارنا بہت بڑا خسارہ ہے۔ ہمارے حضرت کو وقت کی بہت قدر تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضرت کی فطرت ہی میں وقت کی اہمیت کو مضمّن کر دیا تھا۔ حضرت کو ابتداء ہی سے وقت کے ایک ایک لمحہ کو صحیح اور برّئ استعمال کرنے کا اہتمام تھا۔ چنانچہ اسی کی برکت ہے کہ حضرتؑ نے رشد و ہدایت اور علوم دین کی تبلیغ اور اشاعت کا ایک بہت گر انقدر اور بہت بڑا ذخیرہ ہمارے لئے اور آئندہ نسلوں کے لئے مہیا فرما دیا ہے۔ ہر وقت حضرت کی نظر گھڑی پر رہتی تھی اور نہایت سہولت اور بے تکلفی سے ہر کام کو وقت پر انجام دیتے تھے ساری عمر اپنے تمام معمولات اور ضروریات زندگی کو مقررہ اوقات میں ایک ہی انداز میں ڈھال لیا تھا۔ فرماتے کسی ضروری کام کو اس امید پر ملتوی کرنا کہ پھر کسی فرصت کے وقت اطہیان سے پورا کر لیں گے، سخت غلطی ہے اس کو اسی وقت انجام دینا چاہیئے۔ کام کو وقت پر پورا نہ کرنے سے اکثر ناقابلِ تلافی نقصان ہوتا ہے۔ وقت بڑے قدر کی چیز ہے۔ دین اور دنیا کی دولت یہی ہے۔ حضرت کو فراغتِ قلب بہت عزیز تھی۔ فرماتے مجھے وقت کی ناقدری سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ نہ میں کسی کو کسی معاملہ میں منظر رکھتا ہوں نہ انتظار کی تکلیف برداشت کر سکتا ہوں میں ہر کام سے وقت پر فارغ ہوجاتا ہوں۔ فرماتے میں یہ نہیں کہتا کہ میں ہر وقت ذکر اللہ میں مشغول رہتا ہوں مگر دل یہ چاہتا ہے کہ قلب فارغ ہو اگر ذکر اللہ کرنا چاہوں تو موانع تو نہ ہوں۔ میں جو بعض لوگوں سے الجھتا ہوں وجہ یہ ہے کہ لوگ بات صاف نہیں کرتے وقت ضائع ہوتا ہے۔ مجھے ایک لمحہ کا ضائع ہونا سخت ناگوار ہے۔ مجھے فراغتِ قلب بہت عزیز ہے۔ میری طبیعت میں گری ہے اور یہ گری انجن کا کام دیتی ہے۔ ہر وقت تقاضا ہوتا ہے کہ جلدی کرو جلدی کرو کام کو ختم کرو۔ جب میں کسی کام کو شروع کرتا ہوں اسی وقت سے تقاضا شروع ہوتا ہے کہ کام کو ختم کرو۔ متواتر کام پر لگا رہتا ہوں اور ختم کے قریب تو میرا یہ حال ہوتا ہے کہ ساری رات لکھتا رہتا ہوں ایک منٹ بھی نہیں سوتا، کام ختم کر کے ہی دم لیتا ہوں۔

ہر روز کی ڈاک اسی دن ختم کرتا ہوں اسکی دو ذوج ہیں اپنے قلب کو فارغ کرنا چاہتا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ ہر ایک کو اس کا خط وقت پر ملے اسے انتظار کی تکلیف نہ ہو۔

فرمایا: مجھے ذرا سی بات بھی اگر فضول ہو تو اس سے نہایت انقباض ہوتا ہے یہ عمر اس المال ہے کہ ہر سانس ایک بیش قیمت جو اہر اور گویا بھرپور خزانہ ہے جس سے ابدی سعادت حاصل ہو سکتی ہے اور جب عمر پوری ہو گئی تو تجارت ختم ہو گئی پھر غفلت میں گزرے ہوئے وقت پر حسرت ہوگی مگر یہ حسرت کام نہ

آئے گی۔ اب دارالعمل نہیں اب دارالحساب ہوگا۔ اس لئے فرصت کو غنیمت جانو اور حساب کی تیاری کرلو۔

جب آدمی مرجاتا ہے تو ایک ایک نیکی کے لئے ترستا ہے۔ اہل قبور پاس سے گزرنے والوں سے تمنا کرتے ہیں کہ کوئی ایک دفعہ سمان اللہ یا الحمد پڑھ کر ثواب بخش دے۔۔

اے کہ برائے روی دامن کشاں

از سر اخلاص الحمدے بخواں

جب ایک ایک نیکی کے لئے آدمی کھریں مارے گا تو اب وقت ہے جتنی چاہو نیکیاں کمالو۔
مرے بعد اگر حسرت کریگا تو اس سے کیا نفع ہوگا۔ ایک ایک سانس غنیمت اور بے باموتی ہے اس کی قدر پہچانو۔ آج کا کام کل پر کبھی نہ ڈالو آج ہی کرو۔
”گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں“

جو کچھ ہونا تھا ہو چکا ہے غفلت میں گزرے ہوئے وقت پر حسرت ہوگی مگر یہ حسرت نفع نہ دے گی۔

جس کو مقصود حضرت حق ہوں اس کو اور فضول خرافات سے اور فضول جھگڑوں کی کماں فرصت۔۔ یہ تو انہیں کا کام ہے جو آخرت سے بے فکر ہیں۔ دوسرے کی فکر تو وہ کرے جو اپنے سے فارغ ہو۔

فرمایا: کہ جب کسی سوال کے جواب میں شرح صدر و شفاء قلب نہ ہو صاف جواب دیدے کہ ہماری سمجھ میں نہیں آیا کیونکہ ہر سوال کے لئے ضروری نہیں کہ جواب دیا جائے۔ نیز یہ بھی تو جواب ہے کہ ہم کو معلوم نہیں لیکن لوگ جواب دینا ضروری سمجھتے ہیں خواہ شفاء قلب ہو یا نہ ہو یہ جائز نہیں۔ جب تک شفاء قلب نہ ہو کسی مسئلہ کا جواب نہ دیا جاوے۔

فرمایا: حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب سے سنا ہے کہ طلب مقصود ہے وصول مقصود نہیں یعنی سالک کے اختیار میں طلب ہے وصول نہیں اور حضرت حاجی صاحب اس مضمون میں یہ اشعار پڑھا کرتے۔۔

یاہم	اور	یا نیاہم	جستجوئے	میکنم
حاصل	آید	یا نہ	آرزوئے	میکنم
آب	کم	جو	تشنگی	آورد
تاجو	شد	آب	از	بالا و پست
تشنگاں	گر	آب	جو	بندور
آب	ہم	جوید	بعالم	تشنگاں

سو طلب کئے جائے جو اپنے اختیار میں ہے اور وصول کو اس پر چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ اختیار

میں نہیں ہے۔ اور طلب کے بعد تو وصول ہو ہی جاتا ہے۔ ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ صحابہ کا رنگ یہ تھا کہ اگر وہ تمہیں دیکھتے تو کافر کہتے اگر تم انہیں دیکھتے تو مجنون کہتے۔

فرمایا: ایک بزرگ معلم تھے ان کے ایک شاگرد مجھ سے کہتے تھے کہ ہم لوگ جب چھٹی لینا چاہتے ان کے حجرے میں جھڑکاڑ کر دیتے اور بوریئے اٹھا کر کھڑے کر دیتے جب وہ آتے تو شاگرد کہتے آج مینہ برسا ہے وہ فرماتے اللہ کی قدرت دیکھو کہ باہر خشک ہے اور اندر مینہ برسا ہے اور یہ کہہ کر چھٹی دے دیتے، اس قدر بھولے تھے۔

فرمایا: کہ لوگ کہتے ہیں ان کے مزاج میں تشدد بہت ہے سو میں اپنے نفس پر بھی تو تشدد کرتا ہوں کہ نذرانہ بہت مشکل سے قبول کرتا ہوں۔ کوئی ہوگا جس کی کل نذر قبول ہو جاتی ہو ورنہ بہت تحقیقات اور تفتیشات کرتا ہوں۔ یہ تشدد سب سے زیادہ بڑھا ہوا ہے جو میں نے اپنے اوپر اختیار کیا ہے۔

فرمایا: کہ جب محبت کا دعویٰ کرتے ہیں تو اس پر شکایت بھی ہوتی ہے۔ رسول اللہؐ کو کفار کس قدر ستاتے تھے مگر حضورؐ کو کبھی ناگوار نہ ہوا اور مسلمانوں کی ذرا ذرا سی بات پر ناگواری ہوتی تھی۔ ایک ذرا مسئلہ لفظ اہل کا پوچھا گیا اس پر حضورؐ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

فرمایا: کہ اگر شیخ سے قطع تعلق کر دے تو سب فیوض بند ہو جائیں اور رسول اللہؐ کم تعلق کر کے تو پھر بالکل واردات و فیوض کچھ بھی نہ رہیں گے۔

فرمایا: کہ یہ بھی آداب میں سے ہے کہ جو چیز جہاں سے لے وہیں رکھے۔ صرف دوسرے کی چیز ہی نہیں بلکہ اپنی بھی جہاں سے لے وہیں رکھے میں نے تو اپنے مکان میں تمام چیزیں مقرر جگہ پر رکھی ہیں۔ اس میں پریشانی نہیں ہوتی۔ فرض کرو دیا سلائی کا بکس ہے اگر مقررہ جگہ پر رکھا ہوگا تو آدھی رات کو بھی ہاتھ پڑے گا تو فوراً اٹل جائے گا ورنہ کس قدر پریشانی ہوگی۔

فرمایا: کہ ناراضگی بھی توجہ ہی کی ایک قسم ہے۔۔۔ ایک صاحب کا جن کے معاملات خراب ہیں ذکر ہوا کہ حضرت ان سے ناراض ہیں ان کی حالت بہت خراب ہوتی جاتی ہے۔ حضرت کی توجہ کی ضرورت ہے۔ فرمایا: یہ بھی تو توجہ کی ایک قسم ہے کہ میں ناراض ہو گیا۔ اگر محبت ہو تو اپنے معاملات درست کریں۔ جب حال بگڑتا دیکھا اسوقت تو چاہیئے کہ اصلاح کریں۔

فرمایا: کہ قریب والوں کا معتقد ہونا زیادہ معتبر ہے بمقابلہ دور والوں کے کیونکہ دور والوں کی نسبت تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ میاں دور کے دھول سہانے ہوتے ہیں اور پاس والے چونکہ تمام حالات سے واقف ہوتے ہیں اس لئے بہت مشکل سے معتقد ہوتے ہیں۔

فرمایا: کہ دو کام ہیں ایک چھوٹا دوسرا بڑا چھوٹا کام تو تعلیم اخلاق ہے اور بڑا نسبت باطنی کی تحصیل ہے میں چونکہ چھوٹا ہوں اس لئے میں نے چھوٹا کام اپنے ذمہ لیا ہے۔ جیسے کہ میاں جی اول بچوں کو قاعدہ بغدادی پڑھاتے ہیں پھر جب وہ پڑھنے لگتے ہیں تو بڑے بڑے مدرسوں میں چلے جاتے ہیں مگر بڑے بڑے عالموں

کا کام بغیر میاں جی کے چل نہیں سکتا۔ اگر میاں جی قلعہ نہ پڑھائیں تو اس طالب علم میں بڑے مدرسہ میں جاکر پڑھنے کی قابلیت نہیں ہو سکتی۔

ایک قاری صاحب کا خط آیا کہ اگر حضرت کے قرب و جوار میں کوئی ملازمت مل جائے تو مناسب ہے۔ فرمایا: قرب و جوار میں تو جوار ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ پڑھیں۔ پھر فرمایا کہ بڑی تنخواہوں نے بھی مولویوں، قاریوں اور حافظوں کو مار لیا۔ پھر فرمایا کہ جتنے لوگ یہاں سے محض ترقی کی وجہ سے ملازمت چھوڑ کر گئے انہیں اطمینان تو نصیب ہوا نہیں۔ جب انسان کا گزر کافی طور پر ہو رہا ہو تو ایک جگہ سے محض زیادتی کی وجہ سے تعلق چھوڑ دینا یہ ناٹھری ہے البتہ اگر گزر کے لائق بھی نہ ہو تو وہ اور بات ہے اسوقت مضائقہ نہیں۔

فرمایا: میں توجہ متعارف کو حرام تو نہیں کہتا مگر مجھے تو اس سے غیرت آتی ہے کہ جو توجہ تام حق تعالیٰ کا حق ہے وہ اور کی طرف کی جائے۔

فرمایا: کہ بعض انگریزی خواں طلباء یہ کہتے ہیں کہ علماء ہمارے پاس اگر ہدایت کریں۔ میں نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس میں انکی حاجت مندی کا شبہ بھی ہو سکتا ہے بس یہی مناسب ہے کہ علماء اپنے مکان پر رہیں اور لوگ ان سے دینی باتیں دریافت کریں۔ سول سرجن پر کبھی آپ نے اعتراض نہ کیا کہ سول سرجن غیر شفیق ہے۔ ہمارے پاس کمروں میں آکر علاج نہیں کرتا حالانکہ اسکو پاس آنا آسان بھی ہے مگر آپ خود اس کے پاس جاتے ہیں اسکی وجہ صرف یہی ہے کہ آپ امراض جسمانی کو تو ملک جانتے ہیں اور امراض روحانی کو اس قدر ملک نہیں سمجھتے۔ بعضے شبہ نکالتے ہیں کہ بعضے ان میں خود مدعی ثابت ہوتے ہیں تو کس پر اعتماد کریں مگر میں کہتا ہوں کہ کیا مدعیان طب میں کوئی جھوٹا نہیں ہوتا مگر جس طرح ان میں سے آپ چھانٹ لیتے ہیں۔ اس طرح کیا علماء میں نہیں چھانٹ سکتے۔ میرے ساتھ چلنے میں دکھلاؤ یہ شہادت تو سب دھکوسلے ہیں اصل چیز یہ ہے کہ جس چیز نے فرعون کو اتباعِ موسیٰ سے روکا اسی نے اس کو اتباعِ علماء سے روکا یعنی تکبر اور خاص طور پر یہ نئی تعلیم کا اثر ہے کہ ذلیل سے ذلیل آدمی بھی اپنے آپ کو والیان ملک سے بڑھ کر جانتا ہے۔ پرانے لوگوں میں شان انکسار اور شکستگی کی ہے گو گنہگار ہوں۔

فرمایا: کہ ایک شخص کی حکایت ہے کہ وہ چنے کے دانے کھا رہا تھا۔ کسی صاحب کشف نے اس سے کہا کہ ان دانوں میں سے اس دانے پر لکھا ہوا ہے کہ اسکو گلہ کی مرغی کھائے گی۔ اس نے یہ سن کر کہا کہ دیکھیں کیسے گلہ کی مرغی کھائے گی اور خود کھا گیا۔ وہ دانہ دھسک کے ساتھ دماغ کو چڑھ گیا۔ اس کے بعد اس شخص کا ڈاکٹری علاج ہوا۔ بڑھتے بڑھتے گلہ گئے۔ وہاں علاج ہوا اور چھینک کے ساتھ وہ دانہ نکلا وہاں مرغی پھر رہی تھی اس دانے کو کھا گئی۔

ایک مولوی صاحب نے جو کہ حضرت والا سے مجاز ہیں اپنے ملفوظات خود جمع کئے تھے اور

ملفوظات کا آغاز اس لفظ سے تھا کہ فرمایا۔ اسکی اطلاع حضرت والا کو ہوئی وہ مولوی صاحب حضرت والا کی خدمت میں موجود تھے۔۔۔ حضرت والا نے مولوی صاحب سے فرمایا کہ ہمارے سامنے سے اٹھ جاؤ اور ہمیں صورت مت دکھاؤ اور نہ کسی کو بیعت کرو۔ پھر فرمایا بڑائی تو وہ کرے جس کا کمال ذاتی ہو جب یہ نہیں تو بیجا ہی ہے۔ دیکھئے حضور سرور عالمؐ کہ آپکے سامنے لوح و قلم کے علوم بھی پہنچے ہیں۔ آپ کی نسبت حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ "ولین شالندھین بالذی اوحننا الیک" جس کا حاصل یہ ہے کہ ہمارا عطیہ ہے ہم چاہیں تو ابھی سلب کر لیں۔ ناز تو وہ کرے جس کا کمال اپنے قبضہ کا ہو جب رسول اللہؐ تواضع کریں تو ہمیں کیا حق ہے ناز کا۔ میرے دوستوں نے فتاویٰ کا نام فتاویٰ اشرفیہ رکھ دیا تھا اس سے بہت شرم معلوم ہوتی ہے۔ آخر امداد الفتاویٰ نام بدلا۔ پس اپنے ملفوظ اپنی رائے سے ضبط کرنا کیا معنی۔ مرید کو چاہیئے کہ اپنے واردات کو شیخ کے سامنے پیش کرے۔ ان افعال کی بدولت احوال سلب ہو جاتے ہیں پھر فرمایا کہ بزرگوں نے لکھا ہے کہ اگر مرید سے کوئی لغزش ہو تو سب جمع میں اس کو آگاہ کرے۔ جس وقت آدمی اپنے کو اچھا لگتا ہے اسوقت خدا کے نزدیک مبغوض ہوتا ہے اب ہر شخص سوچ لے کہ دن میں کتنی مرتبہ اسکی یہ حالت ہوتی ہے۔ بعد عصر حضرت والا نے اعلان فرمایا کہ فلاں مولوی صاحب سے کوئی بات نہ کرے اور اگر کوئی کرے گا تو اس کے ساتھ بھی برتاؤ کیا جائے گا۔ پھر فرمایا کہ میں نے یہ کوئی نئی بات نہیں کی۔ بلکہ عین سنت کے مطابق کیا ہے کیونکہ رسول اللہؐ نے حضرت کعب بن مالکؓ کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا۔ اگر میں پچاس دن تک بھی ایسا ہی کروں تو بھی کچھ حرج نہیں ہے پھر ان مولوی صاحب نے حضرت والا کی خدمت مبارک میں معافی کی درخواست کی لیکن چونکہ بے دھنگے طور سے معافی چاہی گئی تھی۔ اس لئے حضرت والا نے یہ سزا اس پر تجویز فرمائی کہ بعد نماز مغرب روزانہ اس مضمون کا اعلان کیا کیجئے کہ صاحبو میں چونکہ فلاں قوم کا ہوں اس لئے کم حوصلگی کے سبب اپنے مہل کی عیادتوں پر اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگا جس کی وجہ سے سزا میں گرفتار ہوں۔ اسلئے آپ لوگوں کو چاہیئے کہ تکبر سے بہت پرہیز کریں پھر اس کے بعد ۲۲ رجب کو بعد ظہر حضرت والا نے ان مولوی صاحب سے سب کو گتھکو کرنے کی اجازت دیدی اور یہ فرمایا کہ حقیر تہب اور معاملات بھی طے ہو جائیں گے۔

فرمایا: کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے "الغیبة اشد من الزنا" کی وجہ میں فرمایا کہ زنا گناہ باہمی ہے اور غیبت گناہ جاہلی ہے اور کبر شہوت سے اشد ہے پھر فرمایا کہ میں نے حضرت سے عرض کیا کہ یہ تو قافیہ بھی ہو گیا۔ فرمایا کہ ہمارے تو ایسے ہی چٹکے ہوا کرتے ہیں۔

ایک صاحب نے خط میں لکھا تھا کہ فلاں آپ کو ایسا کہ رہے تھے اور میں نے ان کو یہ جواب دیا۔ اس پر فرمایا کہ جس طرح مجھے اس بات سے کلفت ہوتی ہے کہ فلاں نے مجھے برا بھلا کہا۔ ایسی ہی اس بات سے بھی کلفت ہوتی ہے کہ فلاں نے طرفداری کی۔ یہ طرفدار لوگ ہی اور زیادہ برا بھلا کھواتے ہیں اور اگر انہوں نے عاقبت کے واسطے یہ کام کیا تو مجھ پر اس کا اظہار کیوں کیا۔

فرمایا: لوگ تصرف کو بڑی چیز سمجھتے ہیں۔ اگر مشق کی جائے تو کچھ مشکل نہیں۔ تصرف سے آدمی اس طرح سلوک میں چلتا ہے جس طرح کہ کوئی کسی کا ہاتھ پکڑ کر دوڑا دے۔ جہاں ہاتھ چھوڑا بس رہ گیا۔
فرمایا: جو جب مطابق سنت کے ہو وہ بڑھتی ہے اور جو خلاف سنت ہو وہ گھٹتی ہے۔ امرد بازوں کو آخر میں ان ہی محبوبوں سے سخت نفرت اور عداوت ہو جاتی ہے غیر اللہ کے لئے جو محبت ہوتی ہے وہ آخر میں ہرگز قائم نہیں رہتی۔

فرمایا: کہ افسوس ہے جس شخص کو دوام فی الذکر۔ اتباع شریعت۔ اتباع سنت نصیب ہو پھر وہ لذتوں کا طالب ہو۔

فرمایا: کہ مولوی عبدالکریم دیوبندی میرے بچپن کے دوست ہیں۔ انہوں نے ایک مرتبہ مجھ سے کہا کہ ہم نے سنا ہے تمہارے یہاں جو ۱۲ بچے کے بعد آتا ہے اسے تم روٹی نہیں دیتے۔ ایسا نہ کرو لوگ آنا چھوڑ دیں گے۔ میں نے کہا کہ اشتہار دے دو کہ اس کے یہاں کوئی مت جانا۔ میرے یہاں آٹے پانی کا کام نہیں۔ زیادہ سے زیادہ لوگ زبان سے کلیف دیں گے۔ اللہ میاں تو ایسے کاموں سے ناراض نہیں ہیں۔ پھر فرمایا کہ جہاں لنگر جاری ہے وہاں دینے کے ساتھ لیتا بھی تو ہے۔ ہم کسی کو کھانا کھلا دیں دو آنہ کا اور بیویں دو روپیہ تو ایسی حالت میں جب کہ ہم کھانا نہیں کھاتے اس شخص کا کھانا کھانہ کیا۔ لوگوں نے ایک بات دیکھ لی ہے کہ کھانا نہیں دیتے یہ نہیں دیکھتے کہ آنے والوں پر بار بھی تو نہیں ڈالتا۔

فرمایا: کہ اگر کوئی دین کی حاجت لے لے کر آئے تو مکان اللہ اور جو دنیا کی حاجت لے کر آتا ہے وہ نظروں سے گر جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ امیروں کو جس خاص اکرام کی عادت ہوتی ہے اگر ان کا وہ اکرام نہ کیا جائے تو انکو رنج ہوتا ہے اس لئے ان کے ساتھ معاملہ غریاء سے ذرا ممتاز ہونا مصلحت ہے۔

فرمایا: کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے ”الغیبة اشد من الزنا“ کی وجہ میں فرمایا کہ زنا گناہ بائی ہے اور غیبت گناہ جاہلی ہے اور کبر شہوت سے اشد ہے۔ پھر فرمایا کہ میں نے حضرت سے عرض کیا کہ یہ تو کافی بھی ہو گیا۔ فرمایا ہمارے تو ایسے ہی جھکے ہوا کرتے ہیں۔

فرمایا: کہ عبد کا کام یہ ہے کہ جس حال میں رکھیں رہو۔ ہاتھی پر چڑھا دیں چڑھو گدھے کے پیروں میں روندو امیں تو ایسے ہی رہو۔

ایک پنشن دار کا خط آیا تھا۔ ایک مولوی صاحب نے پوچھا کہ پنشن کی حقیقت کیا ہے فرمایا کہ پنشن کی حقیقت احسان ہے کہ اب یہ معذور ہو گیا۔ اب کہاں جائے بس یہ بہہ ہے۔

واپس کیے ہوئے ہدیے کی طلب

فرمایا: کہ حاتم ائمہ ایک بزرگ تھے۔ سنا ہے کہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں کچھ نذر پیش کی۔ اس کی مال میں شبہ تھا۔ آپ نے عذر فرما دیا۔ اس نے پھر کہا۔ آپ نے لے لیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ یہ

کیا بات تھی۔ فرمایا کہ نہ لینے میں اسکی ذلت تھی اور لے لینے میں میری ذلت تھی اور اسکی عزت تھی۔ میں نے اس کی عزت کو اپنی عزت پر اختیار کیا لے لیا کہ اسکی بے عزتی نہ ہو۔ پھر فرمایا کہ لوگوں نے دنیا کو مال ہی میں منحصر سمجھ رکھا ہے۔ بعض مرتبہ طاعات دنیا ہو جاتے ہیں۔ ذوق سلیم سے یہ بات معلوم ہو سکتی ہے۔ پھر فرمایا کہ کبھی تکبر بصورت تواضع بھی ہوتا ہے اور علامت اس کی یہ ہے کہ جو تواضع بقصد تکبر ہوتی ہے اس کے بعد فخر ہوتا ہے اور اس تواضع کے بعد اگر کوئی تعظیم نہ کرے برا مانتا ہے اور جو تواضع بقصد تواضع ہو اس میں خوف ہوتا ہے اور کسی کی تعظیم نہ کرنے سے اپنے کو اس عدم تعظیم ہی کا مستحق سمجھتا ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک حکیم صاحب ہمارے دوست ہیں ان کی کسی شخص نے دعوت کی انہوں نے عذر کر دیا۔ پھر سوچا کہ اگر بجائے اس کے فلاں دولتمند دعوت کرتا تو آیا اسوقت بھی یہی عذر کیا جاتا۔ معلوم ہوا کہ نہ کیا جاتا۔ بس متنبہ ہوا۔ ان صاحب نے طالب علموں کی بھی دعوت کی تھی۔ حکیم صاحب نے اسکا یہ تدارک کیا کہ طالب علموں کے ساتھ خود چل دیئے۔ پھر خیال ہوا کہ نہ معلوم اس طرح بغیر بلائے جانا جائز بھی ہے یا نہیں۔ اس کے بعد خود یہ خیال ہوا کہ اگر میں جاؤں گا تو وہ خوش ہوگا اور ناراض نہ ہوگا۔ یہ خیال کر کے چلے گئے۔ اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ ”والذین جاہدوا فینا لنہدینہم“ اگر آدمی خیال رکھے تو اللہ پاک مدد فرماتے ہیں۔ بزرگوں نے بعض ہدیوں کو واپس کر کے پھر خود مانگا ہے۔

نفس پر آ رہ چلانا

فرمایا: ایک بزرگ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے اور بیعت کی درخواست کی۔ ان بزرگ نے دریافت فرمایا کہ تیرے پاس کچھ مال بھی ہے انہوں نے عرض کیا کہ ہاں سو روپیہ ہیں۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ اسے نکال۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت خیرات کروں گا۔ فرمایا کہ نفس کو حظ حاصل ہوگا کہ ہم نے اتنے روپیہ خیرات کئے ان کو سمندر میں پھینک دے۔ اس نے منظور کیا پھر فرمایا کہ مگر ایک ایک روپیہ کر کے پھینکنا۔ تاکہ ذرا نفس پر آ رہ تو چلے۔ اور ایک دم سے پھینکنے میں تو بس ایک ہی بار مجاہدہ ہوگا۔

قلبی فی الحق کی آخر میں حالت

فرمایا: کہ جو عشاق اور قلبی فی الحق ہوتے ہیں۔ ان کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ آخر میں دواعی میں حرکت بھی نہیں رہتی دوسرے بھی نہیں رہتے۔

ذکر اللہ کے لئے ابتداء اُتیت کی ضرورت ہے

فرمایا: کہ جب آپ چلتے ہیں تو ہر قدم پر ارادہ ہوتا ہے۔ مگر وہ ارادہ معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ چلنے کا برابر

سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ارادہ کی طرف توجہ بھی نہیں ہوتی۔ اسی طرح ذکر اللہ کے لئے ابتداء میں قصد اور نیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ آخر میں نیت اور قصد کچھ بھی نہیں رہتا۔ اگر کوئی کہے کہ صاحب جب نیت اور قصد نہیں تو ثواب نہ ملتا چاہیئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ پہلا ارادہ برابر چلا جا رہا ہے۔

ذکر اللہ کا مزہ

فرمایا: کہ بعض لوگ ایسے دیکھے کہ کسی اہل اللہ کے پاس رہ کر ذکر اللہ کیا پھر دنیا میں پھنس گیا تو ہونٹ سے چاٹتے رہ جاتے ہیں۔ وہ مزہ آنکھوں پر رہتا ہے۔

ایک صاحب نے کسی کام کے لئے دعاء کو لکھا تھا اس پر فرمایا کہ اس کام کا سامان جمع کر لو۔ پھر جی دعاء کو بھی چاہے گا۔ کوئی شخص تخم پاشی تو نہ کرے اور پیداوار کی برکت کی دعاء کرواے یا شادی نہ کرے اور اولاد ہونے کے لئے دعا کرواے تو کس طرح اولاد ہوگی۔

ایک صاحب کا خط آیا کہ ریل میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کو فلاں مولوی صاحب فلاں مفتی صاحب کا فتویٰ یہ نقل کیا ہے کہ سرگھومنے کے عذر سے بیٹھ کر نماز پڑھنا درست نہیں کہ حضرت والا کا یہ فتویٰ ہے کہ درست ہے تو ان مفتی صاحب نے کیوں ایسا کیا۔ اس پر فرمایا کہ اعتقاد میں ایسا غلو بھی ٹھیک نہیں۔ جہاں جس کا فتویٰ صحیح سمجھ جاوے اس پر عمل کرو۔

ہم کوئی موسیٰ اور عیسیٰ تو نہیں ہیں کہ وحی میں اختلاف ہو جائے گا۔ جیسے ہم جیسے بالائنق امام اعظم کے بعض فتوؤں کو غلط کہہ دیتے ہیں تو ہمارے فتوے کیا ہیں۔

اپنے بزرگوں کے متعلق یہ عقیدہ کہ ان سے غلطی نہیں ہوتی بہت غلو ہے البتہ اگر وحی ہو تو دوسرے حکم سے پہلا نسخہ ہو جاتا۔ میں تو ہمیشہ ریل میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہوں۔ نہ گرانہ چکرایا البتہ سستیں بیٹھ کر پڑھتا ہوں۔ ایک بزرگ کو دیکھا تھا۔ بیٹھ کر پڑھتے جب سے میں بھی سستیں بیٹھ کر پڑھنے لگا پھر ہنس کر فرمایا: بزرگوں کی صحبت سے کبھی ہمت بڑھتی ہے اور کبھی گھٹتی ہے یعنی آسانی معلوم ہو جاتی ہے۔

ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ صحابہ کا رنگ یہ تھا کہ اگر وہ تمہیں دیکھتے تو کافر کہتے۔ اور اگر تم انہیں دیکھتے تو مجنون کہتے۔

عشاء کی اذان کے تقریباً ایک گھنٹہ بعد خانقاہ کا دروازہ بند ہو جاتا تھا اور پھر فجر کی اذان سے پہلے کسی کے لئے نہیں کھلتا تھا۔ ویسے حضرت نے سٹیشن پر اور بڑے گھر کی بیٹھک میں مہمانوں کے ٹھہرنے کا انتظام کیا ہوا تھا۔ بعض اوقات حضرت فجر کی اذان سے پہلے خانقاہ پہنچ جاتے تو حضرت کے لئے بھی دروازہ نہ کھلتا۔ اذان ہوتی دروازہ کھلتا پھر حضرت اندر تشریف لاتے دیوار میں ایک کرسی سی بی بی ہوئی تھی۔ اذان سے پہلے حضرت اس میں بیٹھ کر دروازہ کھلنے کا انتظار فرماتے۔

ایک قاری صاحب حضرت کے سر مبارک پر مالش کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ خانقاہ جانا ہوا تو معلوم ہوا کہ وہ زیر عتاب ہیں۔ نہ مجلس میں آنے کی اجازت ہے اور نہ ہی مالش کرتے ہیں۔ کبھی کبھی حضرت کی جگہ نماز بھی پڑھایا کرتے تھے مگر اب نماز بھی نہیں پڑھاتے۔ عرصہ بعد معلوم ہوا کہ اس کا قصور یہ تھا۔ ان کے حجرہ کا ایک دروازہ باہر کھلتا تھا۔ رات کو ایک بزرگ مہمان تشریف لائے انہوں نے دروازہ کھول کر ان کو داخل کر لیا تھا۔ اور یہ بات حضرت کے اصول کے خلاف تھی۔ میں تو واپس وطن آگیا معلوم نہیں انہیں معافی کب ملی۔

فرمایا: کہ شب برات کے دن ایک شخص فلاں بزرگ کی خدمت میں حلو لائے انہوں نے لے لیا۔ مولوی مظفر حسین صاحب نے فرمایا کہ آپ نے کیسے لے لیا۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ پکٹا ناجائز ہے کھانا تو ناجائز نہیں۔ (فی نفسہ تو جائز ہی ہے) مولوی مظفر حسین صاحب نے فرمایا کہ جب تم لینے سے نہیں روک گے تو عوام الناس پکانے سے کس طرح رکیں گے؟ پھر حضرت نے فرمایا کہ میں شادیوں میں برادری کا کھانا نہیں لیتا۔ جنہیں محبت ہے۔ وہ بعد میں دعوت کرتے ہیں۔ بعض اپنے مکان پر بلاتے ہیں اور یہ کھانا ہنگامہ کے کھانے سے بہتر ہوتا ہے۔ بعض گھر بھیج دیتے ہیں۔ دین میں دنیا کا بھی فائدہ ہے۔

فرمایا: کہ مجھے سمجھدار آدمی بڑا اچھا معلوم ہوتا ہے یا وہ شخص جو بالکل سمجھ نہ رکھتا ہو۔ بین بین کا جو اپنی رائے چلائے موڈی ہے۔

فرمایا: خدا تعالیٰ کا ایسا کوئی محبوب نہیں کہ جو چاہے کئے جائے اور وہ کچھ نہ کہیں بلکہ جن سے انہوں نے مغفرت کا وعدہ بھی کیا ہے وہ تو اور زیادہ ڈرتے ہیں۔

فرمایا: ایک بزرگ کی خدمت میں ان کے ایک معتقد حاضر ہوئے بس مل کر مرجھا گئے۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا بات ہے۔ عرض کیا کہ یہاں آکر ایک عجیب بات دیکھی کہ آپ کی سورکی سی شکل نظر آتی ہے۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ تم جا کر ایک چلہ کھینچو پھر جہ آئے تو کہنے کی شکل نظر آئی۔ اسی طرح پھر بیلی کی پھر انسان کی سی نظر آئی تب ان بزرگ نے فرمایا کہ یہ خرابی تمہارے اندر تھی۔ میں تو آمینہ ہوں۔ جیسی تمہاری حالت تھی ویسی تمہیں میرے اندر نظر آئی۔

فرمایا: کہ استغراق کی حالت مشابہ نوم کے ہے مگر لوگ خواب کو تودیع نہیں سمجھتے لیکن استغراق کو بہت بڑا سمجھتے ہیں۔ حضرت عبید اللہ احرار فرماتے ہیں کہ استغراق میں ترقی نہیں ہوتی۔ کیونکہ ترقی عمل سے ہوتی ہے اور اس حالت میں عمل ہوتا نہیں۔

دوران درس شہوی میں فرمایا کہ اہل اللہ کی معیت رسول اللہ کی معیت ہے۔

فرمایا: کہ خمر سے کوئی انتفاع جائز نہیں۔ اس کی طرف دل خوش کرنے کے لئے دیکھنا بھی ناجائز ہے۔ فقہاء نے لکھا ہے۔

فرمایا: کہ تقیہ کا حاصل ہے ضرر کے خوف سے مذہب کا چھپانا مگر ہمارے یہاں ضرر شدید کا خوف ہو جائز

ہے۔

فرمایا: کہ مردوں کے روح آنے کا خیال غلط ہے کیونکہ جو تک نہیں وہ تو دنیا میں آنا نہیں چاہتے اور جو بد ہیں انہیں اجازت نہیں مل سکتی۔

فرمایا: کہ راہزن اسی طریق کا کبر ہے مثلاً برا ماننا اصلاح سے اور فرمایا کہ تعلیم بدوں صحبت کے کافی نہیں ہوتی زیادہ تر صحبت کی ضرورت ہے۔

فرمایا: کہ غیر اللہ سے توجہ ہٹا کر حق تعالیٰ کی طرف لگنا اس کو دُٹائے علی کہتے ہیں۔

فرمایا: کہ مولانا محمد یعقوب صاحب فرماتے تھے کہ یہ بھی ایک قسم کا دوام ہے کہ کبھی ہو اور کبھی نہ ہو یہ تسلی کے واسطے فرمایا یعنی مجبوری کو ایسا ہی دوام کر لے۔

فرمایا: کہ یہی راستہ ہے حق تعالیٰ تک پہنچنے کا کہ اخلاق رزقہ جاتے رہیں - حمیدہ پیدا ہو جائیں - معاصی چھوٹ جائیں - اطاعت کی توفیق ہو جائے - غفلت عن اللہ جاتی رہے اور توجہ الی اللہ پیدا ہو جائے۔

مولوی محمد حسن صاحب امرتسری نے عرض کیا کہ ہم لوگوں کو تو بہت وقت مجالست کے لئے دیا جاتا ہے جو حضرت والا کی شفقت اور محبت پر مبنی ہے۔ اگر یہ حکم دیا جائے کہ سال بھر تک دروازہ پر کھڑے رہو ایک سال کے بعد ملاقات کی اجازت ہوگی اس پر بھی ہم لوگوں کی خوشی قسمتی ہے اور حضرت والا کا احسان ہے۔ فرمایا یہ آپ کی محبت کی بات ہے۔

فرمایا: کہ بہت سے تجربوں کے بعد یہاں پر قواعد مرتب ہوتے ہیں ان قواعد سے طرفین کی راحت مقصود ہوتی ہے۔ خدا نخواستہ حکومت تھوڑا ہی مقصود ہے اور جیسا مجھے دوسروں کی اصلاح کا اہتمام ہے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے اپنی اصلاح کا بھی خاص اہتمام ہے اور صاحب کون بے فکر ہو سکتا ہے کس کو خبر ہے کہ آخرت میں میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔

فرمایا: کہ جماعت سے جدا ہو کر وہ حالت ہی نہیں رہتی یہ سب طے جملے رہنے کی برکت ہوتی ہے کہ آدمی اپنے کام میں لگا رہتا ہے۔ اور اسی میں عافیت ہے بڑوں کے لئے بھی اور چھوٹوں کے لئے بھی یعنی جیسے چھوٹوں کو بڑوں کی ضرورت ہے اسی طرح بڑوں کو ضرورت ہے کہ چھوٹوں کی صحبت ہو۔ اس پر کہ اپنی جماعت سے جدا ہو کر وہ حالت نہیں رہتی یاد آیا کہ ہمارے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب فرمایا کرتے تھے کہ بھائی ہماری مثال روڈ کی گودام کے کارنگروں جیسی ہے جب تک گودام کے اندر ہیں سب کچھ ہیں اور جہاں گودام سے باہر ہوئے نہ مستری، مستری ہیں اور نہ کارنگر کارنگر ہیں اسلئے وہاں تو مشینیں کام کرتی ہیں اور وہ محض چلانے والے ہیں اس لئے جب اس احاطہ سے باہر ہوئے کچھ بھی نہیں۔ سب کارنگری ختم۔ اسی طرح جب تک ہم اپنی جگہ پر ہیں سب کچھ ہیں سب کام ہو رہے ہیں درس و تدریس بھی ہے تہجد بھی ہے۔ ذکر و شغل بھی ہے۔ باہر نکل کر کچھ بھی نہیں رہتا۔ یہ مانتا ہے ہمارے کمالات کا میں تو اس کو بہت ہی بڑا فضل خداوندی سمجھتا ہوں کہ جس کو اپنوں کی معیت نصیب ہو جائے۔ ورنہ

یہ زمانہ بہت ہی پر فتن ہے دوسری جگہ جاکر وہ حالت رہتی ہی نہیں اکثر تجربہ ہو رہا ہے۔
 فرمایا: کہ بڑی ضرورت اسکی ہے کہ ہر شخص اپنی فکر میں لگے اور اپنے اعمال کی اصلاح کرے۔ آجکل یہ
 مرض عام ہو گیا ہے عوام میں بھی اور خواص میں بھی کہ دوسروں کی تو اصلاح کی فکر ہے اپنی خبر نہیں۔
 میرے ماموں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ بیٹا دوسروں کی جوتیوں کی حفاظت کی بدولت اپنی گھٹری نہ اٹھوا
 دینا۔ واقعی بڑے کام کی بات فرمائی۔

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ فلاں مولوی صاحب مرے ہوئے کو کہتے ہیں اور یہ بھی کہتے
 تھے کہ ارادہ تو بہت دنوں سے ہے مگر حضرت مولانا کے جلال کی وجہ سے پورا نہیں ہوا تھا اب یہ ارادہ
 کر لیا ہے کہ چاہیں ماریں پیشیں اب تو ضرور ہی جاؤں گا فرمایا خدا معلوم لوگ کیا سمجھتے ہیں۔ میں بلا وجہ
 تھوڑا ہی کچھ کہتا ہوں۔ تبسم فرما کر بطور مزاح فرمایا کہ لوگ تو مجھ کو حلال (ذبح) کرتے ہیں۔ میں
 جلال بھی نہ کروں۔ میرے جلال کو تو دیکھتے ہیں اپنے جمال کو نہیں دیکھتے۔ معلوم نہیں یہاں کونسا سامان
 جلال اور ہیبت کا ہے۔ بعض لوگ قلیل الکلام ہوتے ہیں اس سے بھی رعب ہوتا ہے اور میں اس قدر بکی
 ہوں کہ ہر وقت بولتا ہی رہتا ہوں مگر پھر بھی نامعلوم لوگ کیوں اس قدر مجھ کو ہوا بٹائے ہوئے ہیں۔

فرمایا: کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ کے عام دسترخواں پر ایک بدوی بھی بیٹھا ہوا کھانا کھا رہا تھا۔ دیہاتیوں
 کی طرح بڑے بڑے لقمے بنا کر کھا رہا تھا حضرت معاویہؓ نے بوجہ خیر خواہی کے فرمایا کہ اے شخص اپنی جان
 پر رحم کر اور چھوٹا لقمہ بنا کر کھا کیس لگے میں نے انک جاے۔ یہ کتنا تھا کہ فوراً دسترخوان سے وہ بدوی
 اٹھ گیا اور چلدیا حضرت معاویہؓ نے اسکو روکا اس نے کہا کہ زیبا نہیں کہ کوئی شریف آدمی آپ کے دستر
 خوان پر کھانا کھائے آپ مہمانوں کے لقمے نکلتے ہیں کہ کون بڑا لیتا ہے اور کون چھوٹا۔ آپ کو اس سے کیا
 تعلق کہ کوئی کس طرح کھاتا ہے آپ کو دسترخوان پر مہمانوں کو بٹھلا کر اس طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھنا
 چاہیئے البتہ کھانے کی کفایت کی نگرانی ضروری ہے۔ یہ کہہ کر چلتا ہوا۔ حضرت معاویہؓ نے بعد اسکی کوشش
 کی کہ کھانا کھا کر جائے مگر وہ نہیں مانا۔ فرمایا آداب میزبانی کے خلاف ہے مہمان کو کھاتے ہوئے نکلا اس
 سے اسپر شرم دامنگیر ہوتی ہے اور وہ پیٹ بھر کر کھانا کھا نہیں سکتا۔ کیا ٹھکانہ ہے اسوقت کے بدوی بھی
 ایسے ہوتے تھے۔ آجکل یہ مدعیان تمدن میں بھی نہیں معمولی لوگ تو بیچارے کس شمار میں ہیں۔

فرمایا: کہ حضرت معاویہؓ کے واقعہ پر یاد آیا ایک شخص نے ایک کم علم ذہین مولوی صاحب سے دریافت کیا
 کہ حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان جو جنگ ہوئی اس میں حضرت معاویہؓ کا یہ فعل کس درجہ کا ہے
 مولوی صاحب نے فرمایا کہ بھائی حضرت معاویہؓ کی اجتہادی خطا ہے اور اس لئے وہ امر خفیف ہے۔ حضرت
 والا نے فرمایا کہ یہ ہی ہمارے بزرگوں کا عقیدہ ہے یہ سنکر وہ شخص کہتا ہے کہ جس درجہ کا شخص ہوتا ہے
 اسی درجہ کی اسکی خطا ہوگی۔ اس لئے اس خطا پر شدید سزا ہونی چاہیئے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ ارے
 یہ کیا تھوڑی سزا ہے کہ ایک صحابی پر ہم نالائق یہ حکم کریں کہ انہوں نے خطا کی ورنہ ہمارا کیا منہ تھا ہم

گندے ناپاک اور وہ سہلی - فرمایا واقعی عجیب و غریب جواب ہے - ان ہی مولوی صاحب کا دوسرا واقعہ جس سے ان کی حالت حب رسول کا پتہ چلتا ہے جب پہلا واقعہ حب صحابہ پر دال ہے یہ ہے کہ اول انہوں نے یہ قصہ لکھا ہے کہ باوجود حضورؐ کی کوشش کے ابو طالب ایمان نہیں لائے اس کے بعد لکھا ہے کہ اگر بجائے ابو طالب کے مجھ کو حق تعالیٰ دوزخ میں بھیج دیں اور ابو طالب کو جنت میں تو میں راضی ہوں کیونکہ میرے نبی کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں - یہ ان کی حالت ہے جن کا شمار بڑے لوگوں میں نہیں مگر محبت کا اثر ہے بزرگوں کی - یہ لوگ خشک انہیں کو دہائی کہتے ہیں -

فرمایا: ایک پیر کے نام کا مریدین وظیفہ پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کا نام ہے یا وارث میں نے کہا کہ ہاں ایک ہی تو نام ہے خدا کا یا وارث اور تم اس ہی نیت سے تو پڑھتے ہو - ایک صاحب نے عرض کیا کہ حیدر آباد میں ایک پیر آئے تھے فلاں مقام پر - جب حلقہ کرتے تھے تو اس میں یا بھیک یا بھیک کا نعرہ لگاتے تھے - مجسم فرما کر بطور مزاح حضرت والا نے فرمایا کہ لا بھیک لا بھیک ہی کا نعرہ کیوں نہ لگائے مقصود بھی حاصل ہوتا اور جائز بھی ہو جاتا یعنی کچھ مل بھی جاتا - فرمایا ان ہی شریکات میں مبتلا ہیں اس کا سبب جمل ہے -

فرمایا: کہ بزرگوں نے لکھا کہ کفر سے سلطنت کو زوال نہیں ہوتا ظلم سے زوال ہوتا ہے -

فرمایا: کہ شورش کے زمانہ میں یہاں تک نوبت آگئی تھی کہ ایک بہت بڑے علامہ نے اسی زمانہ میں مجھ سے بیان فرمایا کہ ہمارے یہاں ایک فتویٰ آیا کہ ولایتی کپڑا پہننا جائز ہے یا نہیں اب اگر یہ لکھا جاتا ہے کہ جائز ہے تو اپنے مقاصد میں خلل آتا ہے اور ناجائز کیسے کہیں کیونکہ واقعہ میں تو جائز ہی ہے اس لئے اس کے خلاف بھی نہیں کر سکتے تو اب کیا کریں فرماتے تھے کہ یہ جواب دیا گیا کہ ولایتی کپڑا پہننا قابل مواخذہ ہے اور کہنے لگے کہ اس لکھنے میں حکمت یہ تھی کہ وہ یہ سمجھیں کہ خدا کے یہاں مواخذہ ہوگا اور ہم سمجھیں کہ اپنے دوستوں میں مواخذہ ہوگا - میں نے کہا مولانا توبہ کیجئے یہ تو شریعت مقدسہ میں تحریف ہے اور مسلمانوں کو دھوکا دیتا ہے - فرمایا کہ ایسی ایسی باتیں سن کر دل کانپ جاتا تھا کہ اے اللہ دین کا ان لوگوں کے دلوں سے احرام ہی جاتا رہا - حضرت عوام کی کیا شکایت کی جائے وہ تو بوجہ جمل کے ایک درجہ میں معذور بھی سمجھے جاسکتے ہیں لیکن ان لکھے پڑھے جنوں کو کوئی کیا سمجھائے -

فرمایا: کہ کس طرح دل میں ڈال دوں جی چاہتا ہے کہ سب اس طرح راہ پر آجائیں کہ انکی ہر ادا سے اسلام کی شان ظاہر ہو جیسے حضرت صحابہ کرام کو لوگ دیکھ کر اسلام قبول کرتے تھے یہ ان کا نمونہ بن جائیں - دین و دنیا کی فلاح اسی میں مضمر ہے - یہ امر واقعی ہے کہ اگر مسلمان اپنی اصلاح کر لیں اور دین ان میں رائج ہو جائے تو دین تو وہ ہے ہی لیکن دنیوی مصائب کا جو کچھ آج ان پر ہجوم ہے ان شاء اللہ چند روز میں کایا پلٹ ہو جائے اور گو اس پر دلائل بھی ہیں مگر اسکا جو حصہ ذوقی ہے چاہتا ہوں کہ اس کو ظاہر کر دوں مگر ان کے اظہار پر قدرت نہیں -

مضمون: شجرہ بھی بھیجیں۔ جواب: اگرچہ شجرہ نہ ہو۔

فرمایا: کہ میری عادت ہے کہ جو خط آتا ہے اسی مضمون پر خط کھینچ کر جواب لکھ دیتا ہوں۔ اس پر ایک شخص نے لکھا تھا کہ میرے ہی خط پر آپ نے لکھ دیا میری بڑی اہانت کی۔ فرمایا کہ بندہ خدا میں نے تو اہانت کی اہانت نہیں کی ایسے ایسے خوش فہم دنیا میں موجود ہیں۔

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کو اپنے متعلقین سے بید محبت ہے امید ہے کہ حضرت آخرت میں اسی طرح یاد رکھیں گے اور پہچان لیں گے فرمایا محبت کا دعویٰ تو بہت بڑی چیز ہے یوں بھی تو آپ پوچھ سکتے ہیں کہ اپنے دوستوں کے لئے دعاء بھی کرتا ہے۔ مجھ کو اپنے دوستوں کی حالت کی معرفت ہی نہیں اور محبت فرع ہے معرفت کی اور معرفت اس لئے نہیں کہ اپنی حالت خود ہی کو خوب معلوم ہوتی ہے اس لئے میں محبت کا دعویٰ نہیں کرتا۔ یہ بڑی چیز ہے ہاں خیر خواہی کا دعویٰ کرتا ہوں کہ اپنے دوستوں کا خیر خواہ ضرور ہوں۔

ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص آئے اور عرض کیا کہ ایسا وظیفہ بتلاؤ مجھے گا کہ خواب میں حضور کی زیارت نصیب ہو جائے فرمایا کہ آپکا بڑا حوصلہ ہے ہم تو اس قابل بھی نہیں کہ روضہ مبارک کے گنبد شریف ہی کی زیارت نصیب ہو جائے اللہ اکبر کس قدر شکستگی اور تواضع کا غلبہ تھا اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ یہ سن کر ہماری آنکھیں کھل گئیں حضرت کی عجیب شان تھی اس فن کے امام تھے ہر بات میں شان محققیت و حکمت ٹپکتی تھی یہ ہی وجہ ہے کہ حضرت کے خادموں میں سے کوئی محروم نہیں رہا ہر شخص کی اصلاح اور تربیت اسکی حالت کے مطابق فرماتے تھے اسی تواضع کو مولانا فرماتے ہیں۔۔۔

فہم	و	خاطر	تیز	کردن	نیت	راہ
جز	شکستہ	مے	نگیرد	فضل	شاہ	
ہر	کجا	پستی	است	آب	آنجا	رود
ہر	کجا	دردے	شفا	آنجار		رود

وہاں تو مٹ جانے اور فنا ہو جانے کا سبق ملتا تھا حضرت کی خود یہ حالت تھی کہ اپنے ہر ہر خادم کو اپنے سے افضل سمجھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ آنے والوں کے قدموں کی زیارت کو اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھتا ہوں حضرت پر شان عہدیت کا غلبہ رہتا تھا وہ عہدیت ہی اس ارشاد کا منشاء تھا۔ مطلب یہ تھا کہ اپنی اہلیت کا اعتقاد نہ رکھے باقی تمنا کی ممانعت نہیں۔

فرمایا: ایک بدوی نے مجھے کہا کہ مدینہ میں سیلاب آیا ۱۶ لاشیں کھل گئیں۔ بدن میں فرق نہ تھا کپڑے بھی گلے نہ تھے۔

فرمایا: باوجود جی نہ لگنے کے کام میں لگا رہنا سخت مجاہدہ ہے اور مجاہدہ ہی اصل طریق ہے پھر فرمایا اللہ تعالیٰ

کے کام میں بھی راحت دھونڈتے ہیں پھر دنیا داروں اور اللہ والوں میں کیا فرق ہوا۔

فرمایا: خدا نہ کرے کہ طالب علموں کی حاجات امرا کے سامنے پیش کی جائیں۔ دل چاہتا ہے کہ طالب علم بادشاہ بن کر رہیں تاکہ ان میں استغناء کی شان پیدا ہو اور دوسرے لوگ ان کو دیکھ کر سبق حاصل کریں۔

فرمایا: اصل معیار سب سے متعبر کا سب سے کی متابعت ہے کہ ظاہر اقوال و افعال اور اخلاق سب سے سب سے مطابقت ہونے لگیں ورنہ کچھ بھی نہیں۔

فرمایا: حق وہ چیز ہے کہ تمام عالم میں اگر ایک شخص صاحبِ حق ہوا اسکو کسی کی پرواہ نہیں ہوتی۔ دیکھو جب حضرت ابوبکرؓ نے مائنین زکوٰۃ پر جہاد کا مشورہ کیا تو سب کی یہ رائے ہوئی کہ اسوقت میں تالیفِ قلوب مناسب ہے اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ تم میں سے اگر کوئی میرے ساتھ نہ ہوگا تو میں اکیلا قتال کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "ان اللہ معنا" حضور سرور عالمؐ کے ہمراہ میں ہی تھا اس لئے معنا میں ضمیر میری طرف راجع ہے جب میرے ساتھ خدا ہے میں خود سب کام کر لوں گا۔ حق کی معیت ہوتے ہوئے مجھ کو کسی معیت کی حاجت نہیں۔

فرمایا: کہ امام ابوحنیفہؒ کے عہد قضاء قبول نہ فرمانے کا قصہ اس طرح پر ہے کہ خلیفہ نے اپنی کوئی جائیداد کسی کے نام بہر کی تھی اور سب نے تو دستخط کر دیئے اس لئے کہ ہم بادشاہ کو تو پہچانتے ہی ہیں۔ جب امام صاحب کے پاس کاغذ دستخطوں کے لئے گیا تو آپ نے فرمایا کہ بادشاہ میرے سامنے اقرار کریں تب دستخط کروں گا۔ لوگوں نے کہا کہ اس کاغذ پر بادشاہ کے دستخط ہو رہے ہیں۔ فرمایا کہ دستخطِ حجت شرعیہ نہیں اور یہ بھی فرمایا کہ سامنے اقرار دو صورت سے ہو سکتا ہے یا تو وہ میرے پاس آئے یا میں انکے پاس جاؤں اور میرا کوئی کام نہیں جو میں جاؤں۔ ان کا کام ہے وہ یہاں آئیں۔ بادشاہ کو اس بات کی خبر ہوئی انہوں نے اپنے قاضی سے پوچھا کہ آیا یہ مسئلہ شرعی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں مسئلہ تو یہی ہے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تم نے دستخط کیوں کئے۔ انہوں نے کہا کہ آپ کے لحاظ سے بادشاہ نے کہا جو شریعت کے مقابلہ میں لحاظ کرے وہ قاضی ہونے کے قابل نہیں ہے اس لئے امام صاحب کو قاضی بنانا چاہیئے۔ امام صاحب نے منظور نہ کیا بس بادشاہ نے ان کو جیل خانہ بھیج دیا وہاں آپکے سوتازیانہ روز لگا کرتے تھے اور اسی میں انتقال فرمایا۔

فرمایا: کہ یہ تجربہ کر لیا ہے کہ دو شخص برابر حسن کے ہوں اور ایک ان میں سے اللہ والا ہو تو اللہ والے کی طرف زیادہ دلکشی ہوگی اگرچہ حسن میں وہ اللہ والا کم بھی ہو تب بھی اسی کی طرف دل کھینچتا ہے۔

فرمایا: کہ میرا مزاج گرم ہے یہ انجن کا کام دیتا ہے اس سے ہر کام کا تقاضا ہوتا ہے کہ جلدی کرو جلدی کرو۔ فرمایا: جب سے اپنے اللہ کی غلامی اختیار کی ہے تب سے اور کسی کی غلامی نہیں ہو سکتی ہے۔

دعاء قبول ہونے کے متعلق فرمایا کبھی جو کچھ آدمی مانگتا ہے اس سے بہتر چیز اسے مل جاتی ہے مثلاً کوئی

سوروپے اللہ میاں سے مانگے اور دو رکعت آخر شب میں نصیب ہو جائیں اور سوروپہ نہ ملیں تو دعاء قبول تو ہو گئی کیا دو رکعت سوروپے سے بھی کم ہیں۔

فرمایا: کہ مولوی فضل حق صاحب کو قطرہ کا عارضہ تھا اس وجہ سے وہ ڈھیلا نہ لیتے تھے صرف پانی سے استنجا کر لیتے تھے کسی متعصب شیعی نے طعن کے طور پر کہا کہ اب تو آپ بھی پانی سے استنجا کرنے لگے ہیں اس کا سبب دریافت کیا۔ مولوی صاحب نے فی البدیہہ جواب فرمایا کہ جب سے مجھے سلسل یوں کا مرض ہو گیا ہے تب سے میں شیعوں کے مذہب پر پیشاب کرنے لگا ہوں۔ پھر فرمایا کہ اہل علم کے دل میں کسی کی بیعت نہیں ہوتی یوں کسی مغرت کی وجہ سے ڈر جائیں وہ اور بات ہے ایسے تو آدمی کٹ کھنے کتے سے بھی ڈرتا ہے مگر ان کے دل میں کسی کی بیعت نہیں ہوتی۔

فرمایا: کہ ایک مرتبہ مولانا رشید احمد صاحب کو ایک صاحب سے ایذا پہنچی۔ مولانا خلیل احمد صاحب نے اس احتمال سے کہ کہیں بددعاء نہ کر دیں۔ حضرت سے عرض کیا کہ بددعاء نہ کیجئے مولانا بہت گھبرائے اور فرمایا کہ توبہ توبہ مسلمان کہیں بددعاء بھی کیا کرتے ہیں۔ استغفر اللہ۔

فرمایا: بیشتر دیکھا ہے جس کی طرف میرے قلب کو التفات ہوا اس کے امتحان کی کبھی ضرورت نہیں ہوتی وہ اچھا ہی لکھتا ہے۔

ایک ضلع میں ایک شخص ترکی ٹوپی پہن کر یکجہری میں گئے۔ صاحب کلکٹران پر بہت ناراض ہوئے کہ تم سرکار کے مخالفوں کی ٹوپی اوڑھ کر کیوں آئے ہو اور سپرنٹنڈنٹ کو بلایا کہ ان کو گرفتار کر لیا جائے فرمایا کہ میں تو کہتا ہوں ”من تشبہ بقوم فهو منهم“ مسئلہ عقلی ہے دیکھو صاحب بہادر کو بھی ناگوار ہوا کہ یہ انور بے کی ٹوپی ہے مگر ہمارا کتنا تو کوئی ستانی نہیں جب صاحب بہادر کہہ دیں تب صحیح ہے۔ فرمایا: مال کی قدر کرو۔ مال دنیا کی زندگی کا سارا ہے۔ ہوش اور عقل کے ساتھ خرچ کرو اگر خرچ کرنے میں جوش ہو تو اللہ کی راہ میں دوعافیت بڑی نعمت ہے۔ مگر بہت زیادہ مال جمع کرنے کی فکر میں نہ پڑو۔ جتنا مال زیادہ اتنے بکھیرے ہزاروں فکریں۔

فرمایا: اگر حق تعالیٰ کھانے پینے کو اچھا دیں اسوقت خستہ حالت میں رہنا ناشکری ہے نعمت کی بے قدری ہے شریعت نے حکم دیا ہے کہ اپنی جان کو راحت دو۔ جان بھی اللہ کی مخلوق اور مملوک ہے عارف اس اعتبار سے حقوق نفس ادا کرتا ہے کہ حق تعالیٰ کا فرمان ہے۔

ایمان اور عمل کے کمال کا نام عبادت ہے یا غلامی ہے اللہ اور رسول کی ہر بات کو بے چوں و چرا ماننا اور عمل کرنا اور ان کی رضا اور خوشی میں اپنی خواہش اور مرضی کو فنا کر دینا۔ انسان کو جس بات کو حاصل کرنے کے لئے دنیا میں بھیجا گیا ہے وہ یہی عبادت ہے اور کمال عبادت یہ ہے کہ بندہ اپنے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے اور حق تعالیٰ جو تصرف اس کے اندر کرے اس پر راضی رہے۔

باب ششم

حضرتؒ کے وصال کے بعد میرا اصلاحی تعلق

گذشتہ واقعاتِ عتاب سے واضح ہے کہ حضرت خواجہ صاحب میرے کتنے بڑے محسن تھے۔ انہی کی برکت سے میری بگڑی بن جاتی تھی۔ ورنہ میں اس دربارِ عالی میں بیٹھنے کے لائق نہ تھا۔۔۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال فرما جانے کے بعد تعلیم و اصلاح کے لئے میری نظر انتخاب حضرت خواجہ صاحب ہی کی طرف اٹھتی تھی سوا اُدھر ہی اٹھی۔ اس ناکارہ خلائق کی تعلیم کے سلسلہ میں حضرت خواجہ صاحبؒ کے بھی کچھ ارشاداتِ عالیہ سن لیجئے۔ بہت ہی قیمتی سرمایہ ہیں۔ پہلے حضرت خواجہ صاحب ہی کا ایک ملفوظ سن لیجئے: ایک دفعہ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ نے فرمایا کہ ”مجھے دنیا سے اپنے جانے کا کوئی فکر و خیال نہیں جبکہ میرے بعد یہ دونوں دنیا میں موجود ہوں“۔ خواجہ صاحب نے دریافت کیا گیا کہ یہ ”دونوں“ سے مراد کون ہیں؟ فرمایا ایک تو حضرت مفتی محمد حسن صاحب اور دوسرے پر خاموش ہو گئے۔ غالباً دوسرے سے مراد حضرت خواجہ صاحب ہی ہیں۔ (ذکر مجذوب، ص: ۶۹)

بیس بلادوں کہ حضرت خواجہ صاحب کے رحلت فرما جانے کے بعد میری تعلیم کی ذمہ داری حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ نے قبول فرمائی۔ حضرتؒ کے بعد تجدیدِ بیعت تو نہیں کی لیکن تعلیم و اصلاح کے لئے خود کو ان دو حضرات کے سپرد کر دیا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد درخواستِ تعلیم سے قبل حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں یکم شعبان ۱۳۶۲ھ کو خط لکھا، جس کا مضمون یہ تھا:

والا نامہ سے دل کو قرار ہوا حق تعالیٰ اور حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی محبت بڑھی اور ایمان میں زیادتی محسوس ہوئی۔ بار بار خط کو پڑھتا ہوں دل بھرتا ہی نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے جنت میں بیٹھا ہوں۔ عجیب نسخہ عطا فرمایا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک کا لکھا ہوا ایک ایک خط سلطنت سے بھی بہتر معلوم ہوتا ہے اور خط سینکڑوں ہیں۔ دل میں عجیب نشہ ہے۔ دل چاہتا ہے اب کوئی ایسی بات نہ ہو جو حضرت والا کے ارشاداتِ عالیہ کے خلاف ہو۔

حضرت خواجہ صاحبؒ کا جواب: مشفق و محترمی زید محمد کم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کے جذبِ محبت اور جوشِ طلب بہت غبطہ ہوا اللہ تعالیٰ روز افزوں فرمائے اور اس نااہل اور ناکارہ کو بھی ایک ذرہ اپنی محبت اور طلب کا آپ جیسے حضرات کی دعوات و توجہات کی برکت سے عطاء فرماوے۔ حضرتؒ کے والا نامہ جات کو بہت ہی احتیاط سے محفوظ رکھا جائے۔ مجھے بھی اب ایک ایک حرف کی جو حضرت کے قلمِ مبارک سے نکلا ہے بچہ قدر ہو رہی ہے اور چاہتا ہوں کہ محفوظ کر لوں۔ حسب

موقعہ ان شاء اللہ درخواست کروں گا۔ آپ بھی ہمیشہ انہیں اپنے مطالعہ اور عمل میں رکھیں ان شاء اللہ بے حد مفید پائیں گے۔ یہ بہت ہی مبارک کیفیت ہے کہ حضرت عالی کی تعلیمات و ارشادات کے خلاف کوئی بات ہونے کو اب دل گوارا نہیں کرتا۔ بس یہی چیز حق تعالیٰ اور حضرت والا کے سامنے سرخرو بنانے کی ہے۔ اس کیلئے ہمت اور خلوص کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ حضرت کا ارشاد تھا، آپ فرماتے تھے کہ "ان دونوں میں سے بھی ہمت اصل ہے جو خلوص کے لئے بھی درکار ہے۔"

بقیہ مضمون: آجکل حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کا تصور بلا اختیار رہتا ہے اور اس میں عجیب لذت محسوس ہوتی ہے۔ بعض دفعہ تو قصداً ایسا سوچ کر کرتا ہوں۔ مجھے اس سے نفع معلوم ہوتا ہے اگر ایسا کرنا اچھا نہ ہو تو متنبہ فرماویں۔

جواب حضرت خواجہ صاحب: بلا اختیار میں تو کچھ حرج ہی نہیں اور اگر کبھی کبھی بقصد وہ اختیار بھی ہو "محض تصور شیخ کے درجہ میں بلا فسادِ عقیدہ" تو حسب ارشاد حضرت والا بعض طبائع کو وہ بھی نافع ہے لیکن یہ تصور ہو کہ میری روح حضرت کی روح سے متصل ہے اور اس کی کیفیات خاصہ استحضارِ حق و انجذابِ حق میری روح میں آرہی ہیں۔"

عمر بھر کے لئے دستور العمل

مضمون: حضرت خواجہ صاحب ارشاد فرمائیے کہ کونسا کام زیادہ احتیاط سے کروں کہ حضرت اقدس سے مناسبت کاملہ حاصل ہو۔

جواب حضرت خواجہ صاحب: وہی تعلیمات و ہدایات جو اتباعِ سنت کے مترادف ہیں پر حتی الامکان عمل۔ جس کے لئے ہمت کی ضرورت ہے۔ جب کوتاہی ہو فوراً استغفار و تدارک کر کے پھر مستعدی سے کام میں لگ گئے۔ نفس کو ڈھیل نہ دی جائے بس عمر بھر کے لئے یہی دستور العمل کافی ہے۔

مضمون: یہ بھی ارشاد فرمائیے کہ قبر شریف کے متعلق کیا تصور کروں جس سے مجھے فیض ہوتا رہے۔

جواب حضرت خواجہ صاحب: قبر کے تصور کی ضرورت نہیں۔ بس یہ تصور کافی ہے کہ حضرت کی روح اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ اور استحضارِ حق میں مستغرق ہے اور میری روح بھی اس سے متصل ہے اور وہ بھی مثل اس کے الکی برکت سے مستغرق بیاہِ حق ہے۔

مضمون: خط کے طویل ہونے کی باادب معافی چاہتا ہوں۔

جواب حضرت خواجہ صاحب: اس کی کیا ضرورت ہے۔ بقول حضرت اقدس کہ "طول زلف محبوب بھی کبھی کسی کو ناگوار ہوتا ہوا دیکھا گیا ہے۔ کچھ دنوں بعد ان شاء اللہ خود سکون ہو کر براہِ راست حق تعالیٰ کا تصور رہنے لگے گا۔"

تھمتے ہی تھمتے میرے آنسو

رہا ہے یہ کچھ ہنسی نہیں ہے
بتکلف نہیں حقیقت دعاے اصلاح کا محتاج (احقر عزیز الحسن عفی عنہ)

تکمیل نسبت کے لئے دعاے خاص

آگے بلا سوال حضرت خواجہ صاحب نے تحریر فرمایا: "اللہ تعالیٰ ہم سب کی تکمیل اصلاح فرمائے۔" رہنا اتمم لنا ورنانا و اغفر لنا انک علی کل شیء قدير "میں تو اپنے لئے اور اپنے سب پیر بھائیوں کے لئے یہی دعاء کیا کرتا ہوں۔ آپ کا بھی جی چاہے تو ہم سب کے لئے یہ دعاء کر دیا کریں۔
حضرت نے کسی جگہ اس آیت کو نسبت باطنی کی دلیل میں لکھا ہے۔ چنانچہ اس دعاء کے وقت تقویت و تکمیل نسبت مع اللہ کا تصور بھی کر لیتا ہوں۔

درخواست تعلیم

مضمون: والاناہ ہزار ہا انوار و برکات لایا۔ دل بھر بھر کر پڑھ لیا اور اپنے آپ کو خوش کر لیا۔
ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہم حضرت والا کے ساتھ جنت میں ہوں۔

جواب حضرت خواجہ صاحب: یہ سب حب فی اللہ کے آثار و علامات ہیں۔ اللہم زد فزود۔ اللہ تعالیٰ جانہیں کے لئے موجب نورانیت و برکت فرماوے اور دونوں کو ذکر مع الفکر میں ہمہ اوقات مشغول فرمائے جو کلیدِ جملہ سعادت ہے۔

مضمون: اللہ تعالیٰ آپ کا مبارک سایہ اس ناچیز کے سر پر سلامت رکھیں۔
جواب حضرت خواجہ صاحب: اللہ تعالیٰ آپ کے اس حسن ظن کو آپ کے لئے بھی اور اس ناکارہ کے لئے بھی نافع فرمائے۔

مضمون: حضرت خواجہ صاحب! یہ ناکارہ آئندہ اپنے آپ کو تعلیم کے لئے آپ کے سپرد کرتا ہے۔ اللہ منظور فرمائیں!

جواب حضرت خواجہ صاحب: اس ضابطہ کی کیا حاجت ہے۔ میں تو یوں بھی گویا "مان نہ مان میں تیرا میزان"۔ ہوں پوچھنے پر بلکہ بے پوچھے بھی جو الٹا سیدھا سمجھ میں آتا ہے۔ عرض کرتا ہی رہتا ہوں اور کرتا ہی رہوں گا۔

نقل ارشاداتِ مرشدی سے کم
آنچہ مردم می کند یوزینہ ہم
اصل کی برکت سے لیکن کیا عجب
نقل سے بھی ہو وہی فیض اتم

مضمون: مفتی محمد حسن صاحب اور مولانا خیر محمد صاحب کی خدمت بابرکت میں بھی ان شاء اللہ حاضر ہوتا رہوں گا۔

جواب حضرت خواجہ صاحب: بہت مناسب بلکہ ایک گو نہ ضروری ہے اپنے حضرات سے ملنے رہنے سے بہت نفع پہنچتا ہے۔

مضمون: جالندھر اور امرتسر میں تشریف آوری کا مڑہ پیلے مل چکا ہے۔ یہ ناکارہ بھی سفر میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہے۔ اللہ اجازت فرماویں۔ اگر تاریخ مقرر فرمائی ہو تو تاریخ تشریف آوری سے بھی مطلع فرماویں۔

جواب حضرت خواجہ صاحب: بسر و چشم۔ ان شاء اللہ تعالیٰ احقر معہ مولوی ظہور الحسن صاحب اور حافظ محمد عمر صاحب اور مولوی محمد عبدالکریم صاحب سرحدی اور مولوی عبدالودود صاحب پشاور اور شاید مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی کے ۱۷ جولائی ۱۹۴۳ء کو ۱۱ بجے دن کو جالندھر پہنچے گا۔ بشرطیکہ مولوی خیر محمد صاحب کا جواب آگیا کہ وہ وہاں ہوں گے۔ پھر ۱۸ جولائی کو اسی ریل سے امرتسر ایک بجے دن کو ان شاء اللہ پہنچیں گے۔ والسلام!

احقر جالندھر پہنچا۔ حضرت خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ صاحب کی چار پائی سائے مدرسہ کے ایک کمرہ کی چھت پر بچھوائی اور میری چار پائی بھی ساتھ بچھوا دی۔ بعد نماز عشاء مولانا اپنے مکان پر تشریف لے جانے لگے تو حضرت خواجہ صاحب سے فرمایا ماسٹر محمد شریف کو میں بجائے اپنے چھوڑ کر جا رہا ہوں اور مجھے فرمایا: خواجہ صاحب کے لئے ڈھیلے پانی وغیرہ کا انتظام آپ کریں۔

میری خوشی کی انتہاء نہ تھی۔ رات بھر سویا نہیں۔ حضرت خواجہ صاحب اٹھے۔ سب انتظام میں نے کر دیئے۔ پھر امرتسر ساتھ گیا۔ حضرت مفتی محمد حسن صاحب نے خواجہ صاحب کے لئے مسجد نور کے ایک کمرہ کی چھت پر بجلی کا پنکھا لگوا دیا تھا۔ ایک روز بعد نماز عصر مجلس گرم تھی۔ حضرت خواجہ صاحب نے میرے خط کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمایا: ایک صاحب کا خط آیا۔ تعلیم کی درخواست تھی۔ میں نے لکھا اس ضابطہ کی کیا حاجت ہے۔ میں تو یوں بھی گویا "مان نہ مان میں تیرا میزبان" ہوں پوچھنے پر بلکہ بے پوچھے بھی جو اتنا سیدھا سمجھ میں آتا ہے عرض کرتا ہی رہتا ہوں اور کرتا ہی رہوں گا۔

نفل ارشاداتِ مرشدی سے کتم
آنچے مردم کی کند یوزینہ ہم
اصل کی برکت سے لیکن کیا عجب
نفل سے بھی ہو وہی فیض اتم

حضرت خواجہ صاحب بھی وجد میں آئے ہوئے تھے اور سب کو وجد میں لائے ہوئے تھے اور میں کو نے میں بیٹھا اپنی قسمت پر رشک کر رہا تھا۔

کمال میں اور کمال یہ نکت گل میرے مولا تیری مہربانی حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں درخواست تعلیم

حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد حضرت مفتی محمد حسن صاحب کی خدمت اقدس میں خط بھیجنا شروع کئے۔ درخواست تعلیم یکم ذیقعدہ ۱۳۶۹ھ کے خط میں کی۔ مضمون: حضرت اقدس! تعلیم اور اصلاح کے سلسلے میں مجھے مکاتبت کی اجازت فرمائیں۔ میرا مقصود اس تعلیم سے محض رضائے مولیٰ ہے۔

جواب حضرت مفتی صاحب: بسرو چشم اجازت ہے۔ حق تعالیٰ اسی تعلق کو اپنے تعلق کا ذریعہ بنائے اور طرفین کے لئے موجب قرب و رضا ہو۔

مضمون: حضرت اقدس! میری حالت خراب ہے۔

جواب حضرت مفتی صاحب: حال اچھا وہی ہے جس کو صاحب حال خراب سمجھے۔

مضمون: میں اپنے آپ کو سب سے کمتر سمجھتا ہوں۔ کوئی بھی اپنے سے زیادہ ذلیل نظر نہیں آتا۔

جواب حضرت مفتی صاحب: الحمد للہ کہ "اللہم اجعلنی فی عینی صغیراً" نصیب ہے۔ مضمون: حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تعلق کا ایک ناز سادل میں محسوس ہوتا ہے ارشاد فرمائیں یہ حالت میرے لئے مضر تو نہیں؟

جواب: ان شاء اللہ تعالیٰ مفید ہے۔

مضمون: حضرت چھوٹی پیرانی صاحبہ مدظلہا کراچی تشریف لے گئیں ہمیں گاڑی کی اطلاع مل گئی تھی۔

میں اور میری اہلیہ اسٹیشن ملتان چھاؤنی پر حاضر ہوئے۔ میں نے پیرانی صاحبہ سے پس پردہ پوچھا کہ آپ کو معلوم تھا کہ میں اور میری اہلیہ یہاں ملتان ہی میں ہیں۔ آپ بتائیں کہ یہاں کیوں نہیں اتریں اور ہمارے غریب خانہ پر کیوں تشریف نہیں لائیں۔

فرمایا: "پھر آؤں گی"۔

گاڑی چلدی اب میں زار و قطار رویا کہ میں نے بہت بے ادبی سے بات کی قرار نہیں آتا تھا۔

مجھ سے بڑی خطا ہوئی تھی۔ حضرت! ارشاد فرمادیں کس طرح تدارک کروں؟

جواب حضرت مفتی صاحب: ایس خطا از مد صواب اولیٰ تراست۔

مضمون: اپنی غفلتوں اور عیوب کے پیش نظر ندامت سے ڈوب ڈوب جاتا ہوں۔

جواب حضرت مفتی صاحب: ندامت میں ڈوبنا تو رحمت میں ڈوبنا ہے۔ یہ ندامت کلید ہے کرامت کی۔ حق تعالیٰ اس میں ترقی فرمائیں۔

دامن اشرف کے عطاء ہونے پر اظہار تشکر

ایک دفعہ امرتسر میں میں نے نماز فجر "مسجد نور" میں پڑھی۔ حضرت مفتی صاحبؒ سے ملا تو فرمایا "ناشتہ میرے ساتھ کر لیتا" گھر کو چلتے وقت فرمایا: میں تو پاؤں کی تکلیف کی وجہ سے معذور ہوں۔ ایک صاحب گاڑی میں مجھے لے جاتے ہیں۔ میرے ساتھ چلو۔ میں ساتھ ہولیا۔ فرمانے لگے: ایک دفعہ میں خانقاہ میں حضرت والا کی سہ دری کے قریب ہی حجرے میں مقیم تھا۔ خادم نے حضرت کے پاس بیٹھنے کی اطلاع دی۔ میں ایسے وقت حضرت کی خدمت میں پہنچ گیا کہ ابھی تک کوئی بھی نہیں آیا تھا۔ حضرت کے دست مبارک میں اس روز موٹے دانوں کی تسبیح تھی۔ مجھے پتہ نہیں کیا ہو گیا، میں نے بہت جرات کی اور باآواز بلند کہا حضرت! حضرت نے میری صرف نظر مبارک اٹھائی۔۔۔ میں نے عرض کیا، حضرت! دل میں یوں آتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ایک لاکھ برس کی عمر دے دیں اور اس لاکھ برس میں سجدے ہی میں پڑا رہوں اور اس بات کا شکر ادا کرتا رہوں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت کا دامن عطا فرمایا ہے تو اس ایک نعت کا بھی شکر ادا نہیں ہو سکتا۔

حضرت نے فرمایا: "ہاں ہاں آپ کو ایسا ہی سمجھنا چاہیئے۔"

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ کے نزدیک حضرت علیہ الرحمۃ کتنی بڑی دولت اور "گنج گرانمایہ" تھے۔

نظریاتی اختلاف رکھنے والوں کے متعلق حضرت کا طرز عمل

ایک دفعہ میں لاہور میں حضرت مفتی صاحبؒ کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا عصر کی اذان ہوئی اور تمام حضرات اٹھ گئے۔ مجھے عصر کے بعد فیصل آباد جانا تھا۔ مصافحہ کے لئے آگے بڑھا، سلام کیا اور عرض کیا نماز کے بعد مجھے جانا ہے۔ اس پر حضرت مفتی صاحبؒ نے میرا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے لیا اور دیر تک دباتے رہے اور فرمایا: دیکھو میرے ایک سوال کا جواب دو، تم حضرت کی خدمت میں بہت رہے ہو۔ یہ لوگ جو حضرت والا کی مخالفت کرتے ہیں کیا حضرت کی زبان مبارک سے بھی تم نے ان کے متعلق کوئی بات سنی؟

میں نے عرض کیا کہ میں نے حضرت کی زبان مبارک سے ان کی کبھی بھی برائی نہیں سنی بلکہ ایک دفعہ کسی صاحب کے سوال پر حضرت سے فرمایا تھا: دیکھنا یہ چاہیئے کہ یہ لوگ جو میری مخالفت کرتے ہیں اس مخالفت سے ان کا منشاء کیا ہے۔ اگر منشاء حب رسول ہے تو میں ان کو معذور جانتا ہوں بلکہ ماجر سمجھتا ہوں۔ میری مخالفت کی وجہ سے ان کو اجر ملے گا۔

اس پر حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا: اور میں تو حضرت کی خدمت میں بہت زیادہ رہا ہوں، مجھے ایک واقعہ بھی یاد نہیں کہ حضرت نے ان کو برائی سے یاد کیا ہو۔

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ خود وجد میں آئے ہوئے تھے اور مجھے بھی وجد میں لائے ہوئے تھے۔ بار بار یہ فرما رہے تھے: حضرت عجیب تھے، ان کی ہر ادا عجیب تھی، حضرت عجیب و غریب تھے۔

حضرت مفتی محمد حسن صاحب کے ان کلمات کا مجھ پر کچھ ایسا اثر ہوا کہ فیصل آباد تک مجھے یوں معلوم ہوتا تھا کہ ریل گاڑی کے پیچے بھی "اللہ اللہ" کر رہے ہیں۔

حضرت مفتی اعظم پاکستان سے استفادہ

ایک روز بعد نماز عصر یہ ناکارہ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب حفظہ امدادیہ کے دروازے سے اکٹھے نیچے اتر رہے تھے۔ میں نے عرض کیا حضرت میں ایک عرصہ سے قضاء نمازیں پڑھ رہا ہوں اور اپنے اندازے کے مطابق سب ادا کر چکا ہوں لیکن اب بھی احتیاطاً پڑھے جا رہا ہوں کہ خدا معلوم قبول ہوئیں یا نہیں یا شاید ابھی کچھ ذمہ باقی ہوں۔ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا: فضول حرکت ہے۔ اس طرح تو ساری عمر اسی قصہ میں رہو گے جب اپنی طرف سے پوری پڑھ چکے ہو تو اب اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو۔

حضرت مفتی صاحب کے اس ارشاد سے دل فی الفور ہلکا ہو گیا اور اسی وقت سے قضاء نمازیں لوٹانا چھوڑ دیں اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد و بھروسہ کی دولت مل گئی۔ ورنہ نامعلوم کب تک اسی قصہ میں سرگرداں رہتا۔

گرامی نامہ حضرت حضرت مفتی صاحب

برادر مدام صلاحکم و فلا حکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آپ کے دو خط محبت سے پر اور عقیدت کے اظہار سے لبریز ملے۔ حق تعالیٰ آپ کو اپنی محبت عطا فرما کر سب ماسوائے غافل فرما کر اپنی یاد میں رکھے اور دونوں جہاں کی صلاح و فلاح عطا فرماوے آمین۔

یاد حق میں مست رہ کر بچوں کا حق ادا کرو۔

-----*

حضرت اقدس بوجہ ملازمت اس ناچیز کو زیادہ فرصت نہیں ہے کہ زیادہ تبلیغ کا کام کر سکے۔ صرف بعد نماز فجر حضرت حکیم الامت کی کوئی کتاب تھوڑی تھوڑی کر کے یا ملفوظات بیان کرتا ہوں اور وہ بھی بعد دعا و دعا کرنا

کوئی صاحب میری وجہ سے مقید نہ رہے۔ چنانچہ کئی دوست اٹھ کر چلے جاتے ہیں۔ حضرت والا ارشاد فرماویں کہ یہ طریقہ درست اور کافی ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو جو حضرت مناسب خیال فرماویں۔ اس پر عمل کروں۔ (۱۱ ذی قعدہ ۱۳۶۹ھ)

بندہ محمد شریف انگلش ماسٹر

کنونمنٹ بورڈ ہائی سکول ملتان

جواب حضرت مفتی صاحب

السلام علیکم!

بشاء اللہ حضرت کے مذاق کی پوری رعایت ہے۔۔۔ سب درست اور بہت کافی ہے۔۔۔

سرکاری ملازمت میں رخصت کا شرعی حکم

سوال: افسران کا حکم یہ ہے کہ رخصت شروع ہونے سے کم از کم ایک ہفتہ پہلے عرضی دی جائے۔ صرف بیماری کی صورت میں فوری رخصت مل سکتی ہے بعض اوقات دفعتاً کوئی ایسی ضرورت پیش آجاتی ہے کہ بیماری کا بہانہ نہ بنایا جائے تو رخصت منظور نہیں ہوتی۔ ایسی مجبوری میں بیماری کا بہانہ بنا کر رخصت حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس طرح بیماری کے بہانہ سے رخصت حاصل کرنا جائز نہیں کہ کذب اور خداع ہے۔ لیکن اگر کہیں نقصان وغیرہ کا شدید قوی اندیشہ ہو اور ایسا کر لیا جائے تو استغفار کر لیا جائے اور بہتر صورت یہ ہے کہ ایسے وقت تو رینہ کر لیا جائے یعنی ایسے لفظ استعمال کرے جو صریح کذب نہ ہوں۔

کعبہ، محمد شفیع غفرلہ ۵ ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ

خادم دارالافتاء دارالعلوم دیوبند (بھارت)

حضرت مفتی صاحب کی عجیب شفت

میں لاہور میں اپنے داماد ڈاکٹر احسان الحق صاحب (جو حال ہی میں بقضائے الہی ایک حادثہ میں شہید ہو گئے) کے مکان پر رخت علیل تھا۔ صاحب فراش تھا۔ عزیزم مولانا محمد تقی صاحب سلمہ، (رکن اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان) میری عیادت کے لئے لاہور تشریف لائے۔ کراچی واپس پہنچ کر حضرت مفتی صاحب مرحوم سے میری بیماری کا تذکرہ کیا۔ حضرت مفتی صاحب نے بیماری، نقاہت اور نگاہ کی کمزوری کے باوجود خود دست مبارک سے مجھے "یہ گرامی نامہ" تحریر فرمایا۔

برادر محترم محمد شریف صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

محمد تقی سلمہ سے آپ کی شدید علالت کی خبر سن کر دل بے چین تھا۔ مگر اب بے چینی کے اظہار کے لئے قلم اور نگاہ بھی نہیں رہی۔ بس دعاء ہی پر اتکنا کرتا ہوں۔ اب آپ کا خط توسط اقبال صاحب قریشی مختلف مراحل سے گذرتا ہوا ملا اس وقت مختصر جواب لکھنے کی ہمت کر رہا ہوں۔ نگاہ نہیں صرف اکل سے حروف لکھتا ہوں۔ آپ کی فی الجملہ شفا یابی سے بڑی مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ شفاء کامل عاجل مستمر عطا فرمائے اور دین کی خدمات مقبولہ آپ کے ہاتھوں پوری ہوں۔ یہ ناکارہ عمر کے آخری ایام بیماری میں گذار رہا ہے۔ حسن خاتمہ کی دعاء فرمائیں تو بڑا کرم ہوگا۔ (والسلام)

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

جمعہ - ۹۳ھ - ۲۶-۲

مسلمانوں میں تقریق سے مفتی صاحب کا رنجیدہ ہونا

حضرت مفتی صاحب کا واقعی یہ بڑا کمال تھا کہ صحیح مسلک سے ذرہ بھرنے بٹنے اور کسی کی کبھی دل آزاری تک نہ کی۔ ایسا کرنا بڑا مشکل کام ہے پلصراط کی طرح نازک معلوم ہوتا ہے۔

حضرت مفتی صاحب حق بات ایسے پیارے عنوان سے فرما جاتے تھے کہ اختلاف مسلک رکھنے والوں کو بھی ناگوار نہ گذرتا۔ حق پرستی و حق جوئی کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی مخالف بھی ایسی بات کہتا کہ شرعاً معمولی بھی گنجائش ہوتی تو فوراً بلا تامل قبول فرمالیتے اور اپنی رائے پر اصرار نہ فرماتے، بڑے دکھ سے فرمایا کرتے تھے کہ "اکابر دیوبند میں مختلف مشروں کے نام سے جو تقریق پیدا ہو گئی ہے دینی مقاصد کی بہتری کا تقاضا یہ ہے کہ اسے حتی الامکان مٹایا جائے۔ مذاق سلیم کو ثبت انداز میں پھیلانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ کسی مسلک کا نام لئے بغیریوں بات کہنی چاہیئے کہ ہمارے اکابر کا طرز یہ تھا ان کا مزاج و مذاق یہ تھا اور اسی کو ہمیں اختیار کرنا چاہیئے۔

فرمایا کرتے تھے: تخریب سے بچتے ہوئے دوسرے مزاج و مذاق کے حضرات میں گھلا ملا جائے اور مناسب موقع پر انہیں اکابر کے صحیح مذاق کی دعوت دی جائے۔ صرف اس حیثیت سے کہ وہ ایسی تعبیر ہے جسے ہمارے اکابر نے اوفق بالسنہ سمجھ کر اختیار کیا ہے۔ قدامت اکابر اسی مزاج کے حامل تھے۔ اس طرح امید ہے کہ ان شاء اللہ رفتہ رفتہ ناخونگوار تفرق ختم ہوگا اور مل جل کر خدمت دین کا جذبہ بیدار ہوگا۔

حضرت مفتی صاحب کی تواضع

حاجی شیر محمد صاحب مرحوم اور یہ ناچیز تھانہ بھون حاضر تھے۔ حضرت مفتی صاحب کو زکام کی شکایت تھی۔ ناک کی ذرا سی آلائش بدن مبارک پر لگی ہوئی تھی۔ حاجی شیر محمد صاحب نے عرض کیا۔ مفتی صاحب! یہ جگہ صاف کر لیں۔

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا: "یہ میری حقیقت ہے۔"

بنکوں کے سود کے متعلق شرعی حکم

بنکوں سے متعلق میرے ایک سوال کے جواب میں حضرت مفتی اعظم پاکستان نے تحریر فرمایا

بنکوں کا سود مطلقاً حرام ہے جو بینک خالص غیر مسلموں یہود و نصاریٰ وغیرہ کے ہوں ان سے سود لینا کا مسئلہ آئمہ میں زیر اختلاف ہے۔ بعض حضرات اجازت دیتے ہیں مگر اس کے لئے کچھ شرائط ہیں اس لئے اس سے بچنا ہی بہتر ہے اور اپنے روپے کی حفاظت کے لئے بینک میں جمع کرائیں تو اس کی صورت کرنٹ اکاؤنٹ میں ہو سکتی ہے۔ ان کو لکھوادیا جائے کہ ہماری رقم پر سود نہ لگایا جائے صاف صورت صرف یہی ہے اور غریب لوگوں کو دینے کے لئے خود کو گناہ میں مبتلا کرنا کوئی عقل کا کام نہیں۔ (بندہ محمد شفیع

حضرت مفتی صاحبؒ کو خیر المدارس کی فکر

حضرت مفتی صاحبؒ کا خط بنام احقر:

مکرم و محترم حاجی محمد شریف صاحب سلمہ،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

جلسہ شوریٰ پر حاضری سے تو قاصر رہا مگر دل ادھر لگا رہا۔ دعا میں کرتا رہا مگر جلسہ گزرنے کے بعد کسی نے خبر نہ دی کیا ہوا کیونکر ہوا۔ بہت دنوں کے بعد عبد المجید صاحب نے جلسہ شوریٰ کی ضابطہ کی کارروائی سمجھی اس سے بھی اس کا پس منظر معلوم ہوا۔ آج آپ کے عنایت نامہ سے کچھ حالات کا علم ہوا۔ دل سے دعا کرتا ہوں حق تعالیٰ خیر المدارس میں خیر ہی کو غالب فرماویں اور ابتلائے خیر اور احباب خیر کو ہمیشہ خیر کی طرف رہنمائی اور اسی پر محبت قدم رکھیں۔ والسلام

بندہ محمد شفیع

۲ رمضان المبارک ۱۴۱ھ

دارالعلوم کراچی۔ ۱۲

ارشادات حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ

حضرت مولانا خیر محمد صاحب نور اللہ مرقدہ اس ناچیز پر نہایت ہی شفقت و مہربانی فرماتے تھے۔ میری اہلیہ نے حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے وصال کے بعد اپنی تعلیم و تربیت کا تعلق مولانا مرحوم سے پیدا کر لیا تھا اور حضرت مولانا مرحوم نے درخواست قبول فرماتے ہوئے ہمارے غریب خانہ میلانی افغاناں ضلع ہوشیار پور پر قدم رنجہ فرما کر نصح ضروریہ سے نوازا تھا۔ فرمایا کرتے تھے: میں تمہارے گھر کو اپنا گھر سمجھتا ہوں۔

مولانا مرحوم ہم سے بہت بے تکلف معاملہ فرماتے تھے ۱۹۳۷ء میں میں اور میری اہلیہ سفر حج سے واپس آئے تو حضرت مولانا مرحوم جالندھر اسٹیشن پر تشریف لائے ہوئے تھے۔ پورے سفر کے دوران میں نے کوئی ہار گئے میں نہیں ڈھلایا تھا۔ مولانا کے دست مبارک میں خوشبودار کھبوں کا ہار تھا۔ میں نے سر جھکایا اور مولانا نے ہار گئے میں ڈال دیا۔ میں اپنی قسمت پر مسرور تھا۔ ۲

مولانا مرحوم کو دردِ گردہ کی شکایت ہو جاتی تھی۔ جب کبھی دورہ ہوتا تو طالب علم بھیج کر مجھے طلب فرما لیتے اور فرماتے: تمہارے آنے سے مجھے بہت راحت ملتی ہے۔

تقسیم ملک کے بعد ملتان میں بھی بارہا غریب خانہ کو رونق بخشی اور بلا تکلف فرما دیتے۔ "میں جائے پیوں گا۔"

ایک دفعہ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی کو مع اپنی اہلیہ محترمہ خیر الدارس ملتان تشریف لانا تھا۔ اتفاق سے مولانا مرحوم کی صاحبزادی اس روز صحت بیمار تھی چنانچہ اسی میں اس کا وصال بھی ہو گیا۔۔۔۔۔ مولانا مرحوم نے ایک طالب علم مکان پر بھیجا اور کلوایا کہ حضرت قاری صاحب مدظلہ اور ان کے گھر والوں کے لئے خورد و نوش کا انتظام آپ ہی کو کرنا ہے۔

ادھر مولانا کے پیغام پہنچنے سے قبل ہی میرے دل پر ازخود تقاضا ہوا کہ حضرت قاری صاحب مدظلہ کی دعوت کروں۔ میں خیر الدارس پہنچ گیا۔ درخواست پیش کرنے پر فرمایا: کیا میرا پیغام نہیں ملا۔۔۔؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا "تمہارا گھر تو میرا اپنا گھر ہے۔ میں نے خود ہی بے تکلف کلا بھیجا ہے۔"

چھوٹی پیرانی صاحبہ مدظلہا جالندھر تشریف لارہی تھیں۔ حضرت مولانا مرحوم نے خط سے صرف یہ اطلاع کی کہ پیرانی صاحبہ مدظلہا فلاں تاریخ کو تشریف لارہی ہیں۔ میں اور میری اہلیہ دونوں جالندھر پہنچ گئے۔ میں نے عرض کیا حضرت یہ تو آپ نے تحریر ہی نہ فرمایا کہ اہلیہ کو بھی ساتھ لیتے آنا۔ فرمایا: مجھے معلوم تھا کہ جب وہ سنیں گی تو رہ نہ سکیں گی اور اطلاع میں نے اس لئے دی تھی کہ وہ پیرانی صاحبہ کی مزاج شناس ہیں ان کے آنے سے پیرانی صاحبہ کو راحت ہوگی۔

حضرت مولانا بہت ہی چاہتے تھے کہ ذہنی طور پر بھی ہم بہت آرام میں رہیں۔ جب بھی کوئی بات پوچھی آسان صورت کو ہی ہمارے لئے پسند فرمایا۔

والا نامہ جات حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ

مکرمی! زید مجدہؒ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) ان پیروں میں بعض بڑے اولیاء اللہ ہیں۔ ان کو برا سمجھنا اپنے ایمان کو نقصان پہنچاتا ہے سب کا دل و

زبان سے ادب ہونا چاہیئے رہا ان کا سماع وغیرہ بعض رسوم میں ابتلاء، کسی کی طرف تو نسبت صحیح نہیں اور کسی کا خاص بنا پر ابتلاء ہے جس میں وہ معذور ہیں۔ ہمیں ایسے امور میں ان کی اقتدار کرنا جائز نہیں۔ البتہ ان پر بدظنی کرنا بھی سخت گناہ ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

در نیاید حال بختہ بچ خام
بس سخن کوتاہ باید والسلام

(۲) مشرک تو سمجھنا نہ چاہیئے۔ البتہ رسومات میں اتباع کرنا جائز نہیں۔ اس سے احتراز کیا جاوے۔

(۳) ایسے لوگ مسلمان ہیں ان کو کافر اعتقاد کرنا بہت بُرا ہے۔

یہ تو آپ کے سوالات کا جواب تھا۔ اب خیر خواہانہ مشورہ ہے وہ یہ کہ ایسے خیالات سے بالکل پرہیز کیا جائے۔ اپنی ہی فکر پیش نظر رکھی جائے۔ سنت کے مطابق عمل کیا جائے پھر بھی اپنے آپ کو قصور وار سمجھ کر استغفار کیا جائے اور زید، عمر و بکر سے نظر بند کر لی جائے۔ والسلام (۲ صفر ۱۳۷۲ھ)

ارض پنجاب کے متعلق مسائل شرعیہ

سوال: کیا پنجاب کی زمین عسری ہے؟

جواب حضرت مولانا: عسری ہونے میں شبہ ہے اس لئے بقول حضرت تگلوبی "عسرا ادا کرنے ہی میں احتیاط ہے۔"

سوال: کیا استنجا سے بچا ہوا پانی مکروہ ہوتا ہے۔ کیا وضو کے لئے تازہ پانی لینا چاہیئے۔

جواب: شرعی کراہت تو کوئی نہیں البتہ طبعی کراہت ہے۔ دونوں طرح اختیار ہے۔

سوال: شنید یہ ہے کہ یہاں کی زمین پٹھانوں نے اوروں سے غصب کر کے لی ہے کیا اس افواہ سے کوئی شرعی حکم ثابت ہوتا ہے؟

جواب: ایسے احتمالات سے کچھ نہیں ہوتا جب تک صحیح تحقیق نہ ہو۔

سوال: باہیں بہت کرتا ہوں لیکن دل کورا ہے۔

جواب: یہی اعتقاد ہمیشہ رہنا چاہیئے۔ گو واقعہ میں ایسا نہ ہو۔

سوال: بحمد اللہ حضرت کی محبت سے دل سرشار ہے۔ دل چاہتا ہے کہ اسی میں میرا خاتمہ ہو۔

جواب: اللہ تعالیٰ اس مخلصانہ محبت کو طرفین کے لئے نافع اور طرفین کے حق میں ذریعہ نجات بنائے۔

سوال: وعا فرمایاں میرا خاتمہ ایمان پر ہے۔

جواب: ان شاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوگا۔

مال مشتبہ سے احتیاط

مال مشتبہ کے بارے میں استفسار پر حضرت مولانا مرحوم نے جواب دیتے ہوئے تحریر فرمایا:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ !

دینے والے دینی غرض سے ملازمین کو بلا طلب یا مع الطلب جو چیز دیتے ہیں وہ رشوت کہلاتی ہے۔ سو پٹاریوں کی زائد از مشاہرہ آمدنی اسی کا مصداق ہے اس لئے کھانے پینے کی اشیاء سے اجتناب کرنا ہی احوط ہے البتہ اس کے مساوی اشیاء میں وساوس کے پیچھے لگنے کی حاجت نہیں۔ ہاں جس چیز کے مشتبہ ہونے کا غن غالب ہو اس سے اجتناب مناسب ہے۔ باقی کا تدارک استغفار سے کیا جاسکتا ہے۔ واللہ اعلم (از جالندھر، ۲۹ رجب ۱۳۹۲ھ)

حسن تربیت کا سنہری اصول

ایک خط کے جواب میں حضرت مولانا مرحوم رقمطراز ہیں:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وکرامتہ ،

چونکہ مجھے معلوم نہیں کہ تربیت کس طرح کی گئی اس لئے مشورہ سے قاصر ہوں۔
البتہ ایک اصول عرض کرتا ہوں جو حضرت "کا معمول تھا، وہ یہ کہ کسی طالب کو اپنے ولی تعلق خاص کی اطلاع نہیں فرمایا کرتے تھے۔ تاکہ باز کا وقت نہ آئے پائے۔ بلکہ ہر شخص کو ظاہری استغناء اور اندرونی توجہ سے تربیت فرمایا کرتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے آپ سے اس کی رعایت نہیں رہ سکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۲۰ نومبر ۱۹۶۹ء)

مقتدا یا ان دین کے لئے اصول شرعی

سوال: حضرت والا! میرے ایک افسر چاہتے ہیں کہ میں ان کی ہمیشہ کو ٹیوشن پڑھاؤں۔ لڑکی قریب البلوغ ہے۔ اگر انکار کر دے تو اندیشہ ہے کہ کہیں نقصان نہ پہنچائیں۔ کوشش کروں گا کہ لڑکی موٹے کپڑے پہن کر پڑھے ارشاد فرمائیں کہ کیا طریق کار اختیار کروں؟ حسب ارشاد دل و جان سے عمل کروں گا۔

جواب حضرت مولانا رحمۃ اللہ: مکرمی! زید فیہم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ !

حق گوئی و حق جوئی سے دل بہت خوش ہوا، حق تعالیٰ مزید توفیق ترقی ارزانی فرمائے۔ جواباً مختصر تحریر ہے کہ قرآن مجید میں آیہ کریمہ "ولا تقربوا الزانی" زنا کے قریب مت جاؤ، میں اسباب و ذرائع اور دوائی و مسائل زنا کو حرام اور ممنوع قرار دے کر ان سے نبی فرمائی گئی ہے اسی لئے دوسری آیت

میں مرد و عورت کو نظر پست رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور حدیث میں ناگہانی نظر کو معاف فرمایا گیا ہے۔ ان سب نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ اجنبی مرد کا اجنبی عورت سے قصدِ تخلیہ میں بیٹھنا، آواز سنا ہم کلام ہونا ناجائز ہے۔ ایسے مقام میں بیٹھنا قصداً جہاں گاہے گاہے نظر پڑ جائی ہو معافی میں داخل نہیں بلکہ قصداً نظر کے حکم میں ہے۔ معافی اسی صورت میں ہے کہ خود کسی اجنبیہ کے قرب کا قصد نہ کیا گیا ہو۔ پھر اتفاق سے سامنا پڑ جائے یا اچانک نظر پڑ جائے۔ وہ معاف ہے۔ اس لئے آپ کا معاملہ میری نظر میں مشکوک ہے۔ خلافِ تقویٰ ہے۔ مرشدنا حضرت حکیم الامت قدس سرہ العزیز اس پر مطلع ہوتے تو اجازت نہ فرماتے۔ علاوہ ازیں دینی مصطلحات کے بھی خلاف ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے دینی مقتدا کا عمدہ عطا فرمایا ہے۔ مقتدا کے لئے مقامِ تمت و مواضع شک و تردد سے اجتناب ضروری ہے۔ تاکہ دوسرے معتقدین غیر جائز مواقع میں اسکو حجت نہ بنا سکیں اور مخالفین بدنام کر کے ایک دینی مسک سے عوام کو نہ بٹا سکیں۔ فقط۔ یہ میرا خیال ہے۔ آگے آپ خود متقی ہیں۔ دین میں فہم ہیں تحری اور استعارہ فرمائیں اور بحکم حدیث: ”دع ما یریک الی مالا یریک“ یعنی مشکوک کو چھوڑ کر غیر مشکوک کو اختیار کیا جائے۔ احتیاط پر عمل فرمائیں۔ والسلام

خیر محمد عفی عنہ از خیر المدارس ملتان،

۲۲ ذی الحجہ ۱۳۷۰ھ

چنانچہ حسب ارشاد حضرت مولاناؒ میں نے اس بچی کو پرھانا قبول نہ کیا اپنے افسر صاحب سے معذرت کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا مرحوم کی برکت سے عجیب فعل فرمایا کہ اس افسر نے مجھے کما کہ آپ کی اسی بات نے مجھے آپ کا گرویدہ بنا دیا ہے آپ دینی اصول کے پابند ہیں۔ پھر انہوں نے خاص کوشش سے مجھے دو مین سپیشل گریڈ دلوائے۔

سوال: حضرت والا! ہماری مسجد اب کافی وسیع ہو گئی ہے۔ لوگوں کا اصرار و تقاضا ہے کہ یہاں نماز جمعہ ہوا کرے گا لیکن مجھے اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ جمعہ کے روز میرا خیر المدارس آنا موقوف ہو جائے گا۔ ساتھ ہی یہ بھی ابتدئہ ہے کہ اگر میں انکار ہی کرتا رہا تو لوگ نیا امام ڈھونڈنے کی فکر کریں گے۔ حضرت ارشد فرمائیں کیا کروں؟ رمضان المبارک آنے کو ہے۔ دل یہ چاہتا ہے کہ اگر جمعہ کی نماز شروع کر دینے کا حکم ہو تو پہلا جمعہ حضرت والا پرھائیں لیکن حضرت کو روزے کی وجہ سے آنے میں تکلیف ہوگی۔

جواب حضرت مولانا مرحوم: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بستر صورت یہ ہے کہ آئندہ جمعہ یعنی ۲۹ شعبان کا آپ اپنی مسجد میں شروع کریں۔ کیونکہ یہ جمعہ اصل میں رمضان ہی کا ہے۔ میں آجواں گا اپنے دوستوں کو اطلاع کر دیں۔ اگر یہ صورت منظور ہو تو مجھے اطلاع کر دیں۔ والسلام

خیر محمد عفی عنہ

حضرت والا تشریف لائے۔ ہماری مسجد میں پہلے جمعہ کی نماز حضرت نے پڑھائی آئندہ کے لئے مجھے اجازت مل گئی اور حضرت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مسجد آباد فرمادی۔

تذکرہ مولانا شبیر علی صاحبؒ

حق تعالیٰ کی عجیب شان ہے۔ وہ چاہیں تو مجھ ایسے جاہل انگریزی خواں کو ان بزرگوں کے جوتوں میں جگہ دے دیں اور ان جوتوں میں سے موتیوں کے خزانے مجھے مل جائیں۔ اگرچہ میں نے بہت بے قدری کی لیکن اس بے موتی کی قدر و قیمت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی موتی پھر موتی ہے۔ مذکورہ اکابر کے علاوہ اس تالائق کے پاس حضرت مولانا شبیر علی صاحبؒ، مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ، مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہ، مولانا محمد ادریسؒ صاحب کاندھلوی اور مفتی عبدالکریم صاحب گتھلویؒ کے بیسیوں خطوط موجود ہیں۔ ان سب میں ہزاروں دعاؤں اور ہشمار قیمتی نصلح موجود ہیں۔ اور میری اہلیہ کے پاس دونوں پیرانی صاحبات کے محبت شفقت اور دعاؤں بھرے بہت خطوط موجود ہیں۔

ایک دفعہ حضرت مولانا شبیر علی صاحبؒ یہاں ملتان میرے ہاں ممان ہوئے میں نے عرض کیا کہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے تعلق کی وجہ سے جس نے بھی مجھے خط لکھا خواہ حضرت والا کے کسی عزیز کا ہو یا کسی اور کا میں نے ایک بھی خط ان میں سے ضائع نہیں ہونے دیا۔ سب محفوظ ہیں۔ مولانا بہت ہی محفوظ ہوئے اور فرمایا: تمہیں مبارک ہو یہ علامت بہت ہی اچھی ہے۔

حضرت اقدس ڈاکٹر عبدالحمی صاحب مدظلہ العالیؒ کی خدمت میں درخواست تعلیم

مولانا خیر محمد صاحبؒ کے انتقال کے بعد میں نے تعلیم و تربیت و اصلاح کی درخواست حضرت اقدس ڈاکٹر عبدالحمی عارفی مدظلہ العالیؒ کی خدمت اقدس میں پیش کی۔ مضمون خط: سیدنا و مولانا وامت برکاتکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت مرشد تھانویؒ کے بعد میں نے تجدید بیعت کسی سے نہیں کی البتہ تعلیم اور اصلاح کے لئے اپنے آپ کو اول حضرت خواجہ صاحبؒ ان کے بعد حضرت مفتی محمد حسن صاحبؒ اور ان کے بعد حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ کے سپرد کر دیا۔ تجدید بیعت کے سلسلہ میں مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کا دامن مبارک چھوڑ کر کسی اور کے پیچھے لگ گیا ممکن ہے کہ اس کا منشاء عجب یا تکبر ہو مگر مجھے

ایسا کرنا غیرت کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔

جواب حضرت ڈاکٹر صاحب: اول تو ضرورت ہی نہیں پھر بقول آپ کے غیرت بھی معلوم ہوتی ہے۔
اب مولانا خیر محمد صاحبؒ کے بعد میں تعلیم اور مشورہ آپ سے لینا چاہتا ہوں آپ کی محبت سے میرا دل
لبریز ہے۔ اللہ میری درخواست قبول فرما دیں۔

جواب حضرت ڈاکٹر صاحب: آپ اور ہم دونوں ایک ہی درگاہ کے تعلیم یافتہ اور ایک ہی خانقاہ کے تربیت
یافتہ ہیں۔ مزید علم کی ضرورت ہی نہیں البتہ مزید اہتمام عمل کی ضرورت ہے اللہ پاک آپ کو اور مجھ کو
اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق وافر و راح عطاء فرماویں یہ بات البتہ ضروری ہے کہ باہمی
مکاتبت سے دریافت خیریت اور دعائے خیر کا موقع ملتا رہے ورنہ کچھ دنوں کے بعد یہ بھی ممکن نہ ہوگا۔
خصوصیت کے ساتھ دعاء کو خیر و عافیت اور خاتمہ بالخیر کے لئے مستدعی ہوں۔

مضمون خط: سیدنا و مولانا دامت برکاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بہت روز ہوئے ایک عریضہ ارسال خدمت اقدس کیا تھا جس میں اس ناکارہ کی تعلیم و تربیت
قبول فرما لینے کی درخواست تھی غالباً ہنگاموں کی وجہ سے میرا عریضہ خدمت اقدس میں نہیں پہنچا۔

جواب حضرت ڈاکٹر صاحب: جواب ارسال خدمت کر چکا ہوں۔

مضمون خط: اب دوبارہ درخواست کرتا ہوں کہ میری تعلیم و تربیت قبول فرما لیں۔

جواب حضرت ڈاکٹر صاحب: اس کا جواب لکھتے ہوئے بھی ندامت محسوس ہوتی ہے دل سے دعا ہائے خیر
کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ذوق طلب و تشنگی کے ثمرات عطاء فرماویں۔ اپنے لئے دعاء عافیت کا
مستدعی ہوں۔

مضمون خط: حضرت والا بہت ہی دل چاہتا ہے کہ جب بھی آپ لاہور تشریف لے جاویں تو کچھ فرصت کا
وقت نکال کر میرے ممان نہیں۔ ملتان چھائی اسٹیشن پر حاضر ہو کر گھر لے آؤں گا۔

جواب حضرت ڈاکٹر صاحب: آپ کے حسن ظن اور خلوص کی دل سے قدر کرتا ہوں اور افزائش لبث
باطنی کے لئے دل سے دعاء کرتا ہوں اور چاہتا ہوں۔

عجیب اتفاق سے بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اتنی ہی خط و کتابت سے میرے دل میں حضرت
ڈاکٹر صاحب کی قدر اور محبت بڑھ گئی اور حضرت کے دل میں بھی حق تعالیٰ نے میرے لئے شفقت پیدا
فرما دی۔ میں اپنے سب حالات حضرت کی خدمت میں پیش کرنے لگا اور حضرت انتہائی دلسوزی سے میری
تعلیم اور تربیت فرمانے لگے۔ زیادہ خوشی اس بات کی تھی کہ غلطیوں پر لطف بھرے خطاب آنے لگے اس
تصور سے کہ دنیا میں بفضلہ تعالیٰ ابھی ایسے حضرات موجود ہیں جو غلطیوں پر مستہ کر کے راہ راست پر لا
سکتے ہیں ایک ناز کی سی کیفیت پیدا ہوئی اور میں نے بھی اپنی رائے کو حضرت کی رائے کے سامنے ٹھکا کر دیا۔

جو فرماتے مجھے وہی اچھا لگتا۔ حضرت کی رائے ساری دنیا کی رائے پر مجھے بھاری نظر آنے لگی۔ ان سب حالات کی اطلاع میں نے حضرت کو کر دی۔ قلب مبارک پر اس بات کا اثر ہوا اور حضرت کے ارشادات میں موتیوں کی بارش ہونے لگی۔ آج جب کہ مکتوبات اشرفیہ کا چوتھا ایڈیشن شائع ہونے کے لئے جا رہا ہے دل میں شدید تقاضا ہوا کہ ان موتیوں کو کتاب میں محفوظ کر لیتا چاہیئے ورنہ میری آنکھ بند ہوتے ہی یہ گوہر ضائع ہو جائیں گے ان کی قدر کسی کو معلوم نہ ہوگی۔ اتنے بڑے خزانے کا ضائع ہو جانا کس قدر نقصان اور رنج کی بات ہوگی۔

حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ العالی کے ان ارشادات میں میرے لئے بہت زیادہ محبت اور شفقت کا اظہار بھی ہے اور حضرت کا حسن ظن بہت بڑی نعمت اور میرے لئے فال حسن ہے جب اللہ تعالیٰ نے مجھے اس انعام سے نوازا ہے تو میں اس نعمت کو بھی اخلاص میں رکھوں۔ لیکن اصل مقصود یہ ہے کہ احباب حضرت کے مقام کو پہنچائیں اور ان کی تعلیمات سے نفع حاصل کریں۔ اب میرے خطوط کے مضامین اور حضرت کے ارشادات شروع ہوتے ہیں۔

مضمون خط: حضرت والا آجکل میری طبیعت بہت مضطرب اور کسمپد ہے مصنوعی دانت بے کار ہو چکے ہیں قوت گویائی نہایت کمزور پڑ چکی ہے ایک آنکھ میں پانی اتر آیا ہے۔ آنکھ بنوانے لاہور جا رہا ہوں حضرت میرے لئے دعاء فرماویں۔

جواب حضرت ڈاکٹر صاحب: حالات معلوم ہو کر قلق ہوا۔ دل سے دعا کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ تمام تکالیف دور فرما کر صحت کاملہ اور عافیت کاملہ عطاء فرماویں۔ آمین

مضمون: حضرت کی کتابیں آثار حکیم الامت بصائر حکیم الامت میرے سہارے رہتی ہیں۔ پڑھتا بھی ہوں اور حسرت بھری نظروں سے دیکھتا رہتا ہوں کہ اب اچھی طرح پڑھنے کی قوت بھی نہیں رہی۔ حضرت والا دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ قوت دے دیں۔

جواب: جس قدر بھی آسانی سے ہو پڑھا کریں۔ ویسے آپ کو بلائیں اللہ اب زیادہ پڑھنے کی ضرورت بھی نہیں۔ سارا علم تو الحمد للہ اعمال میں تبدیل ہو چکا ہے۔

مضمون: آج ہی صبح حضرت کے والا نامہ کا جواب ارسال ہوا ہے حضرت کی محبت کے جذبات میں ایسا کم تھا کہ جوابی لکافہ بھیجنا بھول گیا اب ارسال خدمت اقدس ہے۔

جواب: محی و محبوب المنزلت زاد اللہ جبکم فی اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے پرکیر محبت نامے دل و جان میں توجہ پیدا کر دیا۔ بالمشافہ آپ سے شرف ملاقات حاصل نہیں ہے مگر اتصال روحانی محسوس ہوتا ہے۔ آپ کی تواضع۔ ایثار و فدائیت میرے لئے بہت بصیرت انگیز و ایمان افروز ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اس تعلق کو اپنی رضائے کاملہ کے حصول کا باعث

بائیں - آمین یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے کہ اس آخر عمر میں جبکہ قحط الرجال ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ نے غائبانہ آپ سے تعلق خلوص و محبت پیدا فرما دیا ہے - جس سے دل کو بہت تقویت ہے - اب تو یہ جی چاہنے لگا ہے کہ -

اشتیاق کہ بیدار تو دارد دل من

دل من داند و من دانم و داند دل من

آپ کے خط کا جواب بہت تاخیر سے لکھ رہا ہوں - انتظار کی زحمت کے خیال سے شرمندہ ہوں - اس طرح کچھ عرصہ سے کسل و ضعف طبعی اور کچھ اشغال کی کثرت خارج ہوئی اور اطمینان سے خط لکھنے کے لئے فرصت کا انتظار کرتا رہا اور اس امر میں ہمیشہ دھوکا ہی ہوتا ہے ان شاء اللہ آئندہ جلد لکھتے رہنے کا انتظام رکھوں گا - دعائے خیر کے لئے مستعدی ہوں اور برابر التزاماً آپ کے لئے دعاء کرتا رہتا ہوں - طالب دعائے خیر عبدالحی عفی عنہ -

مضمون: حضرت والا خیریت مزاج مبارک سے مطلع فرماؤں - بحمد اللہ لاہور میں ملاقات کے وقت حضرت کی محبت دل میں بڑھی اور حضرت کے ارشادات دل میں اترتے ہوئے محسوس ہوئے - حضرت کی خاص شفقت کو دیکھ کر اور اپنی نالائقیوں کو دیکھ کر بہت ندامت ہوئی حضرت دعاء فرماویں اللہ تعالیٰ میری کوتاہیاں معاف فرماویں اور حسن خاتمہ عطا فرماویں -

جواب حضرت ڈاکٹر صاحب: اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے کہ ایسے انتظامات باہم فرما دیئے کہ اشتیاق ملاقات پورا ہو کر ازدیاد تعلق محبت کا باعث ہوا - آپ کی سادہ محبت نے دل میں اپنا خاص مقام حاصل کر لیا ہے اور یہ میرے لئے بڑی نعمت و سعادت ہے اللہم زد و فزد - امید ہے کہ خیریت مزاج سے مطلع فرماتے رہیں گے - بفضلہ تعالیٰ میری صحت بہتر ہے -

نیاز مند ، عبدالحی عفی عنہ

۲ اگست ۷۷ء

مضمون: حضرت والا! چند روز تک میری بائیں آنکھ کا آپریشن ہونے والا ہے اس میں پانی اتر آیا ہے دوسری آنکھ بفضلہ تعالیٰ ابھی ٹھیک ہے کام دے رہی ہے دعا فرماویں آپریشن کامیاب ہو اور بیٹیل اچھی نکل آئے -

جواب: اللہ تعالیٰ کامیاب فرما دیں اللہ تعالیٰ صحت کاملہ عطا فرماویں اللہ تعالیٰ سے آپ کی صحت و قوت اور بیٹیل کی افزائش کے لئے دل سے دعا کرتا ہوں - اللہ تعالیٰ آپ کے فیوض و برکات کو جاری رکھیں - آمین

مضمون: والا نامہ ملا حضرت والا کی شفقت عجیب ہے - وجد کی سی کیفیت پیدا ہوئی - بار بار پرہٹا عجیب لطف اور سکون ملا - ہر بن مو سے آپ کے لئے دعاء لکھی دنیا ہی میں جنت کا لطف دیکھا - اس ناکارہ کے لئے حضرت کی توجہ خاص اور برابر دعائے خیر و عافیت فرماتے رہنا کوئی معمولی دولت نہیں ہے - بحمد اللہ

حضرت کی محبت سے دل سرشار ہے۔

جواب حضرت والا: الحمد للہ میرے دل میں بھی یہی جذبات ہیں۔ آپ میری محبت سے سرور ہوئے اور میرا دل آپ کی محبت کی قدر دانی سے سرور اور محفوظ ہو رہا ہے۔ الحمد للہ آپ کے دل میں اس ناکارہ کی اس قدر پر خلوص محبت ہے۔

”اللهم لك الحمد ولك الشكر“

مضمون: حضرت والا! میرے لاہور والے داماد ڈاکٹر احسان کا ایک حادثہ میں انتقال ہو گیا ہے۔ احسان مجھے بہت محبوب تھا۔ بہت جان نثار تھا۔ مجھے کسی پہلو قرار نہیں حضرت احسان کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں اور ہم سب کے لئے صبر جمیل کی دعاء فرمائیں۔

جواب حضرت والا: مجھے اس سانحہ کا علم ایک صاحب کے ذریعہ سے ہوا تھا۔ معلوم ہو کر حث صدمہ ہوا اور قلب مضطرب ہو گیا۔ آپ کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے بھی قلم رکنا ہے اور الفاظ نہیں ملتے عقلاً تو بحمد اللہ تعالیٰ آپ سب رضائے الہی پر صابر اور شاکر ہوں گے۔ لیکن تعلقات اور محبت کے تقاضے سے دل کو بے چین ہونا اور قلق کا شدید احساس ہونا بھی امر فطری ہے اللہ تعالیٰ اسیں سکینہ قلب اور صبر اور تحمل کی برداشت محض اپنے فضل و کرم سے زیادہ سے زیادہ عطا فرماوے۔ مغموم اور رنجیدہ دل سے آپ سب کے لئے دعائے صبر و استقامت کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں مقام عالیہ عطاء فرمائیں اور اس سانحہ کا اجر شادیت کے درجہ میں عطا فرمائیں پس مہنگان کی کفالت اور فراغت قلب کے لئے زیادہ سے زیادہ اپنا فضل و کرم فرمائیں۔ کثرت سے ”انا اللہ وانا الیہ راجعون“ پڑھا جائے۔ اللہ تعالیٰ صبر جمیل عطاء فرمائیں۔

مضمون: حق تعالیٰ آپ کا مبارک سایہ مسلمانوں کے لئے سلامت رکھیں۔

جواب: آپ کے لئے بھی میں یہی دعاء کرتا ہوں۔

مضمون: حضرت اقدس دعاء فرمائیں اللہ تعالیٰ مجھے اچھی صحت دیں اور حسن اعتقاد حسن عمل اور اور حسن خاتمہ عطا فرمائیں۔

جواب: دل سے دعا کرتا ہوں اور انہی مقاصد کے لئے آپ کی دعائیں چاہتا ہوں۔ آپ کی صحت اور طہایت خاطر کے لئے دل سے دعا کر رہا ہوں۔

مضمون: حضرت والا کا ارسال فرمودہ ہدیہ بصائر حکیم الامت دوسرا ایڈیشن و معمولات یومیہ و مختصر نصاب اضلاع نفس دونوں کتابیں مل گئیں۔ بہت ہی ذرہ نوازی فرمائی ہے حد ممنون ہوں بہت دعائیں حضرت والا دعا فرمائیں ان کتابوں کو پڑھنے اور ان پر عمل کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائیں اور حسن خاتمہ سے نوازیں۔

جواب: اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ مزاج گراں بخیر و عافیت ہوگا۔ صحت و قوت کے لئے دعاء گورہتا ہوں

جواب والے جو کتلیوں کے ہدیہ کو اسقدر پسند فرمایا ہے وہ میرے لئے باعثِ مسرت ہے مگر ان کے شرف قبولیت اور سرمایہ آخرت بننے کے لئے بھی دعاء فرماؤں میں آپ کے لئے اور سب متعلقین کے لئے دعا ہائے خیر وعافیت کرتا رہتا ہوں۔

اسلام آباد ایک تقریب میں اس ناچیز کو حضرت ڈاکٹر صاحب کی معیت نصیب ہوئی کراچی واپس تشریف لے جا کر حضرت نے اس ناکارہ کو خط لکھا۔
نقل خط حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ العالی۔

محترم و مشفق زاد اللہ تعالیٰ مجدد کم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مجھے انتہائی افسوس ہے کہ رخصت ہوتے وقت آپ سے نہ مل سکا۔ ماحول کچھ ایسا ہو گیا کہ بے خبری میں چلا آیا۔ امید ہے کہ آپ کچھ خیال نہ فرماویں گے۔ میں آپ کی صحت وعافیت کے لئے دعا کرتا ہوں، آپ بھی میرے لئے دعا فرماویں۔

عبدالحمید حفی ح

۵-ای-۸

ناظم آباد۔ کراچی

مضمون: معلوم ہوا ہے کہ طبیعت مبارک ناماز ہے اور خوراک بہت کم ہو گئی ہے۔ بے چین ہوں طبیعت میں قرار نہیں۔ حق تعالیٰ حضرت کا مبارک ٹھنڈا سیلہ مسلمانوں کے لئے سلامت رکھیں اور استوار صحت عطا فرماویں۔ طبیعت مبارک کی کیفیت سے مطلع فرماویں۔ اللہ تعالیٰ خیر وعافیت کی بشارت جلد پہنچائیں۔ ۲۵
ذقعدہ ۱۴۰۲ھ ۱۲ ستمبر ۱۹۸۲ء

جواب حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ العالی: محبت نامہ سے مسرت بھی ہوئی اور تقویت بھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم کو عافیت کاملہ کے ساتھ اپنی مرضیات پر کاربند رہنے کی توفیق عطاء فرماویں۔ آج کل میری صحت بھی کمزور ہو رہی ہے۔ ضعف معدہ کے ساتھ ضعف عمری بھی غالب ہے۔ دعاؤں کے لئے مستعدی ہوں۔
نقل خط حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ العالی۔

محی و صبی و مشفق زاد اللہ تعالیٰ جبکم فی الدارین۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وکرمۃ

آپ کا محبت نامہ جس کا لفظ لفظ میرے دل و جان کے لئے سرمایہ ناز محبت ہے پڑھ کر بہت ہی اطمینان و خوشی ہوئی۔ میں وہم کر رہا تھا کہ کیس میری طرف سے خاطر گرامی پر کوئی ناگواری نہ ہوئی ہو۔ آپ کی دعائیں میرے لئے بہت تقویت قلب کا باعث ہیں۔ میں بھی دل و جان سے آپ کی صحت اور عافیت کے لئے دعا کرتا ہوں۔

محمد عبدالحی عفی عنہ

۵ جنوری ۶۸۱

مضمون: ایک دن دل میں بہت قافانہ ہوا کہ حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ العالی کو کچھ ہدیہ محبت بھیجوں چنانچہ بھیجا اور حضرت ڈاکٹر صاحب کا عجیب محبت بھرا والا نامہ آیا۔

نقل خط ڈاکٹر صاحب مدظلہ العالی

محبی و محبوبی زاد اللہ تعالیٰ جبکم وائما۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

والا نامہ ملا۔ دل خوشی سے معمور ہو گیا۔ آپ کی محبت ملی بہت بڑی دولت ملی حق تعالیٰ میری اس نعمت کو سلامت رکھیں۔ والا نامہ کو کسی کسی وقت پڑھ لیتا ہوں۔ آپ کے لئے دل سے دعائیں نکلتی ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت پر ہنر ادا کرتا ہوں حضرت والا دعاء فرماویں اللہ تعالیٰ ہمیں جنت میں اکٹھا کر دیں۔

جواب: آپ کا اعتراف محبت میرے لئے پروانہ نجات ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اللہ تعالیٰ ہماری محبت کو اپنی محبت اور اپنے محبوب نبی الرحمتہ کی محبت خالصہ باعث ترقی فرماویں۔ آمین۔ میرے ایک اور خط پر حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ العالی کا جواب: محبت نامہ باعث ازدیاد محبت ہوا اللھم زد فرزد عبدالحی عفی عنہ

یہ ناگاہ دور افتادہ یونہی آپ کی شفقت محبت کا مرہون و ممنون ہے۔ بھر کرم بالائے کرم یہ ہدیہ اخلاص محبت اور بھی زیادہ شرمندہ محبت کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس مخلصانہ محبت کا جذبہ میرے لئے سعادت دارین کا باعث بنائیں اور اس کا صلہ اپنی محبت خالصہ اور اپنے محبوب کی محبت خاصہ عطاء فرماویں۔ آمین!

حمد اللہ بخیریت ہوں۔ اور آپ سب کے لئے دعائے خیر و عافیت کرتا ہوں۔

احقر محمد عبدالحی عفی عنہ

۲۶ صفر ۱۴۰۲ھ ۱۲ دسمبر ۶۸۲

میری خوشی کی انشاء نہ تھی۔ میں نے بھی جوش محبت میں مندرجہ ذیل خط لکھا:

سیدنا و مولانا و محسننا و امانت برکاتہم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نماز ظہر کے لئے گھر سے نکلنے لگا تھا جب والا نامہ ملا۔ لفافے پر کے پتہ سے پہچان گیا کہ حضرت والا کا خط ہے۔ کھولا پڑھا، تڑپ گیا خوشی سے دل اچھل رہا تھا۔ آنکھوں میں آنسو دل کی عجیب کیفیت تھی۔ نماز میں مشکل سے جھنجھوں کو دیا۔ بعد نماز ایک عزیز کو کہہ رہا تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ مجھے ایک لاکھ روپیہ دیتے اتنی خوشی نہ ہوتی جتنی حضرت ڈاکٹر صاحب کے والا نامہ سے ہوئی۔ دل کے جذبات حضرت

والا کے سامنے رکھنے کو دل چاہا رکھ دیئے ، دعا فرمائیں دین کی محبت کے انہی جذبات میں حق تعالیٰ اپنے پاس بلائیں -----

یہ ناکارہ حضرت والا کے لئے دلسوزی بھری محبت بھری دعائیں کرتا ہے۔

احقر محمد شریف عفی عنہ ۷۰۹ نواں شہر - ملتان

اس خط کا بھی عجیب پیارا جواب آیا۔ تحریر فرمایا:

محترمی محبوبی زاد اللہ جبکم موقور۔ و علیکم السلام ورحمۃ اللہ!

اس وقت آپ کا محبت نامہ پڑھ کر دل فرط محبت سے لبریز ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے کہ آپ کے دل میں اس ناکارہ کا اسقدر خیال ہے۔ "اللھم زد فرزد" دل و جان سے آپ کے مراتب عالیہ کے لئے دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنی محبت کاملہ اور اپنے نبی الرحمتہ کی محبت کاملہ آپ کے دل و جان میں جاری و ساری فرمادیں۔ آمین

گرامی نامہ حضرت ڈاکٹر صاحب

محبی و محترمی زاد اللہ مجدکم و فیو ضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ ،

صحیفہ محبت پڑھ کر دل بہت مسرور و سرشار ہو گیا۔ آپ کیسی محبت سے اس ناکارہ دور افتادہ کو یاد فرماتے ہیں۔ میرے لئے بڑی نعمت اور بڑی سعادت ہے۔ مجھے تو خود سے دریافت خیریت کی توفیق بھی نہیں ہوتی۔ دن بھر مشاغل مختلفہ سے بدحواس رہتا ہوں مگر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ سب کام بحسن و خوبی ہوتے رہتے ہیں۔ البتہ صحت روز بروز کمزور ہو رہی ہے جسکے تدارک کے لئے کچھ ادویات استعمال کرتا رہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ آپ کا مزاج گرامی اور جملہ متعلقین خیر و عافیت سے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ آپ کا مزاج گرامی اور جملہ متعلقین خیر و عافیت سے ہوں گے۔ دل سے دعاء خیر و عافیت کرتا رہتا ہوں۔ اپنے احباب کے لئے دعاء کرتا رہتا ہوں میں نے اپنے وظائف یومیہ و شبانہ میں شامل کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمادیں۔ آپ یوں تو اس ناکارہ کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں لیکن دعا کے لئے استعا کرنے میں لذت محسوس کر رہا ہوں۔ سب کی خدمت میں سلام مسنون۔ دعا گو۔۔۔ احقر عبدالحی عفی عنہ ۷۰۹ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

گرامی نامہ حضرت ڈاکٹر صاحب

محبی و محترمی زاد اللہ ، عافیتکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کا ہدیہ محبت میرے لئے نقد بشارت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل عظیم کی اللہ تعالیٰ آپ

کے مدارجِ محبت میں اور اپنے تعلق اور اپنے محبوب کے تعلقِ محبت میں ترقی باہم عطا فرماویں دل سے اس محبتِ خصوصی کی قدر کرتا ہوں۔ اپنے دل کی پر خلوص محبت کا اندازہ پیش کرتا ہوں۔ شرفِ قبولیت عطا ہو۔ الحمد للہ بخیر و عافیت ہوں۔ آپ کے لئے اور آپ کے مخلصوں کے لئے دعائے خیر و عافیت کرتا ہوں۔ نیاز مند: محمد عبداللہ ۲۱ ذوالحجہ ۱۴۰۹ ستمبر

سیدنا و مولانا دامت برکاتکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،
حضرت والا۔ خیریت مزاج مبارک سے مطلع فرماویں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا مبارک سایہ مسلمانوں کے لئے سلامت رکھیں۔

حضرت اقدس میری اہلیہ کی آنکھ کا (موتیا) آپریشن ہوا ہے۔ چار پانچ روز کے بعد معمولی درد ہوا اور معمولی جلا سا آیا۔ آنکھ میں روز ٹیکہ لگتا ہے۔ ویسے ڈاکٹر صاحب تسلی دیتے ہیں۔ حضرت والا دعاء فرماویں کہ بیٹلی بحال ہو جائے۔

میرے لئے حسنِ خاتمہ کی دعاء بھی فرماویں۔۔۔ دعاء گو۔
۲۳ محرم ۱۴۰۲ھ احقر محمد شریف عفی عنہ
۲۱ اکتوبر ۱۹۸۳ھ ۷۰۹ نواں شہر۔ ملتان

جواب حضرت ڈاکٹر صاحب:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی اہلیہ کی آنکھ کی تکلیف کے لئے دل سے دعائے صحت کر رہا ہوں۔ ہر نماز کے بعد یا قوی یا بصیر یا نور۔۔۔۔۔ ۱۱ بار پڑھ کر انگلیوں پر دم کر کے آنکھوں پر پھیر لیا کریں۔ اللہ تعالیٰ صحت کاملہ عطاء فرماویں۔ دل سے دعاء کر رہا ہوں اور اپنے لئے مستدعی ہوں۔

گرامی نامہ حضرت ڈاکٹر صاحب

ممدوی و مشفق زاد اللہ عافیتکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

کسی دوست سے یہ معلوم ہوا ہے کہ خدا نخواستہ آپ کی صحت آجکل بہت خراب ہے۔ اور ہسپتال میں داخل ہیں یہ معلوم ہو کر قلبی قلق و تشویش ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ اب طبیعت بحال ہو۔ افاقہ صحت ہو۔ براہِ کرم کسی سے اپنی خیریت کے دو حرف لکھوا کر جلد ارسال فرماویں تاکہ رفعِ تردد ہو۔ دل سے دعائے صحت عاجلانہ و عافیت کاملہ کر رہا ہوں۔۔۔۔۔ محمد عبدالحی، ۲۰ مارچ ۱۹۸۳ء

گرامی نامہ حضرت ڈاکٹر صاحب

محبی و محترمی زاد اللہ عافیتکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کسی محب کے ذریعہ سے (محمد اسحاق صاحب) آپ کے حالات صحت معلوم ہو کر خاطر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہا ہوں کہ جلد صحت کاملہ نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ مرض کو کیفیت رفع فرمادے اور صحت اور قوت جلد عود پر آئے۔ دل سے دعا کر رہا ہوں۔ کسی عزیز کو اشارہ فرما دیجیے کہ وہ فی الحال جلد از جلد خیریت سے مطلع کرتے رہیں۔ جزاک اللہ خیر جزا، دعا گو، دعا جو

محمد عبدالحی ۲۱ جمادی الثانی ۱۴۰۳ھ، ۲۵ مارچ ۱۹۸۳ء

گرامی نامہ حضرت ڈاکٹر صاحب

محبت محرم زاد اللہ مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہا ہوں کہ آپ کے مزاج میں عافیت ہو۔ کل شام کو فون پر آپ نے شرف مخاطبت عطاء فرمایا۔ لیکن بات کچھ واضح نہ ہو سکی۔ لاہور کے جلسہ میں شرکت کا سوال تھا میں نے اپنی معذورات وہاں کے احباب سے بار بار پیش کر دی ہیں۔ دل تو چاہتا ہے مگر صحت و ہمت میں فتور روز افزوں ہے اس لئے اب دل و جان میں نہ طاقت ہے۔ نہ ہمت ہے نہ دم۔ مگر دل و جان سے جلسہ کی کامیابی اور مقاصد کے پیش نظر میں کامیابی کے لئے دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو باوجود ضعف اور دیگر موانعت کے جذبہ ایثار عطا فرمایا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کی شرکت سے ارکان مجلس کو ضرور تقویت ہوگی اور خاطر خواہ برکت حاصل ہوگی۔۔۔۔۔ معذرت خواہ ڈاکٹر عبدالحی، ۵ اپریل ۱۹۸۳ء

جواب حضرت ڈاکٹر صاحب

سیدنا و مولانا دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بہت روز ہوئے ایک خط ارسال خدمت اقدس کیا تھا جس میں اپنی حالت رو بہ صحت ہونے کی اطلاع دی تھی۔ اس خط کا جواب موصول نہیں ہوا اس سے قبل حضرت والا کے دو شفقت محبت اور دعاؤں بھرے والا نامے ملے۔ واللہ مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ سلطنت کی خوشی اس کے مقابلہ میں بچ ہے۔ بفضلہ تعالیٰ میری صحت بڑھ رہی ہے۔ حضرت اقدس کی دعا میں اللہ نے قبول فرمائیں۔ اب ایک وقت مسجد میں جانے لگا ہوں۔ عصر سے مغرب تک احباب بھی پاس بیٹھتے ہیں۔ حضرت والا کی دعا میں بہت بڑی نعت ہیں۔ مزید دعاؤں خصوصی حسن خاتمہ کی دعاؤں کا محتاج ہوں۔

حضرت والا خیریت مزاج کی کیفیت سے بھی مطلع فرماویں۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کا مبارک سایہ اس ناگوارہ اور سب مسلمانوں کے سر پر سلامت رکھیں۔۔۔۔۔ دعا گو۔

۲۱ رجب ۱۴۰۳ھ احقر محمد شریف حنفی عد ۲۲ اپریل ۱۹۸۳ء ۷۰۹ نواں شہر۔ ملتان

جواب: و علیکم السلام ورحمۃ اللہ

میں نے بھی ایک عریفہ مزاج پر سی کے لئے لکھا تھا۔ جناب والا کے خط کا جواب تو میرے

لئے عین سعادت ہے۔ مگر موصول ہی نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ صحت کاملہ اور عافیت کے ساتھ رکھیں۔ آپ کے لئے دعاء کرتا ہوں اور اپنے لئے مستدعی ہوں۔

جواب حضرت ڈاکٹر صاحب

سیدنا و مولانا و محسننا و امت برکاتکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

شفقت بھرا والا نامہ ملا۔ میری خوشی مجھے وجد میں لے آئی۔ واقعی اس دن فون پر بات کرنے میں حسرت رہ گئی۔ آواز بہت مدہم تھی۔ حضرت اقدس کی محبت بھری دعا میں سن لیں۔ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضرت لاہور تشریف نہ لے جا سکیں گے۔ باقی ارشادات سمجھ نہ سکا۔ بحمد اللہ حضرت والا کی محبت سے دل سرشار ہے میری بیماری کے دنوں میں جتنی شفقت آپ نے فرمائی، شاید ہی کسی اور بڑے نے فرمائی ہو از خود چار والا نامے تحریر فرمائے۔ مجھے سلطنت سے زیادہ خوشی ملی۔ خیریت مزاج مبارک کی کیفیت سے مطلع فرماویں حق تعالیٰ آپ کا مبارک سایہ اس ناکارہ کے سر پر اور سب مسلمانوں کے سر پر سلامت بعافیت رکھیں۔

حضرت اقدس نے جوابی لفاظہ ارسال فرمایا۔ اس کی ضرورت نہ تھی لیکن یہ لفاظہ میں نے اپنے پاس رکھ لیا۔ حضرت والا کے دست مبارک کا ایک ایک لفظ میں محفوظ رکھتا ہوں۔۔۔۔۔ دعاء گو و دعاء خواہ

۵ شعبان ۱۴۰۳ھ احقر محمد شریف عفی عنہ

۷ مئی ۱۹۸۳ء ۷۰۹ نواں شہر۔ ملتان

جواب: وعلیکم السلام برحمتہ برکاتہ

میں نے جو کچھ کیا اپنی محبت اور خلوص کی وجہ سے کیا آپ کے ساتھ قلبی تعلق کے تقاضے سے کیا۔ ان شاء اللہ یہ امر مزید اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کا باعث ہوگا اور آپ کے ساتھ رابطہ محبت کا قوی ہونے کا موجب ہوگا۔

اپنا عذر پیش کیا تھا اور آپ کی صحت کا اندازہ کر کے آپ کو بھی راحت کا پہلو اختیار کرنے کا مشورہ تھا۔۔۔۔۔ جزاکم اللہ۔

یہ بھی محبت کا ایک کرشمہ ہے۔ اللہم زدو فردل و جان سے دعائے خیر و عافیت کر رہا ہوں۔

جواب حضرت ڈاکٹر صاحب

سیدنا و مولانا و امت برکاتکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

حضرت والا خیریت مزاج مبارک سے مطلع فرماویں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا مبارک سایہ مسلمانوں پر سلامت رکھیں۔

حضرت والا۔ چند روز تک میری اہلیہ کی آنکھ کی آپریشن ہونے والا ہے۔ دعاء فرماویں آپریشن کامیاب ہو اور بیٹائی بہت ابھی ہو جائے۔ احقر محمد شریف عفی عنہ ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ۔ ۷۰۹ نواں شہر۔ ملتان

جواب: مکرری و محترمی زادہ اللہ مجدکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، جزاکم اللہ
دل سے دعا کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ خیر و عافیت کے ساتھ آپریشن میں خاطر خواہ کامیابی عطا
فرمائیں اور بیٹائی میں قوت عطاء فرمائیں۔ آمین۔
اپنے لئے استعا کر کے دعائے خیر و عافیت فرما کر ممنون کرم فرمائیں۔

گرامی نامہ حضرت ڈاکٹر صاحب

محبی و محبوبی زاد اللہ مجدکم و عافیتکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

کیا عرض کروں۔ کس طرح اظہار جذبات کروں۔ آپ نے اپنی توجہات محبت اور عنایات
کرم سے بالکل بے نوا کر دیا ہے میری خوش نصیبی ہے کہ آپ ایسے محبت کرنے والے میرے لئے سعادت
دارین کا باعث ہیں۔ آپ کے عطیہ محبت نے بذریعہ منی آرڈر موصول ہو کر مجھے ممنون محبت بنالیا۔ اللہ
تعالیٰ آپ کو اپنی محبت خاصہ اور اپنے محبوب نبی الرحمۃ کی محبت کاملہ سے مخمور اور سرشار رکھیں۔
دعا ہائے خیر و عافیت کی توفیق ہوتی رہتی ہے اور اپنے لئے استعا کرنے کی بھی سعادت کا
مستعدی ہوں۔۔۔۔ دعا گو۔۔۔۔ محمد عبدالحی عفی عنہ

سیدنا و مولانا دامت برکاتہم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت والا کئی روز سے زیادہ بیمار ہوں۔ دعائے صحت فرمائیں۔ خیریت مزاج مبارک کی
کیفیت سے بھی مطلع فرمائیں۔ حق تعالیٰ آپ کا مبارک سایہ سب مسلمانوں اور ہمارے سروں پر سلامت
رکھیں۔

دعاء گو و دعا جو۔۔۔۔ احقر محمد شریف عفی عنہ۔۔۔۔ ۷۰۹۔۔۔۔ نواں شہر ملتان۔۔۔۔ ۱۸ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ۔۔۔۔

۱۳ دسمبر ۱۹۸۴ء

جواب حضرت ڈاکٹر صاحب

محترمی و محبی زاد اللہ فیہمکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آپ کی یاد فرمائی اس ناکارہ دور افتادہ کے لئے بڑا سرمایہ سعادت ہے۔ اپنی نااہلیت سے شرمندہ
ہوں کہ خود توفیق نہیں ہوتی کہ خیریت مزاج دریافت کروں۔۔۔۔ مشاغل کثرت نے دل و دماغ بہت کمزور
کر دیئے ہیں۔ آپ کے لئے دعا ہائے خیر کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ راحت جسمانی کے ساتھ قوت ایمانی میں ترقی عطاء فرمائیں۔ دعا ہائے خیر ہائے

خیریت کے لئے مستعدی ہوں۔ عاجز، محمد عبدالحی

حضرت مولانا مفتی عبدالکریم صاحب گمشدہ

کی خدمت میں ایک خط اور اس کا جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

بڑے دن کی تعطیلات میں بندہ اور مولوی شیر محمد صاحب تھانہ بھون جاتے ہوئے راجپورہ اترے کیونکہ زیارت کو دل چاہتا تھا مگر آپ تھانہ بھون تشریف لے گئے ہوئے تھے جب تھانہ بھون پہنچے تو آپ وہاں سے تشریف لے چکے تھے ملاقات نہ ہو سکے کا بچہ صدمہ ہوا۔

جواب حضرت مفتی صاحب! احقر چار بجے پہنچا تو معلوم ہوا کہ آپ تشریف لے گئے ہیں افسوس ہوا، حق تعالیٰ عافیت سے رکھے ان شاء اللہ والہی پر ملیں گے۔

والہی میں سردی اور بارش کے باعث نہ اتر سکے۔

جواب حضرت! اچھا کیا سردی زیادہ تھی۔

آپ کو سفر فرج مبارک ہو!

جواب حضرت! حق تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔ گزشتہ سال آپ نے وہاں درخواست اور دعاء پہنچائی تھی۔ اللہ تعالیٰ آسان فرماویں اور قبول فرماویں اور بخیر و عافیت واپس لائیں۔

جواب حضرت! اللہ آمین ثم آمین۔

اگر یاد آجائے تو اس ناچیز کے لئے مکہ معظمہ میں دعاء فرماویں کہ اللہ تعالیٰ حسنِ خاتمہ فرما دیوں اور مدینہ شریف میں حضورؐ کی خدمتِ اقدس میں سلام عرض کریں۔

جواب حضرت! ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور۔ یادداشت میں لکھ لیا ہے۔

مولوی شیر محمد صاحب آپ کو سلام عرض کرتے ہیں اور یہی دونوں درخواستیں وہ بھی کرتے

ہیں۔

جواب حضرت! ان سے بھی سلام عرض کروں انکا نام بھی درج کر لیا ہے۔

اہلیہ آپ کے گھر والوں کو سلام عرض کرتی ہے۔

جواب حضرت! انکی طرف سے بھی سلام عرض ہے۔ اور دعاء اور حضورؐ کو سلام کہنے کے لئے عرض کرتی ہے۔

جواب حضرت! بہت اچھا۔

اپنی، اپنے گھر والوں اور عزیز عبداللہ کی خیر و عافیت سے مطلع فرما کر مطمئن فرماویں۔
 جواب حضرت مفتی صاحب: خدا کا شکر ہے سب عافیت سے ہیں۔ البتہ حجاز کے سفر کا کچھ اثر عبداللہ پر بھی ہے اور اسکی والدہ پر بھی اور چھوٹا بچہ کھیل کود کا موقع نہ ملنے کے سبب بہت پریشان کرتا ہے۔
 دعائے خیر میں یاد رکھنے کا امیدوار ہوں۔ اگر فرصت ہو تو یہ چند مسائل بھی تحریر فرماویں۔
 ورنہ صرف خیر و عافیت سے ہی مطلع فرماویں۔

جواب حضرت: خیال میں تو رہا لیکن موقع نہ مل سکا آخر کار حجاز میں لکھنا پڑا۔ آج کراچی سے چلے ہوئے چوتھا روز ہے۔ ان شاء اللہ پرسوں کاعمران میں خطوط ڈالے جاویں گے۔ آپ کو اس ناچیز کے حال پر بیحد شفقت ہے اللہ تعالیٰ آپکو اسکی بہترین جزا عطا فرماویں۔

(۱) - بعد نماز ظہر معلوم ہوا کہ ساری نماز ایسی حالت میں پڑھی کہ کپڑے ناپاک تھے۔ کیا اب سنتوں کی قضا بھی ضروری ہے یعنی کیا اب اتنے نفل پڑھ لینے واجب ہیں یا نہیں۔ اور کیا نفلوں کو بھی دہرانا چاہیئے۔
 جواب حضرت مفتی صاحب: سنتوں کی قضا نہیں۔ نفل کا اعادہ واجب نہیں۔

(۲) - زیادہ گرم چیز پر بھوک مار کر ٹھنڈا کر کے کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟
 جواب حضرت: حدیث شریف میں کھانے پینے کی چیز پر بھوک مارنے کی ممانعت آئی ہے۔
 (۳) - اگر کسی کی عورت مر جاوے اور اولاد بالکل نہ ہو تو اس عورت کے ورثہ میں سے شوہر کو کس قدر حصہ ملے گا۔ اور اس عورت کے باپ باپ کو کس قدر؟

جواب حضرت: خاوند اور ماں باپ وارث ہوں تو آدھا ترکہ خاوند کو چھٹا حصہ ماں کو باقی باپ کو ملے گا۔
 (۴) - گائے، بھینس، گھوڑا وغیرہ کے منہ کی جھاگ نجاست خفیہ یا غلیظ؟
 جواب حضرت: گھوڑے اور حلال چوپایوں کا لعاب تو پاک ہے مگر گائے وغیرہ جو جگلی کرتی ہیں اسوقت کی جھاگ گوبر کے برابر ناپاک ہے۔

(۵) - محکف کو مسجد میں ریلح صادر کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اگر ناجائز ہو تو رات کو سخت سردی کے وقت سردی کے خوف سے اگر مسجد کے اندر صادر کرے تو گناہ تو نہ ہوگا؟

جواب حضرت: جس عبادت سے محکف کے لئے ریح صادر ہونے کے وقت باہر نکلنے کا حکم معلوم ہوتا ہے وہ صاف نہیں ہے اس لئے احتیاط یہ ہے کہ حتی الوسع مسجد میں رہے البتہ اگر دوسرے محکفین کو بدلو سے تکلیف ہو تو باہر جانے کی گنجائش پر عمل کرے۔

(۶) - جس مسجد میں احقر نماز پڑھتا ہے اس میں نمازی عید کی نماز بھی پڑھنے میں باہر جانا پسند نہیں کرتے۔ عید گاہ کا امام مسائل سے ناواقف بھی ہے بدعتی ہے اور خطبہ میں بھی بہت گڑبڑ ہوتی ہے۔ اگر ان حالات میں احقر بھی عید کی نماز مسجد ہی میں پڑھ لے تو کوئی حرج تو نہیں؟

جواب حضرت: کچھ مضائقہ نہیں۔۔۔۔ والسلام
 احقر عبدالکریم گمشدہ تھلی تھلی حد از حجاز الدینہ

مجدد الملت حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے خلیفہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہ العالی (ہردوئی) (بھارت)

کو اسے ناکارہ کے دعوت !

حضرت کو میں نے دعوت دی کہ پاکستان تشریف لائیں تو ملتان میں میرے ضرور مہمان بنیں۔
حضرت والا کا جواب: حضرت محترم زادت الطاکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،
گرا می نامہ نے مشرف فرما کر مسرور کیا۔ آپ کے خط سے اکبر کی یاد تازہ ہو گئی۔ اس وقت
یوجہ احقر سفر سے قاصر ہے، ۲۰ مارچ سے ۲۳ مارچ تک اسفار رہے۔ ۲۳ تا ۲۵ مارچ ہردوئی قیام رہا۔ دعا
کیجئے کہ سفر ملتان کے لئے غیب سے سہولتیں ظاہر ہو جائیں والسلام ناکارہ خادم طالب دعائے تکمیل اصلاح
ابرار الحق عفی عنہ ۲۸ مارچ ۱۹۸۱ء

آئندہ سال بعد حج حضرت ملتان چھائی اسٹیشن پر سے گزرے تو میں نے کھانا پیش کیا۔
حضرت نے سب ساتھیوں کو ایک ایک روپیہ ہدیہ عطا فرمایا اور مجھے مدینہ کی کھجوریں سرمہ اور عطر بھی
عطا فرمایا اور چند دین بعد والا نامہ تحریر فرمایا: نقل والا نامہ ---- محترمی الکرم دامت برکاتکم السلام علیکم
ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

عنایت نامہ دستی سے مشرف ہوا۔ آپ کی محبت و شفقت کو اپنے لئے فال حسن خیال کرتا ہوں۔
دیرا کیوجہ سے مجبوری تھی ورنہ حاضر خدمت ہو کر زیارت کی سعادت حاصل کرتا۔ آپ کی زحمت فرمائی
اسٹیشن کا بہت ممنون ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپکو جزائے خیر عطا فرماویں۔ آپ کے گھر کے طعام و تبرک کو
سب نے بہت ہی ذوق و شوق سے ریل روانہ ہوتے ہی کھایا۔ سب کو بہت ہی پسند آیا۔ سب کو توفیق
دعاء اکل طعمکم اللہ ارادہ و صلیت علیکم الملائکۃ و افطر عندکم الصائمون کی بھی ملی آپ نے جن مقاصد کے
لئے دعا ارشاد فرمایا ہے ان کے لئے تعمیل ارشاد میں دعا کی سعادت ملی بالخصوص دعائے رفاقت رفیق
حیات فی الجنۃ کی بھی توفیق ملی۔ ان تمام ادعیہ کی آپ سے بھی دعا کی درخواست ہے۔ والسلام۔ ۷ صفر ۱۴۰۲ھ
آج روانگی ہے۔ ناکارہ خادم، ابرار الحق خادم دعوت الحق ہردوئی۔

(۱)۔ آؤ آئندہ سال حج سے واپسی پر خاص شفقت فرمائی اور ملتان تشریف لا کر اس ناکارہ کے مہمان بنے کئی
دیگر بزرگ بھی ساتھ تھے اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا شرف عطا فرمایا۔ میں تو اس قابل نہ تھا

حضرت مفتی رشید احمد صاحب کے دو گرامی نامے

بسم الله الرحمن الرحيم مشفق المکرم زیدت عنایات

و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ، گرامی نامہ باعث سرور قلب ہوا ، حضرت والا کی صحت سے بہت مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ صحت و قوت میں خوب برکت عطا فرمائیں اور خوب خوب دین کا کام لیں۔
 بندہ کی صحت بحمد اللہ تعالیٰ ٹھیک ہے خصوص دعاؤں کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ خدمات مفوضہ باحسن وجوہ انجام دینے کی توفیق عطا فرمائیں ، احسن الفتاویٰ کی تکمیل ، غلطی سے حفاظت اور قبول و نفعیت کے لئے خصوصی دعاء فرماتے رہیں ، کثرت مشاغل کی وجہ سے کام کی رفتار بہت زیادہ سست ہو گئی ہے۔ آپ نے حالت مرض و شدید نقابت میں خود اپنے قلم مبارک سے شفقت نامہ تحریر فرما کر بندہ کو بہت متاثر کیا ، اکابر کی نظر عنایت کے سوا میرے پاس کوئی سرمایہ نہیں۔ دعاء گو و دعاء جو

عزیز محترم قاری محمد اسحاق صاحب ، زیدت عنایات

السلام علیکم: نسخہ اصلاح کی کیسٹ ارسال ہے۔ آپ کے لئے ہدیہ ہے۔

معلوم ہوا ہے کہ حضرت حاجی صاحب دامت برکاتہم کی صحت خراب ہے۔ بندہ کی طرف سے سلام اور دعاء کی درخواست پیش کرنے کے بعد یہ پیام پہنچا دیں کہ انکی صحت کے لئے دل سے دعا کرتا ہوں۔ براہ راست انکی خدمت میں عریضہ اس لئے نہیں لکھا کہ انہیں جواب کی زحمت نہ ہو ، --- کوئی مناسب موقع نظر آئے تو مرسل کیسٹ کا ذکر کر دیں۔ سننے کی خواہش ظاہر فرمائیں تو سناؤں --- آپ کے لئے بھی تہ دل سے دعا گو ہوں۔ فقط والسلام ،

تقریریت نامہ : باز : عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی دامت برکاتہ

عزیزم سلمکم اللہ --- السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج فون پر ڈاکٹر قرار احمد صاحب سے یہ خبر سن کر کہ حضرت مولانا رحلت فرما گئے۔۔۔ (اللہم وانا الیہ راجعون) مفارقت کا قلق اور صدمہ تو فطری ہے۔ جس سے میں بھی متاثر ہوں مگر ان کے مستقبل کے تصور سے بڑا سکون ہے کہ آج ان کو اللہ تعالیٰ مقام قرب و رضا میں کیا درجہ عالیہ عطاء ہوا ہوگا۔ کون کیا اندازہ کر سکتا ہے۔ خبر سننے کے بعد ہی میں دعائے مغفرت اور رفع درجات کے لئے دعاء کر رہا ہوں۔ آپ لوگوں کے لئے البتہ ایک بڑے خیر و برکت سے محرومی ہے۔۔۔۔۔ لیکن ان شاء اللہ انکی محبت اللہ آپ لوگوں کی خدمت آپ کے لئے بھی بڑا سرمایہ سعادت آخرت ہے۔ اس ضعیفی میں طرح طرح کے امراض اور مجبوریات حائل رہتی ہیں۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ ان کو اب بالکل راحت کاملہ عطا فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ان کو ہر آن اپنے مقام قرب و رضا میں جہیم درجات عطا فرمائیں۔ اور سب مستحقین کو صبر جمیل کی توفیق و سعادت نصیب فرمائیں۔ آپ سب کے لئے دل سے دعائے خیر کر رہا ہوں۔ (محمد عبدالحی + ۱۲ اپریل ۱۹۸۵ء)

تعزیت نامہ از: حضرت الحاج ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب مدظلہم
خلیفہ ارشد حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

محترمی و مکرمی جناب مولوی محمد اسحاق صاحب زید مجدد ہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: آج صبح آپ کا خط حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شدید علالت کا ملا اس وقت جواب لکھ کر ڈاکخانہ میں ڈال دیا۔

ابھی عصر کے بعد اطلاع ملی کہ ساڑھے تین بجے آج بعد دوپہر حضرت حاجی صاحب داعی اجل کو لبیک کہہ کر اپنے مولائے حقیقی کے پاس اصل وطن کو رحلت فرما گئے۔ (انا اللہ وانا الیہ راجعون)
حضرت مجدد تھانویؒ کی نشانی تھی جس قدر بھی انوس کا اظہار کیا جائے کم ہے لیکن تسلیم و رضا بھی عبد ہی کے لئے مقرر ہوا ہے حق تعالیٰ اپنے خاص فضل و کرم سے حضرت کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقامات عطا فرمائیں۔ اور حضور اکرمؐ کے قریب سے قریب جگہ نصیب فرمائیں۔

اعزاء اقرباء متوسلین معتقدین سب کے لئے بے حد صدمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو صبر جمیل عطا فرمائیں اور حضرت کے نقش قدم پر چلنا نصیب فرمائیں۔ گھر والوں سے صاحبزادوں سے۔ مستری صاحب سے تعزیت فرمائیں۔ والسلام احقر حفیظ اللہ۔ ستمبر

تعزیت نامہ از: حضرت الحاج ماسٹر منظور محمد صاحب مدظلہم

خلیفہ ارشد: حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری

عزیزان صاحبزادگان حضرت مولانا ماسٹر محمد شریف صاحب رحمۃ اللہ علیہ

السلام علیکم: چند روز ہوئے آپکے والد محترم حضرت مولانا ماسٹر محمد شریف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر سنی تھی پھر تردید بھی سنی لیکن کل حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر تصدیق ہو گئی۔ بے حد صدمہ ہوا وہ بھی قلب کی گمراہیوں کو متاثر کر رہا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۳۲ء سے ۱۹۳۶ء تک اسلامیہ کالج لاہور میں جے اے وی کلاس میں میرے کلاس فیلو تھے اگرچہ اس وقت کسی سلسلہ سلوک سے وابستہ نہ تھے لیکن اسوقت بھی متانت و قار اخلاق عالیہ کی مجسم تصویر تھے۔ کالج میں کلاس میں ان کا خاص مقام و خاص احترام تھا جہاں تک مجھے یاد ہے آپ نے ۱۹۳۶ء کے جے اے وی امتحان میں اعلیٰ نمبر حاصل کئے اور اول رہے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ وابستگی کے بعد جو مقام قرب الہی آپ نے حاصل کیا اور اپنے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں اپنی مکمل نفی کر کے جس طرح مرے وہ تو دنیا جاتی ہے فنا فی اللہ کا لازمی مقدمہ فنا فی الشیخ ہے اور فنا فی الشیخ یعنی شیخ کی محبت و عقیدت میں مرنا یہ آپ حضرت رحمۃ اللہ کی کتاب میں بتفصیل مذکور ہے کاش کہ ہم ناکارہ اس کتاب کو

باقاعدگی سے التزام سے مسلسل روزانہ پڑھنے کا اہتمام کر سکیں۔ کتاب کتاب نہیں ہوتی بلکہ خود مصنف ہوتا ہے۔ اور مصنف کی نورانیت اور اس کا عالی مقام اس کے لفظ لفظ سے چمکتا ہے اور دل کو متاثر کئے بغیر نہیں رہتا۔ میں مسکین ناکارہ آپ سب پسندگان کے غم میں برابر کا شریک ہوں اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے لئے عالی مراتب فردوس کی تہ دل سے دعاء کرتا ہوں اور آپ سب کے لئے صبر جمیل اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اتباع ظاہری و باطنی کی تہ دل سے دعاء کرتا ہوں۔۔۔۔۔ احقر دعا گو و بوجہ منظور محمد

باب ہفتم == وصیت ==:

(۱)۔ میں اپنے احباب سے استدعا کرتا ہوں کہ میرے سب معاصی صغیرہ و کبیرہ عمداً و خطا کے لئے مجموعی طور پر استغفار فرما دیں اور جو میرے اندر عادات بد اور اخلاق ذمیرہ و رزیلہ ہیں ان کے ازالہ کی دعا فرماویں۔

(۲)۔ میرے اخلاق سینہ کے باعث بہت بندگانِ خدا کو حاضرانہ و غائبانہ میری زبان اور ہاتھ سے تکالیف و ایذا پہنچی ہیں۔ خصوصاً اسکول کے زمانہ تعلیم میں سینکڑوں طلباء کو میں نے جسمانی سزائیں دیں۔ جو حضرات مجھ سے دینی تعلق رکھتے ہیں ان کو بھی زبانی طور پر سختی سے متنبہ کرنے کی نوبت آئی۔ سخت گیری اور مواخذے بھی کرتا رہا۔ علاوہ ازیں بعضوں کی غیبتیں بھی ہوئیں۔۔۔۔۔ ایسے مواقع پر ضرورت سے زیادہ شدت یا نفس کی آمیزش کا احتمال ہے۔ میں نہایت عاجزی سے چھوٹے بڑوں سے باادب استدعا کرتا ہوں کہ اللہ دل سے معاف فرما دیویں۔ اللہ تعالیٰ انکی بھی تقصیرات سے درگزر فرماویں گے۔ اور ان کے درجات بھی بلند ہوں گے میں بھی ان کے لئے دعاء کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انکو دارین میں عفو و عافیت عطا فرماویں۔ معذرت کرنیوالے کی تقصیر سے درگزر کرنیوالے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

(۳)۔ میرے حق میں جو دوسروں سے کوتاہیاں ہو گئی ہیں میں بطیب خاطر گذشتہ اور آئندہ کے لئے محض خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے اور اپنی معافی کی توقع پر سب کو معاف کرتا ہوں۔

(۴)۔ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس وقت میرے ذمہ کسی کا قرض نہیں اور حق تعالیٰ شانہ کا جو معاملہ فضل اس ناکارہ خلایق کے ساتھ ہے اس سے امید ہے کہ ان شانہ اللہ آئندہ بھی اس سے محفوظ رہوں گا۔ اگر اتفاق ایسا ہو یا کسی کی امانت میرے پاس ہوئی یا دواشت زبانی یا تحریری کر دی جائے گی۔

(۵)۔ اہلیہ کا مہر میں ادا کر چکا ہوں۔ مکان مسکونہ نمبر ۰۹ نواں شہر ملتان میں اہلیہ کو بھوک چکا ہوں۔ اس

(۱)۔ مکان مسکونہ نمبر ۰۹ نواں شہر ملتان، اہلیہ نے مجھے مورخہ ۱۵ مئی ۱۹۸۲ کو دوبارہ بیرک لادی ہیں۔ وصیت نمبر ۵ میں (مکان مسکونہ سے لے کر یہ سب مکان ہی کا حصہ ہیں) اتنی عبارت مذکور تھی جتنی جانی اور سرکاری کفالت میں پہلے ہی مکان میرے نام ہے اب یہ مکان میری موت پر در نام میں تسلیم ہوگا۔ (محمد شریف صفی عہ ۱۵ مئی ۱۹۸۲ء)

میں جتنی چیزیں بیہوش (گڑی ہوئی) ہیں۔ مثلاً برقی ٹیکے، ٹلکے وغیرہ دیگر اشیاء یہ سب مکان ہی کا حصہ ہیں۔ دوسری چیزیں اکثر میری ملک ہیں۔ ان میں جو چیز اہلیہ اپنی ملک بتائے اس کا قول قابل قبول و تصدیق ہے۔

(۶) - میں اپنے احباب کو وصیت کرتا ہوں کہ حتی الامکان دنیا و مافیہا سے دل نہ لگائیں۔ اور کسی وقت فکر آخرت سے غافل نہ ہوں۔ ہمیشہ ایسی حالت میں رہیں کہ اگر اسی وقت پیغام اجل آجائے تو جانا ناگوار نہ ہو۔ ہر وقت یہ سمجھیں "شاید ہمیں نفس نفس واپس یوں"

اصلاح نفس کی فکر رکھیں۔ نفس کو کبھی ڈھیل نہ دیں۔ صحبت اہل اللہ کا التزام رکھیں مسائل کے لئے ہمیشہ ہشتی زیور مطالعہ میں رکھیں۔ مرشد تھانوی علیہ الرحمۃ کے مواعظ کے مطالعہ کی پابندی رکھیں۔ حسن خاتمہ کو تمام نعمتوں سے افضل و اکمل اعتقاد رکھیں۔ اور الحاج و تضرع سے ہلکی دعائیں کرتے رہیں۔ ایمان حاصل پر شکر خدا بجالاتے رہیں۔ خود اپنے لئے بھی دعاء کی درخواست و التجا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرا بھی خاتمہ ایمان پر فرمادیں۔

(۷) - میری رقم کا چوتھائی حصہ بہ نیت حقوق العباد و فدیہ و زکوٰۃ فقراء و مساکین کو دے دیئے جائیں کہ شاید کچھ ذمہ باقی ہوں۔

(۸) - میرے ایصالِ ثواب کے لئے کبھی جمع نہ ہوں۔ نہ اہتمام سے نہ بلا اہتمام۔ ہر شخص منفرداً خود جس کا دل چاہے دعاء و صدقہ اور عبادتِ نافذہ سے نفع پہنچائے۔ کم از کم عین بار سورہ اتلاص ہی بخش دیا کریں۔ ان شاء اللہ یہ عمل خود ان کے حق میں بھی بہت نافع ہوگا۔

(۹) - جس شہریا گاؤں میں میرا انتقال ہو مجھے وہیں کے عام قبرستان میں دن کیا جائے کسی دوسری جگہ منتقل نہ کیا جائے اور نہ ہی مجھے لئے عام قبرستان سے الگ کوئی جگہ منتخب کی جائے اگر ملتان میں انتقال ہو تو ہماری مسجد کے ساتھ جو قبور کے لئے جگہ ہے وہاں دفن نہ کیا جائے۔

(۱۰) - میرے جنازہ میں شرکت کے لئے کسی رشتہ دار یا کسی بزرگ کا انتظار نہ کیا جائے۔ اور نہ لاؤڈ سپیکر پر اعلان کرایا جائے۔ وقت پر جتنے افراد موجود ہوں نماز جنازہ پڑھ کر جلد از جلد قبرستان پہنچانے کی کوشش کریں۔ بے تکلف مخلص احباب جو فوراً پہنچ سکیں انکو اطلاع کا مضائقہ نہیں۔

(۱۱) - مجھے قبر میں سنت کے مطابق ٹھیک داہنی کروٹ پر قبلہ رخ ٹایا جائے۔ میت کو سیدھا لٹا کر صرف چہرے کا رخ قبلہ کی طرف کر دینے کا دستور غلط اور خلاف سنت ہے۔

(۱۲) - میت کو غسل دیتے وقت جو کپڑا ناف سے زانو تک ڈالا جاتا ہے وہ تر ہونے کے بعد جسم کے ساتھ چپک جاتا ہے۔ جس سے جسم کی رنگت اور حجم نظر آنے لگتا ہے ازراہ کرم مجھے غسل دیتے وقت ناف سے زانو تک کے حصہ پر کسی چادر کو دونوں طرف سے دو آدمی پکڑ کر ڈرا اوٹھا کھینچ کر رکھیں۔ اس بات کا خاص اہتمام کیا جائے۔ عنایت ہوگی۔

نہ تعزیتی جلسہ کیا جائے۔

(۱۲)۔ آخر میں ناظرین کرام سے اس دعا کی درخواست کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سفر آخرت سے قبل تمام حقوق اور میرے مظالم سے سبکدوش فرمادے اور آخرت میں ہر طرح کے مواخذہ سے محفوظ رکھے۔۔۔۔

(۱۳)۔ گھر میں حضرت والا نور اللہ مرقدہ کا عطاء فرمودہ ایک رومال ہے۔ اس کا نصف میرے کفن میں رکھ دیا جائے۔ باقی نصف اہلیہ کے کفن میں رکھنے کے لئے محفوظ رکھ لیا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خط جو علیحدہ کر کے رکھ لیا گیا ہے اس کو جلا کر اس کی راہ حضرت والا کے رومال میں بندھ کر میرے کفن میں رکھ دی جائے۔

(۱۵)۔ مرض الوفات میں اگر کوئی نماز رہ جائے اس کا فدیہ بھی اہتمام سے ادا کر دیا جائے۔ ویسے اللہ کی ذاتِ عالی سے امید ہے کہ وہ اپنے فضل و کرم سے تادم آخر نمازیں ادا کرنے کی توفیق و ہمت عطا فرما دیں گے۔ آخر میں اپنے تمام اعزہ، احباب اور متعلقین سے درخواست ہے کہ وہ احقر کو حتی الامکان دعاؤں میں یاد رکھیں۔۔۔۔ جزا ہم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء

احقر محمد شریف عفی عنہ مکان: ۷۰۹، نواں شہر۔ ملتان ۲۱ جمادی الثانی ۱۴۰۰ھ

خطبہ و طریقہ اخذ بیعت

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونومن بـونـتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له ونشهد ان لا اله الا الله ونشهد ان محمداً عبده ورسوله صلى الله عليه وعلى اله واصحابه وسلم تسليمًا كثيرًا۔

امابعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم، يا ايها الذين امنوا اتقوا الله وابتغوا اليه الوسيلة وجاهدوا في سبيله لعلكم تفلحون۔ يا ايها الذين امنوا اتقوا الله وكونوا مع الصديقين۔ ان الذين يبغونك انما يبغون الله يد الله فوق ايديهم فمن نكث فانما ينكث على نفسه۔ ومن اوفى بما عاهد عليه الله فسيؤتيه اجرًا عظيمًا O

مستورات کی بیعت کے وقت یہ آیت بھی پڑھی جائے

يا ايها النبي اذا جاءك المومنت يباعدنك على ان لا يشركن بالله شيئاً ولا يسرقن ولا يزنين ولا يقتلن اولادهم ولا ياتين ببهتان يفترين بين ايديهن وارجلهن ولا يعصينك في معروف فبايعهن واستغفر لهن الله، ان الله غفور رحيم O

میں توبہ کرتا ہوں کفر سے، شرک سے بدعت سے اور سب چھوٹے بڑے گناہوں سے اور ایمان لاتا ہوں اللہ پاک پر اور اس کے سچے رسول پر۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اور عہد کرتا ہوں کہ پانچویں وقت نماز پڑھوں گا اور رمضان شریف کے روزے رکھوں گا اگر مال ہوگا تو زکوٰۃ دوں گا۔ اگر زیادہ گنجائش ہوگی تو حج کروں گا۔ اور عہد کرتا ہوں کہ اللہ و رسولؐ کے سب حکموں کو جہاں تک ہو سکے بجالاؤں گا اور جن چیزوں سے اللہ اور رسولؐ نے منع فرمایا ہے، جہاں تک ہو سکے گا ان سے بچوں

گا۔ اگر کوئی خطاء ہو جائیگی تو فوراً توبہ کر لوں گا۔ میں توبہ کرتا ہوں اور بیعت کرتا ہوں چاروں سلسلوں میں چشتیہ اور قادریہ اور نقشبندیہ اور سہروردیہ میں۔ اے اللہ! ان سب سلسلوں کی برکت ہم کو نصیب کر اور قیامت میں ان بزرگوں کے ساتھ اٹھا۔ امین یا رب العالمین (بحوالہ خیر الافادات)

فہرست خلفائے مجازین — مجازین بیعت

- (۱)۔ مستری محمد ابرہیم صاحب، مکان نمبر ۳۲۲، بوٹروالی گلی، نواس شرمستان۔ (انتقال فرم گئے)
- (۲)۔ حاجی محمد فاروق صاحب۔ بیت الاشراف، باغ حیات، سکھر
- (۳)۔ ڈاکٹر احسان الحق صاحب قریشی، ایم ایس سی ایم بی بی ایس کوٹھی نمبر ۱۱ گف روڈ۔ لاہور۔
- (۴)۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد اقبال جاوید، وائس پرنسپل پاکستان اسٹیل کیڈٹ کالج، اسٹیل ٹاؤن، بن قاسم کراچی ۷۹
- (۵)۔ ڈاکٹر محمد عبدالواحد السید المحرم، ص۔ ب۔ ۱۷۲۸۸ ریاض ۱۱۴۸۴ سعودی عرب
- (۶)۔ سید نادر شاہ صاحب، بستی دائرہ۔ ملتان۔
- (۷)۔ حاجی عبدالرزاق صاحب، جامعہ اشرفیہ، نیلا گنبد، لاہور۔
- (۸)۔ مولوی محمود اشرف صاحب عثمانی، ادارہ اسلامیات ۱۹۰، انارکلی۔ لاہور۔ دارالعلوم کراچی مکتا
- (۹)۔ ماسٹر عبدالرب صاحب، ۱۲۵ ملا سٹریٹ۔ پرنٹنگ ہاؤس ۶۳۵۸۱۰ نارنگھ لڑکھٹ، ڈسٹرکٹ تمیل ناڈو، ساؤتھ انڈیا۔
- (۱۰)۔ ماسٹر محمد اقبال صاحب قریشی، ادارہ تالیفات اشرفیہ، متصل ڈاک خانہ ہارون آباد ضلع بہاول نگر۔
- (۱۱)۔ حافظ محمد اسحاق صاحب، ادارہ تالیفات اشرفیہ۔ بیرون بومہ ٹریڈنگ - ملتان۔
- (۱۲)۔ مولانا محمد محترم فہیم عثمانی صاحب۔ مسجد مقدس۔ دھوبی منڈی پرانی انارکلی۔ لاہور۔
- (۱۳)۔ مولانا منظور احمد صاحب مدرس جامعہ خیر المدارس۔ ملتان۔
- (۱۴)۔ جناب قمر الدین احمد شاہ صاحب۔ ناظم جائیداد جامعہ خیر المدارس۔ ملتان۔
- (۱۵)۔ جناب صوفی بشیر محمد صاحب، مکان نمبر ۹/۱۷۵۸ اونچی گلی۔ نزدیک کھری چوک ملتان۔
- (۱۶)۔ ماسٹر محمد گلزار صاحب بیت الاشراف، باغ حیات سکھر۔ (مجاز صحبت) (انتقال فرم گئے)

- (۱)۔ افسوس ۳۶ صفر ۱۴۰۰ھ بمطابق ۱۵ جنوری ۱۹۸۰ء کو ڈاکٹر احسان الحق صاحب کا ایک حادثہ میں انتقال ہو گیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)
 - (۲)۔ افسوس یکم جمادی الثانی ۱۴۰۵ھ بمطابق ۲۲ فروری ۱۹۸۵ء کو مولانا محمد محترم صاحب کا بھی ایک حادثہ میں انتقال ہو گیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)
- ۳۔ انیسویں صبح کی نماز کے بعد دعا کی حالت میں شہید کر دیئے گئے (انا للہ وانا الیہ راجعون)

قصہ

جس میں حضرت والا رحمۃ اللہ کی وفات حسرتِ آیات سے قبل ایک ہفتہ کے حالات پیش خدمت ہیں :

از احقر محمد اسحاق عفی عنہ کے از خدام حضرت قدس سرہ

○ بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

آہ ! بزمِ اشرف کا ایک اور چراغ بجھ گیا !

(انا للہ وانا الیہ راجعون)

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ کے خلیفہ ارشد عارف ربانی حضرت سیدی و مرشدی حاجی محمد شریف صاحب نور اللہ مرقدہ کو ۲۴ رجب ۱۴۰۵ھ بمطابق ۵ اپریل جمعہ کی شب کو سینہ میں دایمیں طرف شدید درد ہوا صبح کو ڈاکٹر نے انجکشن لگایا جس سے قدرے سکون ہوا۔ اور کچھ نیند آگئی۔ لیکن رات کے شدید درد نے نہایت مضطرب کر دیا۔ جب نماز جمعہ کا وقت آیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت والا اندر سے ہتھک کی طرف دیوار کے سارے تشریف لارہے ہیں۔ خدام نے عرض کیا کہ حضرت تکلیف ہے کمزوری زیادہ ہے گھر میں نماز ادا فرمائیں تو فوراً ارشاد فرمایا کہ اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔ دو آدمیوں کے سارے سے حضرت والا کو کار میں بٹھلادیا گیا۔ جب مسجد میں پہنچے تو دو آدمیوں کے سارے گھسٹتے ہوئے پاؤں کے ساتھ مسجد میں رونق افروز ہوئے۔ تھوڑی دیر سانس لینے کے بعد کرسی پر بیٹھے احقر کو آواز دی اور سیون اپ طلب فرمائی اس کے بعد حسب معمول تین چار منٹ تقریر طویل ہوئی جب گھڑی دیکھی تو فرمایا۔ "ارے وقت زیادہ ہو گیا اب میں ختم کرتا ہوں۔" اس سے پہلے اثر یہ ارشاد فرما کر تقریر ختم فرماتے تھے کہ "مضمون ابھی کافی رہ گیا باقی آئندہ جمعہ۔"

خطبہ کے بعد کھڑے ہو کر فرض ادا فرمائے۔ نماز کے فوراً بعد حضرت والا کے گزرنے کے لئے راستہ بنادیا گیا اور عرض کیا گیا کہ حضرت تشریف لے چلیں تو ارشاد فرمایا کہ: "چار سنتیں پڑھ لوں۔" جب چار سنتیں پڑھ چکے تو پھر عرض کیا گیا کہ حضرت تشریف لے چلیں تو ارشاد فرمایا کہ دو اور پڑھ لینے دیں اس کے بعد خیال تھا کہ اب تو ضرور تشریف لے چلیں گے لیکن پھر یہی ارشاد فرمایا کہ دو نفل پڑھ لینے دو

نفل پڑھ لینے کے بعد دعاء کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ جب دعاء سے فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ

ملفوظات کا معمول پورا کر لینے دو (نماز جمعہ کے بعد معمول ہے کہ سب متعلقین بیٹھ جاتے ہیں اور مجلس صیانت المسلمین کی جانب سے ایک صاحب حضرت والا کے ساتھ بیٹھ کر ملفوظات اشرفیہ پڑھتے ہیں پھر حضرت والا دعا فرماتے ہیں اور دعاء کے بعد یہ ارشاد فرماتے ہیں جو صاحب پاس بیٹھنا چاہیں مکان پر تشریف لے آئیں) اس کے بعد دعاء فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ جو صاحب باہر سے آئے ہوں یا کسی نے کوئی بات پوچھنی ہو تو وہ یہیں پوچھ لیں۔ میری طبیعت اچھی نہیں میں گھر پر جا کر آرام کروں گا۔ اس کے بعد حضرت والا گھر تشریف لے گئے۔ (کے کیا معلوم تھا کہ حضرت والا کی مسجد میں یہ آخری نماز ہے)۔ خادم بھی ساتھ گیا۔ کچھ دیر بیٹھا رہا، ایک دوائی بازار سے لائی تھی لاکر کھلائی۔ ارشاد فرمایا کہ میری رقم میں سے ایک سو روپے اٹھا دو اس لئے کہ میری نواسی لاہور سے آئی ہوئی ہیں وہ ابھی جائیں گی انہیں دینا ہے) اس تکلیف میں بھی حسن سلوک دیکھئے) اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اب تم جاؤ عصر کے بعد پھر آجانا۔ عصر کے بعد ایک صاحب حضرت سے ملاقات کے لئے میرے ساتھ ہوئے۔ ہم حاضر ہوئے۔ تھوڑی دیر بعد ملنے والے صاحب تشریف لے جانے لگے تو مجھے ارشاد فرمایا کہ ان کو آگے تک موٹر سائیکل پر چھوڑ آؤ پھر آجانا۔ احقر پھر حاضر ہوا کچھ دیر پاؤں دابتا رہا۔ مغرب کی نماز کا وقت قریب ہوا تو فرمایا جاؤ نماز پڑھو اس کے بعد پھر عشاء کی نماز کے بعد حاضر ہوا تو خلاف معمول وقت سے پہلے ڈاک تیار دیکھ کر احقر حیرت میں رہ گیا۔ فرمایا ڈاک لے لو۔ صبح ڈال دینا۔ صبح کی نماز کے بعد کچھ اپنی مسجد کے نمازیوں کے ساتھ حاضر ہوا تو اس بات سے خوشی ہوئی کہ درد میں کافی افادہ ہے لیکن ساتھ ہی نقاہت بڑھی ہوئی نظر آتی تھی۔ احقر تقریباً گیارہ بجے ڈاک خانہ سے پھر ڈاک لے کر پہنچا تو حضرت والا حسب معمول بیٹھک میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضرت والا کا معمول تھا کہ کیسی بھی تکلیف ہو صبح نو بجے کے قریب بیٹھک میں تشریف لے آتے تھے (اور کئی دفعہ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مجھے آرام تو یہیں ملتا ہے) اور مغرب کے بعد گھر میں تشریف لے جاتے تھے۔

میرے چھوٹے بھائی ساتھ تھے ان سے ان کے بچے کی خیریت دریافت فرمائی اور کچھ باتیں اپنے پوتے عزیز طلعت قرکی سنا کر خود بھی محفوظ ہو رہے تھے اور ہمیں بھی محفوظ کر رہے تھے۔ اس کے بعد خیریت دریافت کرنے پر ارشاد فرمایا کہ اب درد تو نہیں لیکن مجھے پتا نہیں کیا ہو گیا کہ ہمت ہی نہیں لگا۔ بھی پھٹی جا رہی ہے ایسا لگتا ہے دنیا سے جانے کے دن قریب ہیں۔ اس جملہ سے طبیعت بہت متاثر ہوئی لیکن دعاء و زاری کے سوا کیا ہو سکتا تھا۔ اس کے بعد دن بدن کمزوری اور نقاہت شدت اختیار کر گئی۔ پیر کے روز تک تو حضرت والا بیٹھک میں تشریف لاتے رہے اور عصر کے بعد مجلس کا معمول مختصر وقت کے ساتھ جاری رہا۔ غالباً پیر کے روز کی مجلس میں خاص احباب جمع تھے تو لیٹے لیٹے حضرت والا کی زبان مبارک سے ملفوظات کا سلسلہ جاری تھا، دوران گفتگو ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ کے لئے کیا مشکل ہے کہ انہیں احباب کو جنت میں بھی اکٹھا کر دے۔

اس کے بعد منگل کے روز سے بیٹھک میں آنا بند ہو گیا کیونکہ اب اٹھنے بیٹھنے کی ہمت ہی نہیں تھی اور سانس کی تکلیف شروع ہو چکی تھی۔ غذا بند ہو گئی بار بار پانی مانگتے تھے یا تھوڑی بہت سخی۔ اب بلڈ پریشر بالکل گر گیا تھا اس کو معمول پر لانے کے لئے دو انجکشن لگائے گئے۔

بدھ کے روز ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ بلڈ پریشر کافی معمول پر آ گیا ہے۔ انجکشن لگانے کی ضرورت نہیں۔ لیکن حالت تشویش ناک نظر آتی تھی کیونکہ سانس اکھر چکا تھا۔ اور زیادہ تر غشی کی کیفیت رہنے لگی۔

عصر کے بعد کافی متعلقین بے تلی کے عالم میں دروازے پر جمع ہو گئے کہ ایک نظر دیکھ لینے دو۔۔۔۔۔۔ کچھ لوگ جب اندر داخل ہوئے تو حضرت والا کی آنکھ کھل گئی تو احقر سے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ کون ہیں؟

میری نظر پھٹ رہی ہے مجھ سے پہچانا نہیں جاتا۔ میں نے ایک دو صاحب کے نام بتائے تو حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ سب کے نام بتاؤ۔ جب تک سب کے نام نہ معلوم کر لئے چین نہیں آیا۔

سکناں اللہ آنے والوں کے حقوق کا کس قدر خیال تھا۔

وفات سے دو روز قبل یہ دعا فرما رہے تھے کہ اے اللہ جس طرح آپ نے مجھے دنیا میں عزت اور آرام سے رکھا ہے اسی طرح اب مجھے آرام سے اٹھالے۔ آخری ایام میں ایک دفعہ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اب تو دنیا سے جانے کو جی چاہتا ہے آخر کب تک جنیں گے۔۔۔۔۔۔ یہ بھی کئی مرتبہ ارشاد فرمایا کہ یہ چھبیس سالہ بوڑھی مشین آخر کب تک چلے گی۔ حضرت پیرانی صاحب مدظلہ فرماتی ہیں کہ وفات سے تین روز قبل فرمایا کہ اب میرا وقت قریب آچکا ہے اب میں نے چلے جانا ہے پیرانی صاحب فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا آپ ایسی باتیں کیوں کرتے ہیں کیا آپ کو خواب آتی ہے؟

اس پر خاموشی اختیار فرمائی۔

بدھ کے روز شام کو حضرت کے محبوب معالج ڈاکٹر ملک محمد عہدہ صاحب ڈاکٹر فاروق ندیر صاحب ہارٹ سپیشلسٹ کو لائے۔۔۔۔۔۔ ڈاکٹر صاحب نے دیکھ کر فرمایا کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ گروں میں یا پھیسپھروں میں کوئی نقص ہے اس لئے خون وغیرہ ٹیسٹ کرائے جائیں۔

شام کو ہی خون ٹیسٹ کے لئے دیدیا گیا۔۔۔۔۔۔ صبح بارہ بجے کے قریب رپورٹ ملی کہ خون کافی گاڑھا ہو گیا ہے جس کی وجہ سے دوران خون ٹھیک نہیں رہا۔ ڈاکٹر صاحب نے مشورہ دیا کہ ایسی حالت میں ہسپتال داخل کر دینا چاہیئے۔ اس کے بعد تقریباً ایک بجے ڈاکٹر صاحب ہسپتال کے اس وارڈ کے بڑے ڈاکٹر کو گھر لائے جس کے وارڈ میں داخل کرنا تھا۔۔۔۔۔۔ ڈاکٹر صاحب نے چیک کیا اور کہا کہ میرا مشورہ یہ ہے کہ ایک دفعہ پھر خون وغیرہ ٹیسٹ کرایا جائے اور چھاتی کا ایکسرے کرایا جائے۔

فوری طور پر احقر ہسپتال سے ایک لیبارٹری والے کو لے آیا اور اس نے جب خون لینا چاہا تو

خون اس قدر گاڑھا ہو چکا تھا کہ لکھنا مشکل ہو رہا تھا۔ کافی سعی کے بعد کچھ نکلا۔۔۔۔۔ اس کے بعد احقر ظہر کی نماز کے لئے چلا گیا۔

نماز ظہر کے بعد محترم جناب حاجی انوار الہی صاحب (جو کہ حضرت کے محبوب ترین خدام میں سے ہیں جن کے متعلق حضرت بے ساختہ جذبات کا اظہار فرمایا کرتے تھے) کے صاحبزادے جناب ڈیٹان الہی صاحب اپنی کار لے آئے کہ حضرت والا کو ایکسے کے لئے لے جائیں۔

حضرت پر غشی طاری تھی چل کر کار تک تو آئیں سکتے تھے۔ اس لئے حضرت کے چھوٹے صاحبزادہ جناب محمد ظریف صاحب اور ان کی اہلیہ جن کو قریب رہنے کی وجہ سے ماشاء اللہ خوب خدمت کا موقع ملا۔ اس سے بڑھ کر ان کے لئے کیا سعادت ہو سکتی ہے۔

بہر حال چھوٹے صاحبزادہ صاحب اپنے کندھے پر اٹھا کر لے آئے اور کار کی پچھلی سیٹ پر لٹا دیا۔ احقر نے سرائے کی طرف بیٹھ کر حضرت والا کا سر مبارک اپنی گود میں لے لیا اور ایک پانی کا گلاس ساتھ لے لیا۔

اب تک تو حضرت خود پانی مانگ رہے تھے اب مانگنا بند فرما دیا تھا۔ لیکن ہونٹ بار بار خشک ہو رہے تھے۔ اس لئے احقر بار بار پانی ڈالتا رہا۔ جب ہم نشتر ہسپتال کے باہر شباب کلینک پر پہنچے تو احقر نے حضرت والا سے عرض کیا کہ حضرت مجھے پہچانتے ہیں تو حضرت نے زبان سے تو کچھ نہیں فرمایا۔ سر مبارک کو معمولی سی حرکت دی کہ ہاں پہچانتا ہوں۔

اب حالت میں کافی تغیر محسوس ہو رہا تھا۔

محمد ظریف صاحب اور ڈیٹان الہی صاحب ایمرولینس کا سٹرچر لے آئے جس میں لٹا کر کلینک کے اندر ایکسے کے لئے لے جایا گیا اور کافی مشکل سے ایکسے ہوا۔ اس کے بعد ایمرولینس میں گھر لے آئے۔

دوپہر کے تین بج چکے تھے اب گھر میں آنے کے بعد بھی ویسی ہی غشی طاری تھی۔ اس حالت میں بھی حضرت والا نے ہاتھ اٹھائے کہ مجھے تم کے لئے پتھر دو۔ پتھر دیا لیکن ابھی تم کرنے نہ پائے تھے کہ ہاتھ سے چھوٹ گیا۔

اس کے بعد حضرت نے ظہر کی نماز کے لئے ہاتھ باندھ دیئے۔

گویا کہ حضرت کا آخری فعل نماز تھا۔ ماشاء اللہ آخر تک نمازیں ادا فرماتے رہے گو آخری دو دنوں میں غشی کی حالت میں پڑھتے رہے جس کی وجہ سے پوری نہ ہوتی تھیں۔ وفات کے فوری بعد دو دنوں کی نمازوں کا فدیہ دے دیا گیا۔

اتباع سنت کی فکر کا یہ عالم تھا کہ محمد ظریف صاحب بتاتے ہیں وفات سے دو اڑھائی گھنٹے پہلے کرتہ بدلنے کے لئے اتارا گیا۔ جب پہنانے لگے تو جلدی میں بایاں پہلو پہلے پہنانے لگے۔

حضرت اقدس نے پیچھے کھینچ لیا کہ پہلے دایاں پہناؤ۔

سمان اللہ! اتباع سنت رگ وریشہ میں رچی بسی ہوئی تھی بلکہ طبیعت عمیمہ بن چکی تھی اے اللہ ہم خدام کو بھی یہ نعت نصیب فرما (آمین)۔۔۔۔ اس کے بعد احقر نے حضرت والا سے دو عین بار پوچھا کہ حضرت کیا تکلیف زیادہ محسوس ہو رہی ہے لیکن کوئی جواب نہ ملا۔۔۔۔ سانس بہت تیزی سے جاری تھا احقر نے کئی بار مشاہدہ کیا کہ ہر سانس میں اللہ اللہ کی آواز صاف سنائی دیتی تھی۔۔۔۔ بہر حال احقر سواتین بجے رات پر تک قریب رہا۔۔۔۔ ساتھ والے کمرے میں حضرت پیرانی صاحبہ مدظلہا اور مسقورات جمع تھیں۔ احقر ان سے یہ کہہ کر گھر آیا کہ آپ سب حضرت کے قریب آجائیں میں ابھی تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔۔۔۔ میرے جانے کے بعد حضرت پیرانی صاحبہ مدظلہا اور گھر کی مسقورات سب قریب آ گئیں۔

حضرت پیرانی صاحبہ مدظلہا فرماتی ہیں کہ ہم جب قریب آئے تو آنکھیں پتھرا چکی تھیں بہت تیزی سے سانس جاری تھا۔ آب زم زم پلایا۔ دو دفعہ خلاف معمول زور سے آنکھیں کھولیں اور ہمیشہ کے لئے بند فرمائیں میں ابھی گھر میں تھا۔ کہ محترم ڈاکٹر ملک محمد عبدہ صاحب نے گھر پر یہ اطلاع دی کہ ہم سب یتیم ہو گئے۔ (انا اللہ وانا الیہ راجعون)

تقریباً پونے چار بجے حضرت اس دار فانی سے پردہ فرما گئے۔۔۔ بس کیا تھا دنیا تاریک ہو گئی۔ دل و دماغ پر سکتہ چھا گیا۔۔۔۔ چھوٹے صاحبزادے کی پریشانی کا عجیب عالم تھا۔ دل کو سنبھالنا مشکل ہو چکا تھا۔

عصر کے بعد احقر اپنے ساتھ ید اللہ شیخ صاحب (جو کہ حضرت کے ہمسائے ہیں اور بہت حقیقت و محبت رکھنے والے ہیں) کو لے کر قریب کے قدیمی قبرستان (حسن پروانہ) میں لحد مبارک کے انتخاب کے لئے شیخ صاحب موصوف کے والدین کی قبروں کے ساتھ ایک جگہ کا انتخاب بلا اختلاف رائے ہوا اور اسی جگہ حضرت اقدسؒ زیر لحد آرام فرما ہیں۔ اور واقعی وہ ہر لحاظ سے ایسا اچھا موقع ہے کہ جس نے دیکھا بہت پسند کیا۔ چوک نواں شہر سے چند قدم پر مشرق کو جاتے ہوئے دائیں طرف ایک گلی قبرستان کو نکلتی ہے گلی کے ختم ہوتے ہی قبرستان شروع ہو جاتا ہے۔۔۔۔ سامنے ہی حضرت اقدسؒ کی مرقد مبارک کا کعبہ نظر آتا ہے۔

مغرب کے وقت لاہور سے حضرتؒ کی صاحبزادی اور دوسرے بچے اور حضرت والا کے مجاز بیعت مولانا محمود اشرف عثمانی صاحب اور مولانا محمد اکرم صاحب مدظلہم ہوئی۔ حجاز سے تشریف لائے۔۔۔۔ نماز مغرب کے فوری بعد غسل دیا گیا جس میں کافی حضرات نے شرکت کی وہ بھی عجیب منظر تھا۔ کوئی پانی ڈال رہا تھا کوئی صابن لگا رہا تھا کوئی پاؤں دھو رہا تھا۔ پروانوں کی طرح ارد گرد متعلقین جمع تھے۔ عشاء کے قریب غسل سے فارغ ہوئے۔

احقر نے حضرتؒ کی وصیت کے مطابق حضرت تھانویؒ کا ایک خط جلا کر اسکی راکھ کو حضرت تھانویؒ

کے ایک روال کے حصہ میں باندھ کر حضرت والا کی گردن مبارک کے نیچے رکھ دیا۔۔۔۔ عشاء کے بعد آخری دیدار کے لئے لوگوں کا جم غفیر تھا۔

حضرت کی وصیت کے مطابق (کہ تدفین میں جلدی کی جائے) باہمی مشورہ سے گھر سے جنازہ اٹھانے کا وقت رات کے گیارہ بجے مقرر کیا گیا (ماشاء اللہ ٹھیک گیارہ بجے جنازہ گھر سے اٹھالیا گیا) جس وقت گھر سے باہر نکلا اس وقت گھر میں ایک کرام برپا تھا۔۔۔ جب جنازہ گھر سے باہر لایا گیا تو اس وقت مجمع کا اندازہ ہوا۔ نہ تو لاؤڈ سپیکروں پر اعلان ہوا نہ کوئی ریڈیو کی اطلاع لیکن لوگوں کا سیلاب حیران کن تھا کہ کس طرح اور اتنی جلدی ان کو کیسے اطلاع ہو گئی۔

بہر حال اس مجمع کو دیکھ کر اس چیز کا خیال آیا کہ جنازہ کی چار پائی کے ساتھ بانس باندھے جائیں۔ اس لئے باہر ٹرک پر جنازہ رکھ دیا گیا۔ تھوڑی دیر میں بانس آگئے اور پھر جنازہ اٹھایا گیا۔ تقریباً رات کے بارہ بجے جنازہ علامہ اقبال پارک (چوک نواں شہر) پہنچا یہاں بھی کافی لوگ جنازہ کے منظر تھے۔ احقر نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اس کے بعد قریب حسن پروانہ کے عام قبرستان میں دفن کرنے کے لئے لے جایا گیا۔ قبر میں تین آدمیوں نے اتارا ایک تو احقر تھا۔ دوسرے حضرت کے محبوب معالج ڈاکٹر ملک محمد عبدہ صاحب تیسرے حضرت سے ایک محبت رکھنے والے حاجی عبدالوحید صاحب تھے۔ اتارنے کے بعد پھر احقر خود قبر میں اترا اور حضرت کی وصیت اور سنت کے مطابق ٹھیک ذاتی کروٹ حضرت کو لٹایا۔ قبر میں عجب سکون تھا آخر کیوں نہ ہوتا۔

چہرہ انور کا آخری دیدار کیا اور بوسہ دینے کی سعادت حاصل کرنے کے بعد باہر آیا۔

تدفین میں بھی کثرت سے لوگوں نے شرکت کی۔

تقریباً رات ایک بجے تدفین سے فراغت ہوئی۔

(اناللہ وانا الیہ راجعون)

۱۔ اسی طرح اگر کسی کا مالی حق رہ گیا ہو خواہ اطلاع کر کے لے لیں خواہ معاف فرمائیں خصوص بعض

اوقات اتفاق سے بعضے خط بھیجنے والوں کے غلط پیسہ والے یا دو پیسہ والے غلطی سے روپی میں لکے ہیں

جن کے مالک کی تحقیق نہ ہو سکتے سے ان کو مصارف نقطہ میں صرف کر دیا گیا لیکن اہل حق کو اختیار ہے

خواہ اس صرف کو جائز رکھیں کہ ثواب ہوگا۔ خواہ اطلاع کر کے لے لیں۔ ۱۲ منہ (اشرف السوانح حصہ سوم)